نمازِ فجر کی اہمیت

اور

سنتِ فجر کے احکام

مرتب

مُفتی اَحمدُ اللہ نِثار صاحبؒ قاسمیؒ نقشبندیؒ مُجدّدیؒ

ناظِم دارُ العُلوم رشیدیہ حیدرآباد

ناشر

دارُالعُلوم رشیدیہ

زیرانتظام: رشیدیہ ایجوکیشنل چیاریٹیبل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ

نمازِ فجر کی اہمیت

اور

سنتِ فجر کے احکام

مُفتی أحمد اللہ نثار قاسمی
ناظم دارالعلوم رشیدیہ وصدر دارالافتاء والارشاد حیدرآباد

دارالعلوم رشیدیہ
زیرِ انتظام: رشیدیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

فہرس

فجر کی نماز شروع ہو جانے کے بعد مسجد میں سنت پڑھنے کی تفصیل

نماز فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے فجر کی سنتیں و دیگر نوافل پڑھنے کی ممانعت

فرض نماز کی اقامت کے بعد سنتوں کا ممانعت والی روایات اور اُن کی توجیہات

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابو بکر جابر قاسمی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

شریعت کا ہر ہر جزء اہمیت رکھتا ہے، فقہاء امت نے حیض کے تک ایک ایک مسئلہ پر رسالے لکھے ہیں، امت کی بے عملی کی اصلاح بھی مقصود ہے، بعض فتنہ پردازوں اور کم علموں کی پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا جواب بھی۔

سنتِ فجر کی اہمیت، احکام و مسائل نامی رسالہ میں مفتی احمد اللہ نثار قاسمی صاحب حفظہ اللہ ورعاہ نے کثیر الوقوع احکام و مسائل کو جمع کر دیا ہے، بہت سی کتابوں کی ورق گردانی سے قاری بچ جائے گا، ہمیں علماء کرام کی قربانیوں اور ان کے جذبہ افادہ کی قدر کرنا چاہئے، سب ذخیرے موجود ہیں، بس عمل کرنے والے چاہئے۔

خدا کرے دارالعلوم رشیدیہ کو ایک مطبعہ اور ذاتی عمارت میّسر آجائے جس کی وجہ سے تمام تحریکی کاموں میں سہولت ہو جائے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین)

ابو بکر جابر قاسمی

۱۱/ ذی قعدہ/ ۱۴۴۶ھ

09/ مئی/ 2025

تذکیرِ خاطر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز، دین اسلام کا اہم ستون ہے اور پنج وقتہ نمازوں میں فجر کی نماز کو ایک خاص امتیاز اور فضیلت حاصل ہے، اس کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اس کا تذکرہ قسم کے ساتھ فرمایا: ''وَالْفَجْرِ ۝''قسم ہے فجر کی'' (الفجر:۱)

فجر کا وقت، دن کی روشنی کا آغاز ہے، جب بندہ نیند اور راحت کو چھوڑ کر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، یہی وہ وقت ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور قرآن کی تلاوت کو خاص طور پر ثبت کیا جاتا ہے: ''إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝ یقیناً فجر کے وقت کا قرآن (نماز) حاضر رہنے والا ہے (فرشتے اس کے گواہ ہوتے ہیں)(الإسراء:۷۸)

صحابۂ کرام فجر کی نماز کو باجماعت ادا کرنے کے نہایت حریص تھے، اور رات کے پچھلے حصے سے ہی مسجد میں قیام فرمایا کرتے تھے، ہمارا حال یہ ہے کہ نو بجے تا دس بجے صبح ہوتی ہے، ستر فیصد مسلمان نمازِ فجر سے محروم ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سنتِ فجر (فجر کی دو رکعت سنت مؤکدہ) کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا''فجر کی دو رکعت (سنت) دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں۔(صحیح مسلم، حدیث: ۷۲۵)

یہ حدیث نہ صرف سنتِ فجر کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے بلکہ ہمیں متنبہ کرتی ہے کہ دنیا کی چمک دمک کے مقابلے میں بندے کو اپنے رب کی عبادت اور اس کے حکم پر چلنا زیادہ قیمتی اور افضل ہے۔

سنتِ فجر ان چند سنتوں میں سے ہے جن کی حفاظت رسول اللہ ﷺ سفر و حضر میں کیا

کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”لم یکن النبي ﷺ علی شيء من النوافل أشد معاهدة منه علی رکعتي الفجر “رسول اللہ ﷺ نفل نمازوں میں سے کسی پر اتنی پابندی نہیں کرتے تھے جتنی فجر کی دو رکعتوں پر کرتے تھے۔(صحیح بخاری ،حدیث:۱۱۶۹) یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے سنتِ فجر کو سنتِ مؤکدہ میں شمار کیا اور اس کے ترک کو سخت معیوب سمجھا۔

اسلام ایک منظم اور باوقار دین ہے، جس نے عبادات کے اوقات اور آداب کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، انہی عبادات میں سے ایک ہے فجر کی نماز سے پہلے کی دو رکعت سنت ہے، فرائض سے پہلے سنتوں کی ادائیگی کا وقت مقرر ہے، اور خاص طور پر سنتِ فجر کا مخصوص وقت فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد، فرض نماز سے پہلے تک ہے؛ اگر کوئی شخص کاہلی یا سستی کی وجہ سے سنت کو بعد میں پڑھتا ہے، تو گویا اس نے اس عظیم سنت کو اصل مقام سے ہٹا دیا، جو کہ ایک طرح کی بے قدری اور غفلت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ چار رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں فجر سے پہلے کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔”انَ النَبِيَّ ﷺ لَا یَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، ورَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الفَجْرِ“(صحیح بخاری، حدیث:۱۱۸۲)

آپ ﷺ کے اس قدر واضح اہتمام کے باوجود اگر کوئی شخص ان رکعتوں کو فرض نماز کے بعد ادا کرے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسے سنتوں کی قدر نہیں یا اس پر غفلت اور دنیاداری غالب ہے۔

جو لوگ فجر کی سنتیں وقت پر نہیں پڑھتے، ان کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ جان بوجھ کر تاخیر کرتے ہیں، جیسے پہلے فرض پڑھ لی، پھر سنت ادا کی، حالانکہ وقتِ سنت تھا، یہ خلافِ سنت اور بلاوجہ تاخیر ہے۔

۲۔ غفلت کی نیند میں رہنا اور آنکھ کھلی تو صرف فرض پڑھنے کا وقت تھا، تو ان کے لیے

گنجائش ہے کہ وہ سنت کو اشراق کے وقت میں ادا کرلیں، لیکن یہ عمل قابل تعریف نہیں، بلکہ قابل اصلاح ہے۔

۳۔عمداً سست رفتاری سے کام کرنا ،سنت پر بروقت عمل کرنے کے بجائے احناف سے مخالفت دکھانے کی خاطر سنت کا وقت بدل دینا۔

فقہاء کرام جو فرماتے ہیں کہ: ''سنتِ فجر اگر وقت پر ادا نہ ہوسکے تو اشراق کے بعد قضا کی جاسکتی ہے، لیکن اصل مقام فجر سے پہلے ہے، اور یہی افضل اور مؤکد ہے''۔سنت کی محرومی سے بچانے کی خاطر ہے، ورنہ اصل بروقت ادا کرنا ہی ہے، اس لیے سستی اور غفلت کو چھوڑ کر فجر کی سنت کو وقت پر ادا کریں، ورنہ یہ محرومی کی علامت ہے، لہٰذا فجر کی اذان کے بعد دو رکعت سنت پڑھنے کو اپنے دن کا سب سے قیمتی لمحہ سمجھنا چاہئے۔

نادان دوستوں کا ایک طبقہ جن مختلف مسائل میں امت میں انتشار واختلاف کر رکھا ہے، انہیں میں سنتِ فجر کو فجر کی فرض سے پہلے ادا کرنے پر اتنی ترغیب وتوجہ نہیں جتنی کہ فجر کی فرض کے بعد پڑھنے پر اصرار ہوتا ہے، دلائل اور حدیث پر عمل کے نام پر غلط فہمی بلکہ حدیث کی مخالت کی جاتی ہے، درسگاہوں اور علمی حلقوں میں ہونے والی گفتگو کو بعض کم فہم احباب نے ممبر ومحراب سے کرنا شروع کر دیا تو امت منتشر ہو کر رہ گئی۔

مذکورہ مسئلہ میں کئی اہل علم وقلم نے بہترین تحریرات مرتب فرمائے ہیں، بالخصوص حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن اعظمی صاحب استاذ التخصص فی الفقہ والافتاء مردان کی کتاب ''کشف الغرر عن سنۃ الفجر''بہت تحقیقی کتاب ہے جو دراصل مولانا شمس الحق عظیم آبادی صاحب کی کتاب ''اعلام أھل العصر بأحکام سنت الفجر''میں لکھی گئی غلط فہمیوں کا بہترین جواب وازالہ ہے،من وجہ عاجز کا یہ رسالہ مفتی حبیب الرحمن صاحب کی کتاب کا ہی خلاصہ ہے، نیز نمازِ فجر کی ایک رکعت وقتِ فجر اور دوسری رکعت وقتِ طلوعِ آفتاب میں ادا کرنے سے متعلق مفتی رضوان صاحب راولپنڈی دامت برکاتہم کا رسالہ قابل مطالعہ ہے، جس کا خلاصہ بھی

ذکر کیا گیا ہے۔

تقریباً ۲۰۱۷ء میں اس رسالہ پر کام ہوا تھا؛ مگر اپنی غفلت اور کاہلی کی وجہ سے پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ پایا، امسال ۲۰۲۵ء میں بتوفیق الہی تکمیل پایا، دوران کام عزیزم مفتی سید سلمان قاسمی سلمہ کا مضمون ومواد جمع کرنے میں کافی تعاون رہا، عزیزم مختلف موضوعات پر مطالعہ کا ذوق بھی رکھتے ہیں ماشاءاللہ، اور معروف ومقبول متواضع صاحبِ قلم مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی صاحب دامت برکاتہم کے ذریعہ رسالہ تخریج عمل میں آئی، عاجزان حضرات کا اور مفتی ابوبکر جابر قاسمی صاحب دامت برکاتہم کا قدر دان وشکرگذار ہے کہ مجھ کمزور کو اپنی علمی تعاون سے سہارا دیا۔ جزاھم اللہ فی الدارین۔

احمد اللہ نثار قاسمی

2025/07/06ء، مطابق

۱۰/محرم الحرام/۱۴۴۷ھ

وقتِ فجر اور نمازِ فجر کی اہمیت

اس فصل میں نمازِ فجر سے متعلق آٹھ اہم مسائل ہیں

(۱) صبح صادق کی تعریف اور اُس کے احکام

عموماً صبح کاذب کے تھوڑی دیر بعد آسمان کے افق پر شمالاً اور جنوباً ایک روشنی مستطیر یعنی چوڑائی میں پھیلی ہوئی ہوتی ہے جو کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید پھیلتی اور بڑھتی جاتی ہے اس کو صبح صادق کہتے ہیں، یہ حقیقی صبح ہوتی ہے۔

جمہور اہلِ علم کے نزدیک سورج جب ۱۸/درجے زیرِ افق ہو تو صبح صادق طلوع ہو جاتا ہے، یہی قول راجح اور اس پر فتویٰ ہے، اور عموماً مروجہ اوقات نماز کے نقشے بھی اس کے مطابق بنائے گئے ہیں۔

صبح صادق چوں کہ حقیقی صبح ہوتی ہے اس لیے اس پر شریعت کے متعدد احکام لاگو ہوتے ہیں، جیسے:

۱۔صبح صادق طلوع ہوتے ہی رات ختم ہو جاتی ہے۔

۲۔صبح صادق طلوع ہوتے ہی نماز عشا اور نماز وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے یہ دونوں نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔

۳۔صبح صادق طلوع ہوتے ہی تہجد کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

۴۔صبح صادق طلوع ہوتے ہی سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

۵۔صبح صادق طلوع ہوتے ہی روزہ شروع ہو جاتا ہے۔

۶۔صبح صادق طلوع ہوتے ہی شرعی دن شروع ہو جاتا ہے، جس کے آدھے دن کو نصف النہار شرعی کہتے ہیں، واضح رہے کہ زوال کو نصف النہار عرفی کہا جاتا ہے جو کہ سورج طلوع ہونے سے لے کر سورج غروب ہونے تک کا آدھا دن ہوتا ہے۔

۷۔صبح صادق طلوع ہوتے ہی نمازِ فجر کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔

صبح صادق طلوع ہوتے ہی عید الفطر میں صاحب نصاب شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔

۸۔صبح صادق ہوتے ہی عید الاضحی کے دن قربانی کا جانور ذبح کرنا درست ہوتا ہے، البتہ یہ ان دیہاتوں کے لیے ہے جن میں عید کی نماز واجب نہیں ہوتی، جبکہ شہروں میں اور بڑے دیہاتوں میں جہاں عید کی نماز واجب ہوتی ہے وہاں عید کی نماز کے بعد ہی ذبح کرنا جائز ہوتا ہے۔(۱)

(۲)وقتِ فجر کی اہمیت پر قرآنی انداز

فجر کے وقت کی مختلف ناموں کے قسم کھا کر رب العزت اپنی الوہیت اپنی ربوبیت اور اپنی وحدانیت کی شہادت پیش کر کے انسان کو بھی فریضہ شہادت ادا کرنے کی تاکید کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

۱۔"وَالْفَجْرِ،وَلَيَالٍ عَشْرٍ"۔(سورہ فجر)

فجر کی قسم ہے،اور دس راتوں کی۔

۲۔"وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى"۔(سورہ ضحی)

دن کی روشنی کی قسم ہے،اور رات کی جب وہ چھا جائے۔

۳۔"وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ"۔(سورہ تکویر)

اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے۔

صبح کے وقت کی اہم دعا

آپ ﷺ دن کے شروع میں دعا مانگتے تھے"أللهم اجعل أولَ هذا النهارِ صلاحًا وأوسطه فلاحًا وآخره نجاحًا وأسألک خيرَ الدنيا والآخرة يا أرحم

(۱)علمی اور اصلاحی رسائل: ۲ر:۹۷

الراحمين"۔(۱)

"اے اللہ! اس دن کے ابتدائی حصے میں درستگی اور درمیانی اور آخری حصہ کو کامیابی (مقصد میں حصولیابی) کا ذریعہ بنادے، اے ارحم الراحمین! ہم آپ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں"۔

فجر کے وقت کی اہمیت وفضلیت پر نبوی ارشاد

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہہ رہے تھے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری (امان) میں ہے، تو ایسا نہ ہو کہ (ایسے شخص کو کسی طرح نقصان پہنچانے کی بنا پر) اللہ تعالیٰ تم (میں سے کسی شخص) سے اپنے ذمے کے بارے میں کسی چیز کا مطالبہ کرے، پھر وہ اسے پکڑ لے، پھر اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے۔

"قال رسول الله ﷺ: "من صلى الصبح فهو في ذمة الله، فلا يطلبنكم الله من ذمته بشيء، فيدركه، فيكبه في نار جهنم" (۲)

صخر غامدیؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "أللهم بارك لأمتي في بكورها "اے اللہ! میری امت کے لیے دن کے ابتدائی حصہ میں برکت دے" اور جب بھی آپ ﷺ کوئی سریہ یا لشکر بھیجتے، تو دن کے ابتدائی حصہ میں بھیجتے۔ (عمارہ کہتے ہیں) صخر ایک تاجر آدمی تھے، وہ اپنی تجارت صبح سویرے شروع کرتے تھے تو وہ مالدار ہو گئے اور ان کا مال بہت ہو گیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں: صخر سے مراد صخر بن وداعہ ہیں۔

---

(۱) علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی مشہور کتاب جامع المسانید والسنن، حدیث: ۶۰۵۵

(۲) صحیح مسلم، حدیث: ۱۴۹۳

"عن النبي ﷺ قال:" اللهم بارك لامتي في بكورها"،
وكان إذا بعث سرية او جيشا بعثهم في اول النهار، وكان
صخر رجلا تاجرا وكان يبعث تجارته من اول النهار فاثرى
وكثر ماله، قال ابو داود :وهو صخر بن وداعة"(۱)

اے اللہ میری امت کے بکور یعنی دن کے پہلے حصے میں برکت دے۔

یہ وہ دعائے برکت ہے جسے اپنی امت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اس رب العالمین سے مانگا جو ارض وسما کا پیدا کرنے والا، سورج اور چاند کو اپنے اپنے مدار پر دوڑانے والا اور رات اور دن کو آگے، پیچھے لانے اور لے جانے والا ہے۔

صبح کی برکت ہر مہذب قوم جانتی ہے

دنیا کے مہذب اور غیر مہذب، دانش اور کم علم، شہری و دیہاتی سبھی انسانی حقیقت جانتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ صبح کا وقت اپنی برکات اور ثمرات میں دن کے دوسرے تمام اوقات سے منفرد بھی اور افضل بھی ہے۔

رات کو جب زندگی کا ہنگامہ تھم جاتا ہے پوری دنیا کو ایک پرسکون اور اطمینان آمیز سکوت کا سحر ٹھنڈی میٹھی لوری دے کر سلا دیتا ہے۔ جب چاند ستارے اور کہکشاؤں کہ نیلے آسمان پر محفل نشاط و نور سجا لیتے ہیں تو اس کی کوک سے وقت جنم لیتا ہے، جب انسانی جسم دن بھر کی مشقت کے بعد سو کر۔۔۔ اپنی تھکن کو رات کے سناٹے کے سپرد کر کے صبح دم نئی توانیوں کے ساتھ کارزار حیات میں ابرتا ہے۔

صبح صبح ساری کائنات عبادت میں مصروف نظر آتی ہے

یہی وقت ہے جب ذہن اپنے ارادوں اور ولولوں کو باہم متفق پاتا اور کچھ کر گزرنے

---

(۱) سنن ابی داود، حدیث 2606 :

کے لیے کمر ہمت باندھ لیتا ہے، یہی وقت ہے جب جانور بیدار ہو کر اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان کو اس بابرکت وقت کا اتنا صحیح ادراک ہوتا ہے کہ شفق پر لالی پھیلے یا نہ پھیلے سورج نظر آئے یا نہ آئے بحرصورت اپنی تسبیح خوانی کا فریضہ انجام دیتے ہیں پھر خالی پیٹ گھونسلوں سے نکل کر حصول معاش کے بعد شام کو لوٹ آتے ہیں۔

ہر نماز کو وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہونا

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہر فرض نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہے، اور بغیر شرعی عذر کے اس کو قضاء کر دینا سخت گناہ ہے؛ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا"۔(۱) بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے؛ لہذا ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۳) نماز فجر کا مقام و مرتبہ

اللہ تعالی نے اسلام میں نماز کو ایسے قطعی فیصلہ ساز کا مقام و مرتبہ عطا کیا ہے جو کفر اور ایمان کے درمیان علیحدگی قائم کر دیتا ہے، اور نماز فجر کی فضیلت کے متعلق مستدل روایات میں سے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے، آپ ﷺ فرماتے تھے: " آدمی اور شرک اور کفر کے بیچ میں نماز کا ترک ہے۔

"عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ، وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ، تَرْكَ الصَّلَاةِ"(۲)

---

(۱) سورۃ نساء، ۱۰۳

(۲) صحیح مسلم، باب: تارک الصلاۃ پر کفر کے اطلاق کا بیان، حدیث: ۸۲

نوٹ: مذکورہ حدیث میں نماز فجر بدرجۂ اولی داخل ہے۔

فجر کی نماز کاانتہائی اہم ہونا

یوں تو پانچویں وقت کی ہی فرض نمازیں اپنی جگہ بڑی اہم ہیں، لیکن بعض جہات سے فجر کی نماز کو بروقت اور مرد حضرات کاباجماعت پڑھنے کی بڑی اہمیت ہے، چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "منافقین پر عشاء اور فجر سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں ہے، اور اگر ان دونوں نمازوں کا اجروثواب انہیں معلوم ہو جائے تو وہ ان کے لئے گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے چلے آئیں۔"

"عن ابي هريرة، قال :قال رسول الله ﷺ:إنه ليس من صلاة اثقل على المنافقين من صلاة العشاء الآخرة، وصلاة الفجر، ولو يعلمون ما فيهما، لاتوهما ولو حبوا"(١)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی تم میں سے سویا ہوا ہوتا ہے، تو شیطان اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے خوب اچھی طرح سے اور ہر گرہ پر یہ افسون پھونک دیتا ہے کہ ابھی بہت رات باقی ہے، پڑا سوتا رہ؛ لیکن اگر وہ شخص جاگ کر اللہ کا ذکر شروع کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر جب نماز فجر پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور صبح کو خوش مزاج خوش دل رہتا ہے۔ ورنہ بدمزاج سست رہ کر وہ دن گزارتا ہے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ، قَالَ:يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلاَثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا :عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللهَ

(١) سنن دارمی، حدیث: ١٣٠٧

انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقَدُهُ كُلُّهَا، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ"(۱)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آگ میں کوئی بھی ایسا شخص ہرگز داخل ہوگا، جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے، اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نماز پڑھی۔

"لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا"(۲)

ان روایات سے نمازِ فجر اور عشاء کی فضیلت معلوم ہوئی، اور یہ دونوں نمازیں منافقین پر بے حد شاق گذرتی ہیں کیونکہ یہ آرام اور سونے کا وقت ہوتا ہے، مؤمن ذوق وشوق سے ان کو ادا کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور منافق آرام کرتے اور سوتے رہتے ہیں، گویا کہ ان دونوں نمازوں سے پیچھے رہنا نفاق کی علامت ہے، نیز یہ کہ منافق کو صرف دنیاوی لالچ ہے اور مؤمن آخرت کو ترجیح دیتے ہیں۔

"الصلاۃ خیر من النوم" کا واقعہ

نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا نیند سے بہتر ہے، اسی لئے فجر کا وقت جو کہ عام طور پر نیند کا وقت ہوتا ہے، اس وقت کی اذان میں مؤذن یہ کلمات کہتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کے وقت میں رسول اللہ ﷺ کو نماز کے لیے بلانے آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تہجد پڑھنے کے بعد آرام فرمارہے ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "الصلاۃ خیر من النوم" (یعنی نماز نیند سے بہتر ہے)، رسول اللہ ﷺ نے جب یہ جملہ سنا تو فرمایا کہ یہ کتنا اچھا جملہ ہے! آپ اس جملہ کو اپنی (فجر) کی اذان کا حصہ بنالو، چنانچہ اس

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۳۲۶۹

(۲) صحیح مسلم، حدیث، ۶۳۴

کے بعد سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مستقل فجر کی اذان میں یہ جملہ بڑھا دیا، بعد میں جب ایک صحابی حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اذان سکھانے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ان کو اذان سکھاتے وقت فجر کی اذان میں یہ جملہ"الصلاۃ خیر من النوم"، بھی کہنے کا حکم دیا، خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ جملے کو اذان کا حصہ خود رسول اللہ ﷺ نے بنایا ہے۔(۱)

نماز فجر کی حفاظت پر پہلی بشارت قیامت کا نور

جیسے ہی نمازی اپنے گھر سے اللہ کے گھر کی جانب رخ کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوتا ہے تو اس پر چہار جانب سے خوشخبریوں کی برسات و بوچھاڑ ہونے لگتی ہے: سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اندھیرے میں چل کر مسجد آنے والوں کو قیامت کے دن کامل نور (بھرپور اجالے) کی بشارت دے دو"۔

"عَنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"(۲)

حدیث میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ جو نماز فجر چھوڑ دیتا ہے وہ قیامت کے دن نور سے محروم ہوگا۔

دوسری خوشخبری فجر کی دو رکعتیں دنیا ومافیھا سے بہتر ہیں

جو کوئی نماز فجر کی ادائیگی کی پابندی کرتا ہے تو وہ اس کے حق میں دنیا ومافیھا سے بہتر ثابت ہوگی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ۲/ ۵۵۵

(۲) سنن ترمذی، حدیث: ۲۲۳، سنن ابی داود، حدیث: ۵۶۱، شیخ البانی رحمہ اللہ نے ابن ماجۃ کی تخریج میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا

فرمایا : ”فجر کی دو رکعتیں دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے ان سب سے بہتر ہیں۔

”عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: ”رَكْعَتَا الْفَجْرِ، خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا“(۱)

قرآن وحدیث میں دنیا سے مراد مشرق ومغرب، شمال وجنوب کا کرۂ ارضی نہیں، بلکہ دنیا سے مراد ہے یہ کائنات اور اس کی تمام تر نعمتیں، خزانے، دولت وثروت اور حکومت و سطوت مراد ہے، سوچیئے! جب فجر کی دو رکعات سنتوں کی یہ فضیلت ہے کہ پوری دنیا کی نعمتیں اور خزانے اس کے سامنے ماند اور ہیچ ہیں تو پھر فجر کے فرض کا کیا عالم ہوگا!!۔

تیسری بشارت؛ نمازِ فجر مؤمن کو منافق سے ممتاز کرتی ہے

تمام نمازوں میں سے اللہ تعالی نے نماز فجر ادا کرنے والے کو خصوصی طور پر سب سے بڑا بدلہ، عظیم ترین فضل ونوازش اور فیاضانہ اجر وثواب عنایت فرمایا، یہ اطاعت وفرمانبرداری اور تسلیم ورضا کی ایسی دلیل ہے جس کے ذریعہ سچے مومن کی منافق سے تمییز کی جاسکتی ہے اور نماز فجر کے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول مروی ہے: ہم کسی شخص کو فجر اور عشاء کی نمازوں میں نہ پاتے تو اس کے بارے میں سوءظن رکھتے۔(۲)

چوتھی خوشخبری نمازی کے حق میں فرشتوں کی گواہی کا حصول

جس وقت نماز فجر کی اقامت کہی جاتی ہے اور نمازی اس کی ادائیگی کرنے لگتا ہے اور پھر نماز کے بعد اذکار کا ورد کرتا ہے تو یقیناوہ اللہ تعالی کے روبرو کھڑا رہتا ہے اور اسی بنیاد پر فرشتے اس نماز کے حق میں گواہی دینے والے بن جاتے ہیں اور قرآن کریم میں اللہ تعالی

(۱) صحیح مسلم، حدیث: ۷۲۵

(۲) امام الہیثمی نے مجمع الزوائد: ۲/ ۴۳، میں اس روایت کے راویوں کو ثقہ قرار دیا اور شیخ الألبانی رحمہ اللہ نے صحیح الموارد: ۳۶۴ میں اس روایت کو صحیح قرار دیا

کے اس فرمان میں یہی بات وارد ہے:

"أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا" (الإسراء ۷۸:)

نماز کو قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں وارد لفظ "مشھود" سے مراد معزز فرشتوں کی جانب سے اس بات کی گواہی دی جاتی ہے کہ اس بندہ نے نماز فجر ادا کی ہے اور یقینا وہ اس کی حفاظت کرنے والوں میں سے ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ڈیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ پوچھتے ہیں حالانکہ وہ ان سے زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے، کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انھیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

" أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ :يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الفَجْرِ وَصَلَاةِ العَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ :كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي؟ فَيَقُولُونَ:تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ"(۱)

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۵۵۵

پانچویں خوشخبری جنت کی سرفرازی اور جہنم سے خلاصی

فرمان نبوی ﷺ ہے: سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے: "نہ داخل ہوگا کبھی وہ شخص دوزخ میں جس نے نماز ادا کی قبل طلوع آفتاب کے اور قبل غروب آفتاب کے۔" یعنی فجر اور عصر کی۔

"عن عُمَارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ:سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ:لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى، قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَقَبْلَ غُرُوبِهَا،يَعْنِي الْفَجْرَ، وَالْعَصْرَ"(۱)

دوسری روایت میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں جائے گا۔

""عَنْ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، قَالَ :مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ، دَخَلَ الْجَنَّةَ"(۲)

چھٹی خوشخبری اللہ تعالیٰ کے دیدار کا حصول

نماز فجر کی محافظت کرنے والوں کے حق میں خوشخبریوں میں سے ایک یہ ہے کہ بلا کسی حائل و رکاوٹ کے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی عظیم نعمت حاصل ہوگی، جیسا کہ روایت میں ہے:

سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی ؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہوگی، پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث: ۶۳۴

(۲) صحیح مسلم، حدیث: ۶۳۵، بردین یعنی دو ٹھنڈی نمازوں سے مراد عصر اور فجر ہیں

سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ" پس اپنے مالک کی حمد وتسبیح کر سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے۔"اسماعیل (راوی حدیث) نے کہا کہ (عصر اور فجر کی نمازیں) تم سے چھوٹنے نہ پائیں۔ان کا ہمیشہ خاص طور پر دھیان رکھو۔

"عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ :كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً يَعْنِي الْبَدْرَ، فَقَالَ:"إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا، ثُمَّ قَرَأَ :وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ سورة ق آية: ۳۹، قَالَ إِسْمَاعِيلُ:افْعَلُوا لَا تَفُوتَنَّكُمْ"(۱)

ساتویں خوشخبری رات میں قیام کے اجر وثواب کا حصول

عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے کہا کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے بعد مغرب اور اکیلے بیٹھ گئے میں ان کے پاس جا بیٹھا۔انہوں نے فرمایا :اے میرے بھتیجے! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے:"جس نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا آدھی رات تک نفل پڑھتا رہا (یعنی ایسا ثواب پائے گا) اور جس نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی وہ گویا ساری رات نماز پڑھتا رہا۔

"قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ :دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ الْمَسْجِدَ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ، فَقَعَدَ وَحْدَهُ، فَقَعَدْتُ إِلَيْهِ، فَقَالَ :يَا ابْنَ أَخِي، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، يَقُولُ:"مَنْ

(۱) صحیح بخاری، حدیث :۵۵۴

صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ، فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّه"(۱)

آٹھویں خوشخبری فرشتوں کی دعاء کا حصول

نماز فجر کی محافظت و پابندی کرنے والے کو عظیم ترین کامیابی فرشتوں کی جانب سے اس کے لئے دعاءِ مغفرت ہے، اس لئے خیال رہے کہ اللہ تعالی کے فضل واحسان کا سلسلہ نماز کے ختم ہونے سے منقطع نہیں ہوتا، امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص نماز فجر ادا کرے پھر اپنی نماز گاہ میں بیٹھا رہے تو فرشتے اس کے حق میں دعاءِ مغفرت و رحمت کرتے رہتے ہیں اور ان کی دعاء یہ رہتی ہے: اے اللہ! اس کی مغفرت فرما دے، اے اللہ! اس کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرما۔

"عَنْ علي بن أبي طالب رضي الله عنه قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ :مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ جَلَسَ فِي مُصَلاَّهُ ، صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلاَئِكَةُ، وَصَلاَتُهُمْ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارحمه"(۲)

فائدہ: ہم میں سے اکثر لوگوں کو ایک شکوہ ہمیشہ رہتا ہے کہ روزی میں برکت نہیں، گھر میں برکت نہیں کتنا ہی کمالیں، پتا ہی نہیں چلتا کہ کہاں گیا، ہر وقت کوئی نہ کوئی پریشانی رہتی ہے، کبھی بیماری تو کبھی کوئی اور تنگی، اگر ہم اس تمام بے برکتی، تنگ دستی، بیروزگاری اور پریشانیوں کو نماز فجر کی عدم ادائیگی کے پس منظر میں دیکھیں تو معلوم ہوگا یہ سب بے برکتی اسی سبب سے ہے کہ ہم نماز فجر کی ادائیگی میں حد درجہ کوتاہی، غفلت، لاپروائی اور سستی کا شکار ہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث: ۶۵۶

(۲) مسند احمد، حدیث: ۱۲۵۱

نویں خوشخبری حج اور عمرہ کا اجر وثواب

جو شخص نماز فجر ادا کرتا ہے اور پھر سورج کے طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر واذکار میں لگا رہتا ہے، پھر چاشت کی دو رکعتیں ادا کرتا ہے تو اس کو مکمل ایک حج اور ایک عمرہ ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے:

سیدنا انس بن مالک ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جس نے نماز فجر جماعت سے پڑھی پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل گیا، پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں، تو اسے ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملے گا"۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "پورا، پورا، پورا، یعنی حج وعمرے کا پورا ثواب"۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ" قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :"تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ"(۱)

دسویں خوشخبری اللہ کی حفظ وامان اور اس کی ضمانت کا حصول

نماز فجر ادا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی معیت، اس کی حفاظت وحمایت حاصل رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہنچاتی، یہ بات حدیث شریف میں وارد ہے: سیدنا انس بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا جندب قسری رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جس آدمی نے صبح کی نماز پڑھی تو وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے۔ پس اللہ تم سے اپنے کسی ذمہ کا سوال نہیں کرے گا تو جس سے اللہ نے اپنے ذمہ کا مطالبہ کرلیا تو اللہ اسے اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال

(۱)سنن ترمذی، حدیث :۵۸۶، البانی رحمہ اللہ نے التعلیق الرغیب میں اس حدیث کو حسن قرار دیا

دے گا۔

”عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، قَالَ: سَمِعْتُ جُنْدَبًا الْقَسْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم: ”مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ، فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ، يُدْرِكْهُ، ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ“(۱)

(۴) نمازِ فجر اور امتِ مسلمہ کی غفلت

نماز فجر کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، پھر فجر کی نماز کے وقت عام طور پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے، جس کی وجہ سے بعض لوگوں کی سوتے رہ جانے کی بناء پر فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے، اور بعض لوگوں کی آنکھ ایسے وقت کھلتی ہے، جب سورج طلوع ہونے کے قریب ہوتا ہے، ایسے وقت آنکھ کھلنے پر وہ نماز پڑھنے نہ پڑھنے کی کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں۔

جب کہ بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر وہ آنکھ کھلنے کے بعد وضو کر کے خاص طلوع کے وقت نماز لیں، تو فبہا، ورنہ وہ سرے سے نماز ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

اسی کے پیش نظر طلوع کے وقت نماز پڑھنے سے منع نہ کرنے کی متعدد فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے، اور متعدد احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس وقت نماز پڑھی گئی نماز معتبر ہو جاتی ہے۔

نمازِ فجر سے ہر موسم میں غفلت کا عالم

نماز فجر کی ادائیگی میں ہماری سستی و غفلت اور کاہلی و کوتاہی، انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ کوئی بھی موسم ہو بقیہ چار نمازوں کے مقابلے میں فجر میں نمازی بہت کم تعداد میں ہوتے ہیں، یہی حال گھروں میں خواتین کی نماز فجر کا ہے۔ فجر میں وہ اہتمام نہیں ہوتا جو

(۱) صحیح مسلم، حدیث: ۶۵۷، فضائل نمازِ فجر کا مضمون ویکیپیڈیا کے ذریعہ لیا گیا ہے۔

بقیہ چار نمازوں کی ادائیگی میں ہوتا ہے۔موسم گرما میں راتیں چھوٹی ہونے کا بہانہ اور موسم سرما میں صبح سردی کا عذر لنگ،لیکن ہمارا ہر بہانہ اور عذر نماز میں کوتاہی وغفلت کے سلسلے میں اللہ کے ہاں نا قابل قبول ہوگا۔

نمازِ فجر کے ترک کا خسارہ معمولی نہیں ہے

نماز فجر کی کامل مماثلت تعلیمی سال کے سالانہ امتحان سے دی جاسکتی ہے کہ گویا یہ نماز فجر دن بھر میں ہونے والی تمام نمازوں کی راہ ہموار کرنے والی ہے،لہٰذا جس نے اس کو ادا کیا تو وہ فلاح وکامرانی سے ہمکنار ہوگیا اور جس نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ سخت نقصان اٹھانے والا اور نامراد ہوا،ذرا بتائیے! کہ تمام سال حاضر رہنے والا طالب علم اگر سالانہ امتحان کو چھوڑ دے تو کیا وہ کامیاب قرار دیا جائے گا؟ بالکل بھی نہیں! یہی معاملہ نماز فجر کا دیگر نمازوں کے تعلق سے ہے،اسی لئے مسلمان پر اس نماز کی ادائیگی اس کے مقررہ وقت پر پابندی کے ساتھ ادا کرنا لازم ہے۔

نمازِ فجر سے متعلق محاسبہ کی ضرورت ہے

ہمیں اپنے گھروں میں تمام اہلِ خانہ کی نمازِ فجر کی ادائیگی کے حوالے سے اپنا اور اپنے گھروں کا جائزہ لینے اور محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے،ہمارے نوجوان جو رات رات بھر موبائل پر یوٹیوب،گوگل،فیس بک،واٹس ایپ اور نجانے کن کن غلاظتوں میں غوطہ زن رہتے ہیں اور عین فجر کے وقت سو جاتے ہیں،انہیں ان وعیدوں اور تنبیہات سے عبرت و سبق اور نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور یہ بات ہر مسلمان کو ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ نماز فجر میں ناغہ اللہ اور رسول ﷺ کو کسی صورت قبول نہیں۔یہ ایسی غلطی،کوتاہی،غفلت اور سستی پر مبنی گناہ ہے کہ اس پر جتنا لکھا اور بولا جائے کم ہے۔

فجر کی نماز باجماعت کی فضیلت

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے نصف شب عبادت کی، اور جو فجر کی نماز بھی جماعت سے پڑھے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے پوری رات نماز میں گزاری۔

"عن عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ" (۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باجماعت نماز اکیلئے پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر ہے، اور رات و دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم پڑھنا چاہو تو (سورہ بنی اسرائیل) کی یہ آیت پڑھو ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ یعنی فجر میں قرآن پاک کی تلاوت پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: تَفْضُلُ صَلاةَ الجَمِيعِ صَلاةَ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا وَتَجْتَمِعُ مَلائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَاقْرَأُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ (۲)

---

(۱) مسلم، حدیث: ۱۴۹۱

(۲) صحیح بخاری: کتاب الأذان، باب فضل صلاۃ الفجر فی جماعۃ، صحیح مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنہا وأنہا فرض کفایۃ

نماز کے لئے بیدار ہونے کی فکر کرنا

سونے اور نیند کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ نماز کے وقت تک نیند کا تقاضا پورا ہو جائے، اور نماز کے وقت آنکھ کھل جائے، جس میں یہ بھی داخل ہے کہ اُٹھ کر نماز کو وقت پر پڑھنے کی فکر و ارادہ ہو، اور نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد اس کو ادا کئے بغیر نہ سویا جائے، نیز عشاء کے بعد جلد از جلد سو جا جائے، اور اگر نماز کے وقت سوتے رہ جانے اور بیدار نہ ہونے اور اس طرح نماز کا وقت ہاتھ سے چلے جانے کا خطر ہو، اور ممکن ہو تو کسی نماز کے وقت بیدار کرنے کا کہہ دیا جائے، یا الارم وغیرہ لگا لیا جائے، چنانچہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ النَّوْمِ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثِ بَعْدَهَا''

ابو برزہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات کرنے سے منع فرماتے تھے۔(۱)

کیونکہ اس میں عشاء سے پہلے سونے جانے سے عشاء چھوٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے، اور عشاء کے بعد دنیا گفتگو یا دنیاوی کاموں میں مشغولی کے نتیجہ میں فجر کی نماز کے وقت تک نیند کا تقاضا پورا نہ ہونے کی وجہ سے نماز کے وقت بیدار نہ ہونے کا خطرہ ہے۔

نمازِ فجر کو اُٹھنے کی ۱۶ر تدابیر و اسباب

حقیقت یہ ہے کہ شب و روز کی نمازوں میں نماز فجر کی اہمیت بہت ہی زیادہ ہے، لیکن افسوس کہ آج بہت سے مسلمان نماز فجر میں سستی اور غفلت کے مرتکب ہوتے ہیں اور انھیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ کسی قدر بڑا جرم ہے! پھر ان میں سے بہت سے مسلمان ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے دل میں کسی درجے میں نماز فجر کے لیے بیدار ہونے کی فکر تو ہوتی ہے؛ لیکن وہ اس کے لیے کوئی خاص تدبیر اختیار نہیں کرتے۔

(۱) سنن ابي داود، كِتَاب الْأَدَبِ، حديث: ۴۸۴۹

ذیل میں نمازِ فجر کے لیے بیدار ہونے کے بارے میں چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں، اللہ کرے کہ یہ باتیں مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہوں:

۱۔سب سے پہلے تو دل میں نماز کی اہمیت پیدا کریں کہ نماز اللہ تعالیٰ کا اہم حکم ہے، یہ اس کی بندگی کا تقاضا ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ہر عاقل بالغ مسلمان مرد اور عورت پر شب و روز میں پنج وقتہ نمازوں کو فرض قرار دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ دل میں اہمیت پیدا کیے بغیر کسی بھی کام کی ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے، نماز کی ادائیگی میں اس بات کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے، دل میں نماز کی اہمیت پیدا کرنے کے لیے مشہور کتاب فضائل اعمال" کے حصہ فضائل نماز یا نماز سے متعلق کسی بھی مستند کتاب کے مطالعے کا معمول بنائیں، نماز کے فضائل سے ترغیب اور شوق پیدا کریں اور نماز ترک کرنے کی وعیدوں سے دل میں خوف پیدا کریں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: "من صلّى البردين دخل الجنة" جس نے فجر اور عصر کی نماز پڑھی وہ جنت میں داخل ہوگا۔(۱)

حیرت ہے اس شخص پر جو نماز فجر کے لیے لٹنے میں تو مختلف بہانوں اور اعذار سے کام لیتا ہے؛ لیکن جب فجر کے وقت کوئی امتحان دینے جانا ہو یا نوکری کرنے جانا ہو یا کوئی اور کام درپیش ہو تو وقت سے بھی پہلے اٹھ کھڑا ہوتا ہے، اس کو اہمیت کہتے ہیں، جبکہ نماز کی اہمیت تو ہر عمل سے بڑھ کر ہونی چاہیے! اور جب نماز فجر کی اہمیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو پھر اس کے لیے بیدار ہونے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

۲۔رات کو عشاء کے بعد ہر طرح کے فضول اور غیر ضروری کاموں کو ترک کر کے جلدی سونے کا معمول بنائیں، یہ بھی نماز کو عملی طور پر اہمیت دینے کی دلیل ہے، بھلا جو شخص نمازِ فجر کے لیے بیدار ہونا چاہتا ہو؛ لیکن اس کے باوجود بھی وہ عشاء کے بعد دیر تک بے

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۵۷۴

فائدہ اور غیر ضروری کاموں میں مشغول رہتا ہو تو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ نماز فجر کے لیے اٹھنے کو اہم سمجھتا ہے اور اس کے لیے سنجیدہ ہے!!

۳۔سونے سے پہلے نماز فجر کے لیے بیداری کے اسباب اختیار کر کے سوئیں کہ الارم لگائیں، عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جب صبح سویرے کہیں جانا ہوتا ہے یا ٹرین پکڑنی ہوتی ہے یا امتحان کی تیاری کے لئے صبح سویرے اٹھنا ہوتا ہے تو لوگ موبائل میں الارم لگا کر سوتے ہیں، تو پھر فجر کی نماز کیلئے الارم کیوں نہیں لگاتے، اور الارم کا مؤثر استعمال ہو کہ ایک الارم سے زیادہ لگائیں (مثلاً: 4:00، 4:10، 4:20) الارم موبائل یا گھڑی کو دور رکھیں تاکہ اٹھ کر بند کرنا پڑے۔

۴۔سونے سے پہلے کچھ ذکر و تسبیحات اور سونے کی دعائیں پڑھ کر سوئیں۔

۵۔سونے سے پہلے گناہوں سے توبہ کر کے سوئیں، دل کو صاف رکھ کر سوئیں تاکہ جن گناہوں کی نحوست کی وجہ سے نماز فجر کے لیے اٹھنے کی توفیق نہ ہوتی ہو تو وہ معاف ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اپنا خصوصی کرم فرمائیں۔

۶۔نماز فجر کے لیے جب آنکھ بیدار ہو تو شیطان کی باتوں اور نفس کی چالوں میں اگر سستی کرنے اور ذرا مزید سو لینے کے صریح دھوکے سے اجتناب کریں، بلکہ ہمت کر کے سیدھے ہی اٹھ کھڑے ہوں، اور یاد رکھیے کہ ہمت کے بغیر تمام تدابیر بے کار ہیں، اس میں ہمت کو بھی ایک مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔گویا کہ نماز فجر کی ادائیگی کے لیے دو چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں: ایک یہ کہ دل میں نماز فجر کی اہمیت پیدا کریں، اور دوم یہ کہ نماز فجر کے لیے اٹھتے وقت ہمت سے کام لیں۔

مذکورہ اسباب کے باوجود بھی اگر نماز فجر کے لیے بیدار نہ ہوسکیں تو بیدار ہوتے ہی نماز فجر کی ادائیگی کی فکر کریں، اس میں بلاوجہ تاخیر نہ کریں اور اس کے بعد رو رو کر اللہ کی بارگاہ میں اپنی سستی اور کوتاہی پر سچی توبہ کریں، اس توبہ کی برکت سے بھی اللہ تعالیٰ نماز فجر کی

بیداری کے لیے اپنا خصوصی کرم فرمائے گا، اس کے ساتھ ساتھ نفس کو اس کوتاہی پر سزا دیں، جیسے نماز فجر کے لیے بیدار نہ ہونے پر بیس رکعات نفل ادا کی جائیں، پچاس یا سو روپے صدقہ کیے جائیں یا ناشتہ نہ کیا جائے، وغیرہ۔

۸- موقع ملے تو دوپہر کے وقت مختصر قیلولے کا بھی معمول بنائیں کہ قیلولہ سے رات کی نیند پر بہتر اثر پڑتا ہے، فجر میں اٹھنا آسان ہوتا ہے۔

۹۔ مستند نیک مجالس میں بیٹھنے کا معمول بنائیں۔

۱۰۔ کسی مستند شیخ سے اپنا اصلاحی تعلق جوڑ لیں، یا کم از کم اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنے کا اہتمام کریں۔

۱۱۔ شب و روز میں کچھ توجہ اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا معمول بنائیں، اس سے دل کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور روحانی قوت نصیب ہو جاتی ہے، یہ بھی نماز فجر کے لیے اٹھنے میں مفید ہے۔(۱)

۱۲۔ نمازِ فجر میں اٹھنے میں غفلت یا سستی آج کے دور میں ایک عام مسئلہ بن چکی ہے، خاص طور پر رات دیر تک موبائل کا استعمال کرنا، رات دو، تین بجے تک نامناسب اور غلط ویڈیوز یا مناسب ویڈیوز ہی کیوں نہ ہو، استعمال کرنا فجر کی نماز سے محروم کر دیتا ہے، اس لئے سونے کے وقت موبائل خود سے دور رکھیں یا خود موبائل سے دور ہو جائیں، نیند آنے تک موبائل کا استعمال نادانی ہے؛ کیونکہ جب تک موبائل ہاتھ میں رہے گا نیند ہی نہیں آئے گی خواہ فجر ہو جائے، فجر کی نماز کی اہمیت بھی سب سے زیادہ ہے؛ کیوں کہ یہ دن کے آغاز میں ربّ کے سامنے حاضری ہے۔

۱۳۔ اللہ سے مدد مانگنا: ہر رات سونے سے پہلے دعا کریں: "**اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك**" "اے اللہ! مجھے اپنے ذکر، شکر اور عمدہ عبادت

---

(۱) علمی اور اصلاحی رسائل: ۲/ ۹۷

کی توفیق عطا فرما۔"

۱۴۔نماز فجر کا ساتھی تلاش کریں: کسی دوست یا اہل خانہ کو ساتھ رکھیں جو جگائے، یا ایک دوسرے کو کال کرے،اس طرح دوسرے سے نماز فجر کے لیے بیدار کرانے کی درخواست کرلیں۔

۱۵۔سونے سے پہلے نیت باندھیں: دل میں پختہ ارادہ کریں : "میں فجر کے لیے ضرور اٹھوں گا۔" اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

۱۶۔سستی اور تنبلی کو شیطان کی چال سمجھیں: نبی ﷺ نے فرمایا: ۔"شیطان انسان کے سر پر تین گرہ لگا دیتا ہے...... اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کو یاد کرے تو ایک، وضو کرے تو دوسری،نماز پڑھے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے" ۔(صحیح بخاری)

اپنے دل میں احساسِ ذمہ داری پیدا کریں: "اگر آج کی صبح میری آخری صبح ہو،کل کا دن میری زندگی کا آخری دن ہو اور میں بنا فجر کے مرجاؤں تو کیا حال ہوگا"۔ یہ سوچ مؤثر جگانے والی ہے۔

(۵) نیند اور بھول میں نماز قضا ہونے پر کوتاہی وگناہ نہ ہونا

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سونے والا سونے سے پہلے نماز کے لئے جاگنے کے ارادہ واہتمام میں کوتاہی سے کام نہ لے، یا کسی عذر کی وجہ سے دیر سے سوئے، اور پھر بیدار ہونے کا انتظام کرنے کے باوجود وہ نماز کا وقت گذر جائے، تو وہ کوتاہی کرنے والا اور گناہ گار شمار نہیں ہوتا، بشرطیکہ یاد آنے کے یا بیدار ہونے بعد جلد از جلد نماز کو پڑھ لے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے اس شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو نماز سے غافل ہو جائے، یا سو جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب یاد آجائے تو پڑھ لے۔ "قال: سئل النبي عن الرجل يغفل عن الصلاة، او يرقد عنها؟ قال: "يصليها

إذا ذكرها"(۱)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : "جو شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آئے اسے پڑھ لے، یہی اس کا کفارہ ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی اور کفارہ نہیں"۔

"عن انس بن مالك، ان النبي ﷺ، قال:" من نسي صلاة فليصلها إذا ذكرها، لا كفارة لها إلا ذلك"(۲)

ان احادیث سے اور غزوۂ حنین کے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نیند کی وجہ سے یا بھول سے نماز قضاء ہو جائے تو فوراً ادا کر لیں، اور ان احادیث میں کہیں بھی گناہ وغیرہ ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس کو عذر کے درجہ میں رکھا گیا ہے، ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یاد آنے پر غفلت نہ اختیار کرے، اور پھر نماز کے وقت سوتا رہ جائے، یا نماز پڑھنا بھول جائے، تو بیدار ہونے اور یاد آنے کے بعد جلد از جلد اس نماز کو پڑھ لینا چاہیے مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

نماز کے وقت سوتے رہکر طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا

دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، ہر نماز اپنے وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے، اس لئے ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا چاہیے، اس کو قضا ہونے سے بچانا چاہیے، جس میں فجر کی نماز بھی داخل ہے، لیکن سونے کی حالت میں کیونکہ انسان مرفوع القلم ہوتا ہے، اور شریعت کے بہت سے احکام کا مکلف نہیں ہوتا، اسی وجہ سے اگر کوئی شخص اپنی طرف سے نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے، اس سے غفلت

---

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث: ۶۹۵

(۲) سنن ابی داوٗد، حدیث: ۴۴۲

و سستی اختیار نہ کرے، اس کے باوجود اتفاق سے کسی نماز کے وقت سوتا رہ جائے اور اس کی آنکھ نہ کھلے، یا نماز پڑھنا یاد نہ رہے، اور نماز کا وقت اسی حال میں ختم ہو جائے، تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا، بشرطیکہ بیدار ہونے اور یاد آنے لے بعد جلد از جلد اس قضا شدہ نماز کو پڑھ لے۔

اگر بیدار ہونے اور یاد آنے کے باوجود وقت پر نماز پڑھے، یا سونے میں کوتاہی سے کام لے، مثلاً نماز کا وقت داخل ہو جانے کے باوجود اس نماز کو ادا کئے بغیر سو جائے، جس کی وجہ سے نماز قضا ہو جائے تو وہ گناہ گار ہوتا ہے۔

(٦) سورج طلوع ہونے سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پانا

مذکورہ احادیث میں نماز کے وقت سوتے رہ جانے یا بھول جانے والے شخص کو بیدار ہوتے ہی اور یاد آجاتے ہی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اور ان احادیث میں سورج غروب یا طلوع ہونے کے وقت کوئی قید نہیں لگائی گئی، لہٰذا اگر کوئی فجر یا عصر کے وقت سوتا رہ گیا، یا اسے نماز پڑھنا یاد نہ رہا، اور آنکھ کھلنے اور یاد آنے کے فوراً بعد اس نے نماز پڑھنا شروع کی، مگر نماز کے درمیان طلوع یا غروب ہو گیا، تو کیا اس کی نماز درست اور ادا ہو جائے گی، یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ اگر کسی نے عصر کی نماز پڑھنا شروع کی، اور مثلاً ایک رکعت یا اس سے زیادہ پڑھنے کے بعد سورج غروب ہو گیا، یا کسی نے فجر کی نماز پڑھنا شروع کی، اور مثلاً ایک رکعت پڑھنے کے بعد سورج طلوع ہو گیا، تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے سورج نکلنے سے پہلے نماز فجر کا ایک سجدہ پا لیا اس نے نماز فجر پا لی اور جس نے سورج ڈوبنے سے پہلے عصر کا ایک سجدہ پا لیا اس نے نماز عصر پا لی"

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم، قَالَ: "مَنْ أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا، وَمَنْ أَدْرَكَ سَجْدَةً

مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَهَا"(۱)

اس طرح کی احادیث دس کے قریب کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں سونے والے کو بیدار ہونے اور بھول جانے والے کو یاد آنے کے فوراً بعد نماز پڑھنے کا حکم والی احادیث کے پیش نظر حنفیہ کے مشہور قول کے علاوہ دیگر محدثین وجمہور فقہائے کرام (شافعیہ، حنابلہ، اور مالکیہ) کے نزدیک اگر کسی عذر (مثلاً سوتے ہوئے رہنے یا بھول جانے کی وجہ) سے فجر یا عصر کی نماز میں تاخیر ہوگئی اور طلوع یا غروب ہونے میں اتنا وقت باقی رہ گیا کہ عصر کی نماز پڑھنے کے دوران سورج غروب ہوگیا یا فجر کی نماز پڑھنے کے دوران سورج طلوع ہوجائے گا، تو تب بھی عصر اور فجر کی نماز پڑھ لینی چاہیے، اور اگر نماز کے دوران سورج غروب یا طلوع ہوگیا، تو تب بھی اس کی عصر اور فجر کی نماز درست اور فریضہ ادا ہوجائے گا، اور یہ نماز باطل یا فاسد شمار نہیں ہوگی، اور حنیفہ میں سے امام ابو یوسفؒ کا یہی قول ہے۔(۲)

اس لئے بعض مشائخ احناف نے صحیح اور صریح احادیث کے پیش نظر فرمایا کہ اگر عین سورج طلوع ہونے کے وقت نماز پڑھنا منع ہے، لیکن اگر کسی نے فجر کی نماز اس حالت میں پڑھی کہ نماز پڑھنے کے دوران سورج طلوع ہوگیا، تو اس سے فجر کی نماز کا فریضہ درست ہوجائے گا۔(۳)

علامہ سید سلیمان ندویؒ کا واقعہ

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنے سیر افغانستان کے حالات میں ایک مدرسے کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سب سے پہلے جس جماعت میں پہنچا اس میں مشکاۃ کا درس ہو رہا تھا اور مقام وہ تھا

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۵۷۹

(۲) رسالہ طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا، ۲۸۵ مفتی رضوان صاحب راولپنڈی

(۳) درس ترمذی، ۴۳۹، ۴۴۰، ج۱

جہاں اوقات ثلاثہ زوال، طلوع اور غروب میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے، پھر اس کے مقابل وہ حدیث تھے جس میں بیان ہے کہ اگر طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت صبح کی ادا کرلی یا غروب سے پہلے عصر کی ایک رکعت تمام کردی ہے تو وہ دونوں نمازیں ہو جائیں گی ،چونکہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ عصر کی نماز تو ہو جائے گی مگر صبح یعنی فجر کی نہیں ہوگی اور اس لیے مدرس صاحب نے علمائے احناف کے مشہورترین استدلال کو چونکہ یہ دونوں حدیثیں منع صلوۃ اوراس ایک رکعت کے پالینے پر پوری نمازیں درست ہو جانے والی احادیث میں تعارض ہوا تو ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیااور یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ عصر کی نماز ناقص وقت میں شروع کی گئی اور ناقص میں تمام ہوئی، اس لیے درست ہوئی اور صبح کی نماز صحیح وقت میں شروع ہوئی، ناقص اس میں تمام ہوئی، اس لیے وہ درست نہیں ہوئی۔

میرا جی چاہا کہ عرض کروں کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض سرے سے نہیں حدیثِ منع کا منشا یہ ہے کہ عین زوال اورطلوع اور غروب کے وقت نماز شروع نہ کی جائے،اور دوسری حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی نے طلوع یا غروب سے پہلے نماز شروع کی تھی، ایک رکعت کے بعد دوسری رکعت میں آفتاب طلوع وغروب ہوگیا تو نماز نہ توڑی جائے،تمام کی جائے اور نمازیں درست ہوگی،لیکن افغان علماء کے تشدد کا خیال کر کے میں نے جرات نہ کی۔(۱)

مذکورہ مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا موقف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس نے صبح کی نماز کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے پالی، تو اس نے فجر کی نماز پالی، اور جس

---

(۱) سیر افغان، تین ہم سفر، ۶۷

نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز کی ایک رکعت پالی، اس نے عصر کی نماز پالی۔

"عن النبي ﷺ قال :من ادرك من الصبح ركعة قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك الصبح ومن ادرك من العصر ركعة قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر"(۱)

اس حدیث شریف کے دو جز ہیں، دوسرا جز (من ادرك من العصر ركعة قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر) تمام ائمہ کرام کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ جس نے عصر کی نماز کی ایک رکعت بھی سورج غروب ہونے سے پہلے پالی، تو اس کی عصر کی نماز ہو جائے گی، اس بارے میں تمام ائمہ کرام متفق ہیں، لیکن اس حدیث شریف کے پہلے جز کی بنیاد پر ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف رائے ہوا ہے کہ جس نے فجر کی نماز کی ایک رکعت سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لی، کیا اس کو فجر کی نماز مل گئی یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ اور جمہور محدثین کے نزدیک اس صورت میں بھی اس کی نماز ہو جائے گی، اس کو بعد میں نماز کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے، وہ فجر اور عصر میں کوئی فرق نہیں کرتے، البتہ احناف کے نزدیک اس صورت میں اس کی فجر کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور سورج طلوع ہونے کے بعد اس کی قضا لازم ہوگی۔

ائمہ ثلاثہ کے دلیل

ائمہ ثلاثہ اور جمہور محدثین اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف واضح اور نص ہے، لہذا اس کو ظاہر پر محمول کرتے ہوئے جس طرح عصر کی نماز ادا ہو جائے گی، اسی طرح فجر کی نماز بھی ادا ہو جائے گی۔

(۱) سنن ترمذی: ۱/۴۵، باب ماجاء فیمن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس

احناف کی دلیل

احناف فرماتے ہیں کہ تین اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہیں، ان میں سے ایک سورج طلوع ہونے کا وقت بھی ہے، لہٰذا قاعدہ ''اذا تعارضا تساقطا'' کے تحت ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا، تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ فجر کی نماز فاسد اور عصر کی نماز درست ہو جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فجر کی نماز میں کوئی وقت ناقص نہیں ہے، بلکہ پورا وقت کامل ہے، لہٰذا جو نماز فجر کے آخری وقت میں شروع کر رہا ہے، اس پر وجوب کامل ہوا ہے، لیکن سورج طلوع ہونے کی وجہ سے ادائیگی ناقص ہوگئی، اور وجوب کامل کی صورت میں اگر ادائیگی ناقص ہو، تو وہ مفسد صلاۃ ہے، اس کے برخلاف عصر کا آخری وقت اصفرار سے لے کر غروب تک نماز کا ناقص وقت ہے، لہٰذا جو شخص عصر کے آخری وقت میں نماز شروع کر رہا ہے، اس پر وجوب ناقص ہوا اور درمیان میں سورج غروب ہونے کی وجہ سے ادائیگی بھی ناقص ہوئی، تو جیسا وجوب ہوا تھا ویسے ہی نماز کی ادائیگی ہوئی، لہٰذا یہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ نماز کے وجوبِ ادا کا سبب اس سے متصل جزء ہوتا ہے، اور وہ جزء فجر میں کامل اور عصر میں ناقص ہے، اور نماز کے دوران طلوع وغروب ہونے سے نماز مکروہ اور ناقص ہو جاتی ہے، پس فجر میں جیسے کامل واجب ہوئی تھی، سورج طلوع ہونے کی وجہ سے ویسی کامل ادا نہیں کی، اس لیے اس کا اعادہ ضروری ہے، اور عصر میں چونکہ مکروہ وقت ہونے کی وجہ سے ناقص واجب ہوئی تھی اور ناقص ہی ادا کر لی، اس لیے اس کا اعادہ واجب نہیں ہے۔

متاخرین احناف کا موقف

متاخرین احناف (جس میں علامہ شامی رحمہ اللہ اور سابق مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن

ٹونکی صاحب رحمہ اللہ بھی شامل ہیں) نے عوام الناس کی دینی مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے اس وقت نماز ادا کرنے والے عامی شخص کو نماز پڑھنے سے روکنے سے منع کیا ہے کہ مبادا مسئلہ سمجھنے کے بجائے وہ نماز ہی ترک نہ کردے، اس لیے اگر کوئی عامی شخص ایسے وقت نماز شروع کردے کہ فجر کا وقت ختم ہونے والا ہو، اور غالب گمان یہ ہو کہ نماز کے دوران فجر کا وقت ختم ہوجائے گا، تو اسے روکنا نہیں چاہیے، نرمی کے ساتھ معقول انداز میں مسئلہ سمجھا دینا چاہیے، اگر وہ سمجھ جائے تو بہتر، ورنہ اسے نماز کے اعادے کا نہ کہا جائے، کیوں کہ بہر حال بعض ائمہ مجتہدین کے مطابق اس کی نماز ادا ہوجاتی ہے، البتہ اسے عادت بنانے کی اجازت نہیں ہے، نہ ہی اس کی ترغیب دی جائے گی، یہی معتدل رائے اور حکمت کا تقاضا بھی ہے۔

البتہ عوام کو مسئلہ یہی بتایا جائے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے نماز ادا کی جائے، اگر نماز کے دوران سورج طلوع ہوگیا تو نماز باطل ہوجائے گی، کیوں کہ صحیح احادیث میں اس وقت نماز کی ممانعت منقول ہے اور یہ روایات فقہاء احناف کے ہاں راجح ہیں، اور ایسی نماز کا اعادہ کیا جائے، اور اگر نماز شروع نہ کی ہو اور اس وقت سورج طلوع ہونے لگے، تو نماز کو مؤخر کرے، عین طلوع کے وقت نماز شروع کرنا سب ائمہ کے نزدیک منع ہے، چنانچہ جب اشراق کا وقت ہوجائے، تب فجر کی نماز قضا پڑھے۔

مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب رحمہ اللہ کا ایک فتویٰ

مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب رحمہ اللہ کا ایک فتویٰ مع سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے:

سوال: کوئی شخص فجر کی نماز پڑھنا چاہتا ہے جب کہ طلوعِ آفتاب میں صرف ایک منٹ باقی ہے، کیا وہ نماز پڑھنا شروع کردے یا طلوعِ آفتاب کے بعد مکروہ وقت کے ختم ہونے تک توقف کرے؟ نیز بخاری شریف میں صفحہ نمبر ۲۸ر پر امام بخاری نے مستقل اسی مسئلہ پر باب باندھا ہے، اور اس کے تحت یہ حدیث لائے ہیں:

وعن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال :من أدرك من الصبح ركعةً قبل أن تطلع الشمس فقد أدرك الصبح۔۔۔ الخ کا کیا جواب ہے؟

جواب :اگر یہ شخص عوام میں سے ہے تو اس کو طلوع کے وقت نماز پڑھنے سے اس وقت نہ روکا جائے، مبادا وہ نماز کو ترک کردے۔ دوم یہ کہ بعض ائمہ کے نزدیک اس وقت بھی نماز جائز ہے، اس لیے نماز کا پڑھنا ترک کرنے سے بہتر ہے، کما قال فی الدر المختار۔

البتہ اس کو عادت نہ بنایا جائے، ویسے حدیث میں طلوع کے وقت نماز پڑھنے کو مکروہ فرمایا گیا ہے، اور فقہائے حنفیہ نے مکروہِ تحریمی فرمایا ہے، آپ نے جو حدیث نقل کی ہے، اس کے تعارض میں آنے والی احادیث آپ نے ذکر نہیں کی ہیں، جن میں تین اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ اس لیے حنفیہ کے نزدیک نہی کی روایات کو راجح کہا گیا ہے، اور اس حدیث کے متعدد جوابات ہیں۔(۱)

(۷) طلوع وغروب پر مساجد سے اعلان

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل جو طلوع غروب کے وقت نماز پڑھنی کی ممانعت پر بہت زور دیا جاتا ہے. بہت سی مساجد میں طلوع کے بعد اعلانات کیے جاتے ہیں اور بعض مساجد میں طلوع کے وقت مخصوص بلب جلا کر لوگوں کو نماز پڑھنے سے روکا جاتا ہے اور مزید براں احتیاط کے خاطر طلوع وغروب سے کئی کئی منٹ پہلے یہ عمل کیا جاتا ہے اس طرح کا طرز عمل غلو پر مبنی ہے۔

کیونکہ اولاً تو بہت سے لوگ اور گھروں میں خواتین ایسے ہوتے ہیں جن کی اسی وقت آنکھ کھلتی ہے اور ایسے لوگوں کو فجر یا عصر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج طلوع یا غروب ہو

---

(۱) کتبہ :ولی حسن ٹونکی۔فقط واللہ اعلم، دارالافتاء :جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن،فتوی نمبر 144501102077:

جائے تو احادیث کی رو سے ان کی نماز درست ہو جاتی ہے اور ساری نماز کو ادا کر دینے سے بہتر یہ ہے کہ کچھ وقت میں ادا ہو جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بہت سے عوام ایسے بھی ہوتے ہیں اگر ان کو اس وقت نماز پڑھنے سے روک دیا جائے تو پھر وہ دوسرے اوقات میں بھی نماز نہیں پڑھتے جن کو نماز سے منع نہ کرنے کا حکم بعض مشائخ حنفیہ نے بھی بیان کیا ہے۔

تیسرے احتیاط کو ملحوظ رکھ کر طلوع یا غروب سے جتنی دیر پہلے طلوع یا غروب کا حکم لگا دیا جاتا ہے اتنی دیر میں تو طلوع یا غروب سے پہلے وقت کے اندر ادا نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے مثلاً پانچ منٹ یا اس سے کم و پیش وقت پہلے سورج طلوع ہونے کا حکم لگا دینے سے، جو لوگ نماز ادا پڑھ سکتے ہیں، وہ بھی رُک جاتے ہیں اور اس طرح ان کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔

جن اوقات نماز کے نقشوں میں اس طرح کی احتیاط شامل کی گئی ہے، ان سے بھی اس طرح کی خرابی لازم آتی ہے، حالانکہ سورج طلوع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج کا کنارہ افق پر ظاہر ہو چکا ہے اور سورج غروب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج کا اوپر والا کنارہ غائب ہو چکا ہے، اور جب تک سورج کا کچھ حصہ اُفق پر موجود ہے، اس کو غروب کا اور جب تک سورج کا اوپر والا کنارہ افق پر ظاہر نہیں ہوا اس کو طلوع کا نام دینا ہی غلط ہے اور احتیاط کا معاملہ اس سے الگ ہے اس پر اہل علم حضرات کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔(۱)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تحقیق

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں فرماتے ہیں:

ضرورت والا وقت وہ ہے، جس وقت تک نماز کو عذر کے بغیر موخر کرنا جائز نہیں، اور وہ رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے جس نے فجر کی ایک رکعت کو سورج طلوع ہونے سے

(۱) رسالہ طلوع وغروب آفتاب، ۱۲۹۷، مرتب : مفتی رضوان صاحب، راولپنڈی

پہلے پالیا، تو اس نے فجر کی نماز کو پالیا، جس نے عصر کی ایک رکعت کو سورج غروب ہونے سے پہلے پالیا تو اس نے عصر کو پالیا۔(۱)

حضرت شاہ صاحب مؤطا امام مالک کی فارسی شرح ''المصطفیٰ'' میں فرماتے ہیں:

ہر وہ شخص جس نے صبح کی نماز کی ایک رکعت کو اس کے وقت میں پالیا تو اس نے صبح کی نماز کو پالیا یعنی نماز ادا ہوگی نہ کہ قضا، اور ہر وہ شخص کے جس نے عصر کی نماز کے ایک رکعت کو اس کے وقت میں پالیا تو اس نے عصر کی نماز کو پالیا اور اسی طریقے سے تمام نمازوں کا حکم ہے، لیکن نماز میں اتنی تاخیر کرنا حرام ہے کہ وہ مکمل اپنے وقت میں نہ پڑھی ہی جاسکے۔(۲)

کسی بھی نماز کی ایک رکعت کو اس کے اپنے وقت میں پڑھ لیا، اور باقی کو خارج وقت میں پڑھا، اس کو ادا کا حکم حاصل ہے، خواہ وہ نماز عصر والی ہو یا اتمام والی، اور امام ابو حنیفہ نے صبح کی نماز میں اختلاف کیا ہے، جوکہ کمزور بات ہے۔

اور ایک جماعت نے اس حدیث پر یہ تفریع کی ہے کہ اگر کسی معذور کا عذر زائل ہوگیا، اور ایک رکعت کے بقدر باقی تھا تو اس پر یہ نماز لازم ہو جائے گی، مثلاً کوئی مجنون ہوش میں آگیا، یا بچہ بالغ ہوگیا، یا حائضہ عورت پاک ہوگئی، اور اہل علم کی ایک جماعت تو اس ایک رکعت کی حد سے بھی اس تفریع میں آگے بڑھ گئی، اور وہ اس کی قائل ہوئی کہ مذکورہ اعذار زائل ہونے کے بعد اگر تکبیر تحریمہ کے بقدر وقت باقی تھا، تو اس پر یہ نماز لازم ہو جائے گی۔

لیکن بندہ کے نزدیک یہ تفریع محل نظر ہے، کیونکہ استطاعت وجوب اِدا کی شرط ہے ،اور وجوب قضا کا حکم، وجوب ادا پر متفرع ہوتا ہے، اور اس جگہ اخیر کی رکعت قضا ہے، لیکن

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ ۱/۳۲۱ ابواب الصلاۃ
(۲) المصفی، ۱/۷۷ باب من ادرک رکعۃ الصبح

شارع نے آسانی اور فضل و انعام کے طور پر ادا کا حکم لگا دیا ہے، اور اس جزء کے تابع کر کے جو وقت میں ادا ہوتی (یعنی ایک رکعت) اس کو بھی قرار دے دیا (یعنی فجر میں دوسری کو اور عصر میں دوسری تیسری اور چوتھی کو۔

ایک سوال باقی رہ گیا جو یہ کہ جب ہر نماز کا حکم یکساں ہیں تو اس طرح فجر اور عصر کی تخصیص کی کیوں کی گئی جیسا کہ اکثر روایات میں یہ تخصیص واقع ہوئی ہے، اس کا کیا سبب ہے؟

علماء کا فرمانا یہ ہے کہ اس تخصیص کے دو سبب ہیں، پہلا سبب یہ ہے کہ نمازیں دن کے دو کناروں پر واقع ہیں، اور بعض نمازی جب نماز ادا کرتے ہیں، اور اس کے بعد سورج طلوع ہو جاتا ہے یا غروب ہو جاتا ہے، تو یقینی طور پر ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وقت ختم ہو گیا ہے، پس اگر یہ حکم اس صورت میں بیان نہ کیا جاتا تو وہ یقینی طور پر یہی سمجھتے کہ ہماری نماز فاسد یا ضائع ہو گئی، بخلاف دوسری نمازوں کے آخری اوقات کے وہ اتنی وضاحت اور صراحت کے ساتھ معلوم نہیں ہوتے۔ (اس لیے ان نمازوں میں پڑھنے کے دوران وقت خارج ہونے پر پڑھنے والے کو پتہ نہیں چلتا کہ وقت خارج ہو گیا، لہٰذا ان نمازوں میں یقینی طور پر فساد قرار نہ دیتا، پس جب یہ نمازیں جن میں فساد زیادہ واضح تھا، فاسد نہ ہوئیں تو دوسری نمازیں بدرجہ اولی فاسد نہ ہوئی)۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ صحیح احادیث میں ان دو اوقات یعنی طلوع و غروب کے اندر نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے، پس اگر ان دونوں نمازوں کا اس صورت میں حکم بیان نہ کیا جاتا تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ ان دو وقتوں کے داخل ہونے سے نماز فاسد ہو گئی ہے، اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے احادیث میں فجر اور عصر کی نماز کی تصریح و توضیح کر دی گئی۔(۱)

---

(۱) رسالہ طلوع وغروب آفتاب، ۱۲۹۷، مرتب: مفتی رضوان صاحب، راولپنڈی

(۸) نمازِ فجر ادا کرنے کا مستحب وقت؛ دو متفق علیہ امور

اِس مسئلہ کی تفصیل کو پہلے اجمالاً سمجھ لینا مناسب ہے :

غَلَس : غلس کے لغوی معنیٰ ”ظلمة الليل “(رات کی تاریکی) کے ہیں ، اور اس کا اطلاق اس اندھیرے پر بھی ہوتا ہے ، جو طلوع ِفجر کے بعد کچھ دیر تک چھایا رہتا ہے ، یہاں وہی اندھیرا مراد ہے ۔

اِسفار : اسفار کے معنی ہیں اجالا اور روشنی ۔

ایک اہم بات : پوری امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ صبح کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے ، اور سورج کا کنارہ طلوع ہونے تک رہتا ہے ۔

”وأجمعوا على أن وقت صلاة الصبح: طلوع الفجر ۔“(۱)

نیز اس بات پر بھی پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے نمازِ فجر صبح صادق اور طلوعِ شمس کے درمیان ادا کی ، اس نے نمازِ فجر کو اس کے وقت میں ادا کیا ۔

”وأجمعوا على أن من صلى الصبح بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس، أنه يصليها في وقتها“ ۔ (۲)

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نمازِ فجر ادا کرنے کا مستحب وقت کونسا ہے ، جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے :

نمازِ فجر کے مستحب وقت سے متعلق ائمہ کی رائے

امام مالک ؒ ، امام شافعی ؒ ، اور امام احمد کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ فجر کی نماز غلس میں پڑھی جائے ، جب کہ امام ابوحنیفہ ؒ ، امام سفیان ثوری ؒ ، امام حسن بن صالح بن حی ؒ اور

---

(۱) الاجماع لابن المنذر : ۳۶

(۲) الاجماع لابن المنذر : ۳۷

امام ابو یوسفؒ ، اسفار کے قائل ہیں، ایک روایت کے مطابق امام محمد ؒ کا بھی یہی قول ہے۔

دوسری روایت میں امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ غلس میں شروع کی جائے اور اسفار میں ختم کی جائے، امام طحاویؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے، امام طحاویؒ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو طویل قرآت کا اراد رکھتا ہے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ غلس میں شروع کرے اور اسفار میں ختم کرے، اور اگر طویل قرآت کا ارادہ نہیں ہے تو غلس کے مقابلہ میں اسفار میں پڑھنا افضل ہے۔(۱)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ "**وقد رأى غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعين :الإسفار بصلاة الفجر**" بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام اسفار میں ہی نمازِ فجر ادا کرنے کے قائل ہیں ۔(۲)

بلکہ فقیہ العراق امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ "**ما اجتمع أصحاب محمد ﷺ على شيء ما اجتمعوا على التنوير**" "صبح کی نماز روشن کرکے پڑھنے پر صحابہ کرام کا ایسا اتفاق تھا کہ ایسا اتفاق کسی اور چیز پر نہ تھا۔(۳)

لہذا کتاب وسنت کے مطابق اسفار کا قول ہی راجح ہے، جس کے کچھ دلائل مع تفصیل درجِ ذیل ہیں:

اسفار میں فجر مستحب ہونے کی قرآنی دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "**ومن الليل فسبحه وإدبار النجوم**"۔(۴)

(۱) معارف السنن: ۲/ ۳۵

(۲) سنن الترمذی، حدیث : ۱۵۴

(۳) شرح معانی الآثار، حدیث : ۱۰۹۷

(۴) پارہ ۲۷ : سورہ الطور

اور رات کو اس کی تسبیح بیان کیجئے اور ستاروں کے غائب ہونے کے بعد، اس آیت کے آخری جملہ"اور ستاروں کے غائب ہونے کے بعد" سے بعض فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ فجر کی نماز اسفار میں پڑھنا افضل ہے، اسلئے کہ ستارے اس وقت غائب ہوتے ہیں جب آسمان پر روشنی پھیلنے لگتی ہے، اس بات کو امام کرمانیؒ نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے۔(۱)

ملک شام کے مشہور سلفی عالم ومفسر شیخ جمال الدین قاسمی شامیؒ نے اپنی تفسیر میں یہ استدلال نقل کر کے کہا ہے کہ"یہ مضبوط استدلال ہے"۔(۲)

جماعت سلفیہ کے حکیم الامت، شیخ بدیع الدین شاہ راشدی اور دوسری کبارِ علماء سلفیہ کے شاگرد، مصر میں مسجد امام ابوحنیفہؒ کے امام، سلفی شیخ کبیر محمد احمد اِسماعیل مقدم نے، اپنی تفسیر میں اس استدلال کو بھی نقل کیا ہے، اور شیخ جمال الدین قاسمی کے فیصلہ کو درج کرتے ہوئے اس پر سکوت بھی کیا ہے، اور اخیر میں امام محمدؒ اور امام طحاویؒ کے قول کو راجح قرار دیا ہے کہ غلس میں نماز شروع کی جائے اور اسفار میں ختم کی جائے۔(۳)

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے مطابق فجر کی نماز کو اسفار میں پڑھنا افضل ہے۔

اسفار میں فجر مستحب ہونے کی نبوی دلیل

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ"**عن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ قال :سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول :أسفروا بالفجر فإنه أعظم للأجر**" حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ فجر کی نماز روشن کر کے پڑھو، اس

---

(۱) غرائب التفسیر وعجائب التأویل: ۲/ ۱۵۰

(۲) تفسیر القاسمی، محاسن التأویل: ۹/ ۵۷

(۳) تفسیر القرآن الکریم، المقدم: ۱۲/ ۱۴۴، حسب ترتیب الشاملة

لئے کہ یہ زیادتیٔ اجر کا باعث ہے۔(۱)

امام سیوطیؒ نے اس حدیث کو احادیث متواترۃ میں شمار کیا ہے۔(۲)

اس حدیث کو متواتر کہنے میں امام مناویؒ اور امام کتانیؒ نے بھی امام سیوطیؒ کی موافقت کی ہے۔(۳)

البتہ بعض محدثین نے امام سیوطیؒ کے اس فیصلہ سے اختلاف بھی کیا ہے، وہ حضرت رافع بن خدیجؓ کی حدیث کی تصحیح تو کرتے ہیں، مگر اس حدیث کے متواتر ہونے سے اتفاق نہیں رکھتے۔(۴)

معلوم ہوا یہ حدیث بالکل صحیح ہے، اس میں کوئی شک نہیں، یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل صریح ہے، کہ فجر کی نماز کو اسفار میں ادا کرنا چاہیے۔

اس حدیث کی ایک تاویل اور اس کا جواب

جو علماء کرام، غلس میں نمازِ فجر کی ادائیگی کو مستحب کہتے ہیں، ان کی طرف سے مذکورہ بالا حدیث کی یہ تاویل کی جاتی ہے۔

”وقال الشافعي، وأحمد، وإسحاق: معنى الإسفار: أن يضح الفجر فلا يشك فيه ولم يروا أن معنى الإسفار: تأخير

---

(۱) ترمذی، حدیث : ۱۵۴، امام ابن حجرؒ اس حدیث کی صحت کے بارے میں فرماتے ہیں ”صححہ غیر واحد“ کئی علماء نے اسے صحیح کہا ہے۔(فتح الباری: ۲/۵۵) غیر مقلد عالم ومحدث شیخ البانیؒ نے بھی اپنی متعدد کتابوں میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔(ارواء الغلیل: ۲۵۸)

(۲) قطف الازھار المتناثرۃ، حدیث: ۲۵

(۳) فیض القدیر للمناوی: ۱/۵۰۸، حدیث: ۱۰۲۴

(۴) المداوی لعلل الجامع الصغیر، للشیخ احمد الغماری: ۱/۵۵۰، حدیث : ۵۰۳

الصلاۃ‘‘(۱)

کہ یہاں روشن کرکے پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ فجر بالکل واضح ہو جائے، صبح صادق کا یقین ہو جائے، اس میں کوئی شک نہ رہے، اس وقت فجر پڑھی جائے، اسکا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ فجر کی نماز تاخیر سے ادا کی جائے۔

مگر خود ائمہ محدثین نے اس تاویل کو رد کیا ہے، چنانچہ: (۱) علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ’’وفي هذا التأويل نظر ‘‘اس تاویل میں نظر ہے۔ (۲) غیر مقلد عالم ومحدث شیخ عبد الرحمن مبارکپوریؒ بھی ابن حجرؒ کی اس بات کو نقل کرکے اس پر سکوت کرتے ہیں۔(۳)

(۲) امام ابن دقیق العیدؒ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

’’قيل فيه :إن المراد بالإسفار :تبين طلوع الفجر ووضوحه للرائي يقينا. وفي هذا التأويل نظر. فإنه قبل التبيين والتيقن في حالة الشك لا تجوز الصلاة. فلا أجر فيها‘‘

اس میں یہ کہا گیا ہے کہ: اسفار سے مراد یہ ہے کہ ’’صاف طور سے طلوعِ فجر ہو جائے، اور دیکھنے والے کو اس کا یقین ہو جائے‘‘، اس تاویل میں نظر ہے، اس لئے کہ طلوعِ فجر کا یقین ہونے سے پہلے نماز پڑھنا جائز ہی نہیں، تو اس میں تو سرے سے اجر نہیں ہے۔(۴)

اس تاویل کا مطلب ہوگا کہ ’’طلوع فجر کا یقین ہونے کے بعد پڑھو گے تو اجر زیادہ ملے گا اور یقین ہونے سے پہلے پڑھو گے تو اجر کم ملے گا‘‘۔ جبکہ یہ بات واضح طور پر باطل ہے، اس لئے کہ طلوعِ فجر کا یقین ہونے سے پہلے نماز پڑھنا درست ہی نہیں تو اس پر سرے سے اجر ہی نہیں ملے گا، کم زیادہ کی کیا بات۔

(۱) سنن الترمذی، حدیث: ۱۵۴

(۲) الدرایۃ: ۱/ ۱۰۳

(۳) تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۴۰۹

(۴) إحکام الأحکام شرح عمدۃ الأحکام: ۱/ ۱۶۷

کتنی تاخیر سے نمازِ فجر ادا کی جانی چاہیے

ہریر بن عبد الرحمن ؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج ؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**نوروا بالصبح قدر ما يبصر القوم مواقع نبلهم**''، صبح کو اتنا روشن کر کے پڑھو کہ لوگوں کو اپنے تیروں کے گرنے کی جگہیں نظر آنے لگے۔(۱)

اس حدیث کے مطابق علماء احناف کہتے ہیں کہ فجر کی نماز اتنی ہی تاخیر سے پڑھنا مستحب کہ لوگوں کو اپنے تیر گرنے کی جگہ نظر آنے لگے۔(۲)

فجر کی نماز کا مستحب وقت اور علماء احناف کی تصریحات

۱۔حکیم الامت حضرت تھانوی ؒ فرماتے ہیں:

''مردوں کیلئے مستحب ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نماز پڑھی جائے اور اس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جاوے اور بعد نماز کے اگر کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اس میں پڑھ سکیں''۔(۳)

۲۔مولانا سید زوّار حسین صاحب ؒ فرماتے ہیں:

''فجر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے، لیکن اتنی تاخیر نہ کرے کہ سورج نکلنے کا شک ہو جائے

---

(۱) مسند ابن ابی شیبہ، حدیث: ۸۳، مسند ابی داؤد الطیالسی، حدیث: ۱۰۰۳ معجم الکبیر للطبرانی، حدیث: ۴۴۱۴، اس حدیث کی سند صحیح ہے، غیر مقلد عالم و محدث شیخ البانی ؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے، صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ: ۱/ ۲۲۷، حدیث: ۹۶۹

(۲) اعلاء السنن: ۲/ ۳۳

(۳) بہشتی زور، نماز کے وقتوں کا بیان، مسئلہ نمبر ۱

، بلکہ جب اِسفار یعنی اجالا ہوجائے اور اتنا وقت ہو کہ سنت کے موافق اچھی طرح نماز ادا کی جائے اور قرأت ِ مستحبہ یعنی چالیس سے ساٹھ تک آیتیں ترتیل کے ساتھ (ٹھہر ٹھہر کر) دونوں رکعتوں میں پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ اگر شاید کسی وجہ سے یہ نماز درست نہ ہوئی ہو، خواہ طہارت میں خلل ہو یا نماز میں تو طہارت کرکے دوبارہ قرأتِ مستحبہ مذکورہ کے ساتھ سنت کے موافق سورج نکلنے سے پہلے نماز پڑھی جاسکتی ہو، ایسے وقت میں نماز (فجر) پڑھنا افضل ہے"۔(۱)

۳۔مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی ؒ فرماتے ہیں:

"نماز (فجر) ایسے وقت شروع کی جائے کہ اس میں قراءت مسنونہ کرنے کے بعد اگر فساد کی صورت پیش آجائے تو بطریقۂ مسنونہ اعادہ کرسکیں، تجربہ سے ثابت ہوا کہ طلوع آفتاب سے تقریباً آدھ گھنٹہ قبل قاعدہ مذکورہ کے مطابق نماز ہوسکتی ہے۔"(۲)

۴۔مفتی محمد تقی عثمانی صاحب بارک اللہ فی علمہ وعمرہ فرماتے ہیں:

"نمازِ فجر حنفیہ کے نزدیک اسفار یعنی اجالے میں پڑھنا افضل ہے، البتہ نماز طلوع آفتاب سے اتنے پہلے ختم ہوجانی چاہیے کہ اگر کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا پڑے تو طوالِ مفصل کی قراءت کے ساتھ اعادہ ہوسکے اور پھر بھی کچھ وقت بچ رہے"۔(۳)

افضلیتِ اسفار کی وجہ

اس تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ اس میں جماعت کی کثرت ہوجاتی ہے، اندھیرے میں پڑھنے کے بجائے کچھ اجالا ہوجانے کے بعد پڑھنے سے زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہوپاتے ہیں، اور تکثیر جماعت مطلوب ومحمود ہے۔

---

(۱)عمدۃ الفقہ ۲ :/ ۱۸

(۲)احسن الفتاویٰ: ۲/ ۱۴۱

(۳)فتاویٰ عثمانی: ۱/ ۳۶۰

”ولأن في التغليس تقليل الجماعة لكونه وقت نوم وغفلة، وفي الإسفار تكثيرها فكان أفضل“(١)

خود حضرت نبی کریم ﷺ ادائیگی نمازِ فجر میں کثرت جماعت کا لحاظ فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اذان کے بعد مسجد تشریف لاتے، اگر آپ دیکھتے کہ لوگ کم ہیں تو آپ بیٹھ جاتے، پھر نماز پڑھاتے، اور اگر دیکھتے کہ صحابہ کرام جمع ہیں تو نماز پڑھا دیتے۔

”عن سالم أبي النضر، أن النبي ﷺ كان يخرج بعد النداء إلى المسجد، فإذا رأى أهل المسجد قليلا جلس حتى يرى منهم جماعة، ثم يصلي، وكان إذا خرج فرأى جماعة أقام الصلاة“۔(٢)

پہلی تنبیہ

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر نماز میں آپ کا ایسا معمول تھا، نیز صحابہ کرام سے یہ بعید ہے کہ وہ نماز کیلئے دیر سے تشریف لاتے ہوں، البتہ کبھی ایسا ہوجاتا کہ آپ ﷺ تشریف لے آتے اور کچھ صحابہ کرام کو کسی وجہ تشریف لانے میں تھوڑی دیر ہوجاتی، جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو تعداد کچھ کم محسوس ہوتی، تو آپ ﷺ کچھ دیر انتظار فرمالیتے، جس سے اتنی بات واضح طور معلوم ہوئی کہ آپ ﷺ جماعت کی کثرت کا لحاظ فرمایا کرتے تھے۔

حنفیہ کے نزدیک افضلیت اِسفار کی یہی علت ہے۔

”والذي يؤيد كلام الشراح أن ماذكره أئمتنا من استحباب الإسفار بالفجر والإبراد بظهر الصيف معلل بأن فيه تكثير

(١) بدائع الصنائع: ١/ ١٢٥

(٢) المستدرک علی الصحیحین، حدیث: ٧٢٤، سنن ابی داود، حدیث: ٥٤٥، السنن الکبریٰ للبیہقی، حدیث: ٢٢٨٣

الجماعة"(۱)

دوسری اہم تنبیہ

افضلیتِ اِسفار کی اسی علت (تکثیر جماعت) کی وجہ سے، علماء احناف کی ایک جماعت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر لوگ غلس میں ہی جمع ہو گئے ہوں تو اسفار تک انتظار کرنے کی بجائے غلس میں ہی فجر ادا کر لینا افضل ہے۔

"هذه المسألة تدل على أن الصلاة في أول الوقت عندنا أفضل إلا إذا تضمن التأخير فضيلة كتكثير الجماعة وأنكر ذلك بعض المتأخرين وقال قد ثبت بصريح أقوال علمائنا أن الأفضل الإسفار بالفجر مطلقا والإبراد بالظهر في الصيف وتأخير العصر ما لم تتغير الشمس من غير اشتراط جماعة فكيف يترك هذا الصريح بالمفهوم ويجاب لحافظ الدين أن الصريح محمول على ما إذا تضمن ذلك فضيلة كتكثير الجماعة، لأنه إذا لم يتضمن ذلك لم يكن للتأخير فائدة"۔(۲)

مفتی سعید صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "فجر ادا کرنے کا مستحب وقت کیا ہے؟.... اور حنفیہ کہتے ہیں یہ حالات کے تابع ہے، اگر اول وقت میں سب نمازی آجائیں تو غلس میں فجر پڑھنا افضل ہے، ورنہ اسفار میں یعنی تاخیر کر کے پڑھنا افضل ہے۔(۳)

(۱) فتاوی شامی: ۱/ ۲۴۹

(۲) الجوهرة النيرة: ۱/ ۲۴، البحر الرائق: ۱/ ۱۶۳، نواقض التیمم

(۳) تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری: ۲/ ۴۳۴

رمضان میں فجر اوّل وقت میں کیوں ہوتی ہے؟

اگر احناف کے نزدیک فجر کی نماز اسفار میں پڑھنا افضل ہے، تو پھر وہ رمضان کے فضلیت والے مہینہ میں اس افضلیت کو چھوڑ کر غلس میں ہی کیوں نماز ادا کر لیتے ہیں۔

جواب: رمضان المبارک میں لوگ تہجد اور سحری کے بعد نماز فجر کی ادائیگی کیلئے غلس ہی میں مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، اسلئے غلس میں فجر کی نماز ادا کر لی جاتی ہے، اسلئے کہ ایسی صورت میں یہی افضل ہے، فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ ''رمضان میں مذکورہ علت کی وجہ سے نمازِ فجر ہمیشہ کے وقت سے جلد پڑھ لی جائے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اولیٰ ہے سب لوگ شرکت فرما سکیں گے اور جماعت بڑی ہوگی اسکی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے: حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول خدا ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر صبح کی نماز کیلئے کھڑے ہو گئے، راوی نے دریافت کیا سحری اور نماز میں کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا کہ جتنی دیر میں پچاس آیتیں پڑھ سکیں۔

''عن زید بن ثابت قال تسحرنا مع رسول الله ﷺ ثم قمنا إلیٰ الصلاۃ، قال :قلت کم کان قدر ذلک، قال :قدر خمسین آیۃ''۔(۱)

پچاس آیات تو ایک اندازہ ہے، سحری کا وقت ختم ہو جانے کے بعد یعنی صبح صادق بعد پندرہ بیس منٹ ٹھہر کر نماز پڑھی جائے تو بہتر ہے، اتنا فاصلہ استنجاء وغیرہ سے فراغت کیلئے کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔(۲)

معلوم ہوا رمضان المبارک میں جبکہ لوگ غلس ہی میں نماز فجر کیلئے جمع ہو جاتے ہیں، اور اسی وقت ادائیگی فجر میں ''تکثیر جماعت'' بھی ہے، تو ایسی صورت میں غلس ہی میں فجر کی

---

(۱) ترمذی: ۱/ ۸۸، ابواب الصوم، باب ماجاء فی تأخیر السحور

(۲) فتاویٰ رحیمیہ، کتاب الصلوۃ: ۴/ ۷۶

نماز ادا کرنا افضل ہے۔

دراصل صحابہ کرامؓ اور اسلاف اِمتؒ ہر رات کی اسی طرح قدر کرتے تھے جس طرح ہم شبِ قدر کی کرتے ہیں، راتوں کو تہجد میں گزارتے اور دن کو کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے،خود قرآن کرام میں اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"والذین یبیتون لربھم سجدا و قیاماً"۔(الفرقان ۶۴:)

لہذا وہ نماز فجر کیلئے بھی غلس ہی میں جمع ہو جاتے ،پس اس صورت میں افضل یہی ہے کہ غلس ہی میں نمازِ فجر ادا کر لی جائے؛ جبکہ آج کے دور میں ، فجر کو تاخیر سے پڑھنے میں جماعت کی کثرت ہوتی ہے؛ لہذا آج کے دور میں اسفار ہی میں فجر کی نماز ادا کرنا افضل ہے اور رمضان میں غلس میں جماعت کی کثرت ہوتی ہے۔تو غلس ہی میں فجر کی نماز ادا کرنا افضل ہے۔

آج اسفار میں نماز کیوں؟

آج کے زمانہ میں اسفار ہی میں نماز فجر ادا کرنا افضل و مستحب ہے،اس لئے کہ:

اولاً... تہجد گزاروں کی ایسی کثرت نہیں رہی کہ غیر رمضان میں،غلس ہی میں تمام لوگ نمازِ فجر کیلئے جمع ہو جاتے ہوں،نہ طویل قرآت کا معمول ہے۔

دوم ...اب تکثیرِ جماعت (جس کی رعایت خود نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے) اسفار میں ہے،لہذا اب اسفار ہی میں پڑھنا افضل ہے۔

غیر مقلدین کی پیش کردہ پہلی روایت

پہلی روایت : نبی کریم ﷺ صبح کی نماز پڑھتے پھر (نماز کے بعد) عورتیں اپنی چادروں سے لپٹی ہوئی نکلتیں،اور پہچانی نہیں جاتیں (من الغلس) اندھیرے کی وجہ سے (صحیح بخاری) اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ آپ ہمیشہ غلس میں نماز شروع فرماتے

اور غلس میں ختم فرماتے۔

پہلا جواب ....

اس میں ''من الغلس، اندھیرے کی وجہ سے'' یہ جملہ حضرت عائشہؓ کا نہیں ہے، بلکہ راوی کی طرف سے بڑھایا ہوا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ: یہی روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں دوسری جگہ بغیر اس جملہ کے ہے۔(۱)

سنن ابن ماجہ میں یہی روایت بالکل صحیح سند سے ہے، جس میں صراحت ہے کہ ''تعنی من الغلس''۔ یعنی راوی کہہ رہے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی مراد یہ ہے کہ اندھیرے کی وجہ سے، اسی طرح یہ روایت مسند ابی یعلیٰ میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے، جس کے الفاظ ہیں کہ ''وننصرف وما یعرف بعضنا وجوہ بعض'' ہم ایک دوسرے کے چہرے کو نہیں پہچان پاتے۔(۲)

معلوم ہوا کہ اس روایت میں ''من الغلس'' کا لفظ حضرت عائشہؓ کا نہیں، بلکہ کسی راوی کی طرف سے مدرج ہے۔

دوسرا جواب .....

بلکہ مسند ابی یعلیٰ کی اس روایت سے اس حدیث کا شان ورود مزید واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نماز کا وقت نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد آنے والی عورتوں کا پردہ کا اہتمام اور بعد کی عورتوں کا اس میں تساہل بیان کر رہی ہیں۔

حدیث کے مکمل الفاظ یوں ہیں:

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۳۷۲، مسلم، حدیث: ۶۴۵

(۲) مسند ابی یعلی: ۴۴۳۹، اس کے محقق اور عرب عالم شیخ حسین سلیم اسد نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے

"أن عائشة قالت :لو رأى رسول الله ﷺ من النساء ما نرى لمنعهن من المساجد كما منعت بنو إسرائيل نساءها، لقد رأيتنا نصلي مع رسول الله ﷺ الفجر في مروطنا، وننصرف وما يعرف بعضنا وجوه بعض"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ عورتوں کی یہ حالت دیکھتے جو ہم دیکھ رہے ہیں تو آپ انہیں مسجدوں سے ایسے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روک دیا تھا، میں نے دیکھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی چادروں میں نماز پڑھتیں اور لوٹ آتیں کوئی ایک دوسرے کا چہرہ نہیں پہچانتا۔

اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں عورتوں کا پردہ کا اہتمام بیان کررہی ہیں، اور بعد کی عورتوں کا اس میں تساہل، ان کے بیان کا مقصد فجر کی نماز کا وقت بتانا نہیں ہے۔

تیسرا جواب....

اگر یہاں یہ معنی لیا جائے کہ غلس کی وجہ سے نہیں پہچانی جاتی تھیں، تو خود صحیح بخاری کی دوسری روایت سے تعارض لازم آئے گا، حضرت ابو برزہ الاسلمیؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ **"وكان ينفتل من صلاة الغداة، حين يعرف أحدنا جليسه، ويقرأ من الستين إلى المائة"** آپ ﷺ جب نماز ختم فرماتے تو اتنی روشنی ہوجاتی کہ آدمی اپنے پڑوس والے کو پہچان لیتا۔(۱)

اسی طرح ایک روایت میں ہیں کہ **"والصبح إذا طلع الفجر إلى أن ينفسح البصر"** آپ ﷺ اس وقت نماز ختم فرماتے جب آنکھوں کو دور کی چیز نظر آنے لگتی۔(۲)

---

(۱) صحیح بخاری، حدیث :۵۹۹

(۲) نسائی، حدیث: ۹۵۴، سلفی عالم ومحدث شیخ البانیؒ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔(ارواء الغلیل: ۱/ ۲۸۰)

معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ ؓ کی حدیث سے یہ مراد لینا کہ آپ ہمیشہ غلس میں نماز ختم کرتے تھے، دوسری صحیح روایتوں کے معارض بھی ہے۔

چوتھا جواب...

آپ ﷺ کی زمانے میں لوگ تہجد گزار تھے، اور وہ نماز فجر کی ادائیگی کیلئے غلس ہی میں مسجد میں جمع ہوجاتے تھے، اسلئے غلس میں فجر کی نماز ادا کرلی جاتی تھی، کیونکہ ایسی صورت میں یہی افضل ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، اور آپ ﷺ کا عام معمول بھی طویل قرات کا تھا، اس لحاظ سے بھی نماز کو غلس میں شروع فرماتے، لہذا اگر طویل قرات یا جماعت کی تکثیر کی وجہ سے غلس میں نماز شروع کی جائے، تو اس کی اجازت ہے۔

لیکن کیا غیر مقلدین ان دونوں وجوہات کی بنا پر غلس میں نماز شروع کرتے ہیں؟

غیر مقلدین کی پیش کردہ دوسری روایت

نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ غلس میں نماز ادا فرمائی، پھر دوسری مرتبہ اسفار میں نماز ادا فرمائی، اس کے بعد آپ ہمیشہ غلس میں ہی نماز ادا فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔

"صلى الصبح مرة بغلس، ثم صلى مرة أخرى فأسفر بها، ثم كانت صلاته بعد ذلك التغليس حتى مات، لم يعد إلى أن يسفر"۔

پہلا جواب....

اس کی وجہ بیان کردی گئی، کہ آپ ﷺ کی زمانے میں لوگ تہجد گزار تھے، اور وہ نماز فجر کی ادائیگی کیلئے غلس ہی میں مسجد میں جمع ہوجاتے تھے۔ آج بھی رمضان کے مہینے

میں سحری کے بعد جب لوگ غلس میں ہی مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، تو پورے مضان میں نماز فجر غلس میں ہی ادا کی جاتی ہے، لہذا تکثیر جماعت یا طویل قرات کے وجہ سے، نماز فجر کو غلس میں ہی ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور غیر رمضان میں تکثیر جماعت چونکہ اسفار میں ہوتی ہے، اس لئے کہ اکثر لوگ اب تہجد گزار نہیں رہے؛ لہذا غیر رمضان میں نماز فجر میں اسفار افضل ہے۔ واللہ اعلم

دوسرا جواب....

اس روایت میں زہریؒ موجود ہیں جو کہ مدلس ہیں۔ (فتح المبین : ص ۶۲، نور العینین : ص ۱۱۸) اور اس روایت میں انہوں نے سماع کی صراحت بھی نہیں کی، اور اپنے ان بھائیوں کے پاس مدلّس کی روایت حجت نہیں ہوتی؛ پتہ نہیں یہاں یہ اصول کیوں بھول گئے۔

تیسرا جواب....

اس روایت کے بارے میں : امام طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) کہتے ہیں ''**ولم یحد أحد ممن روى هذا الحديث عن الزهري المواقيت إلا أسامة بن زيد**'' اس حدیث ''**المواقیت**'' کو زہریؒ سے روایت کرنے میں اسامہ بن زیدؒ اکیلے ہے۔(۱)

امام ابن خزیمہؒ (م ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں : ''**هذه الزيادة لم يقلها أحد غير أسامة بن زيد**'' اس زیادتی کو اسامہ بن زید کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا۔(۲)

معلوم ہوا کہ معمرؒ، مالک بن انسؒ، ابن عیینہؒ، شعیب بن ابی حمزہؒ، اللیث بن سعدؒ جیسے ثقہ، ثبت حفاظ کے مقابلے میں صرف اسامہ بن زیدؒ [ثقہ عند الجمہور] اس زیادتی کو

---

(۱) المعجم الاوسط، حدیث : ۸۶۹۴
(۲) صحیح ابن خزیمہ، حدیث : ۳۵۳

بیان کرنے میں منفرد ہیں اور پھر بعض علماء جرح وتعدیل نے اسامہؓ کے حافظہ کی کمزوری کی بھی نشادہی کی ہے، جس کا اقرار خود سلفی علماء کر چکے ہیں؛ چناچہ سلفی عالم ومحدث شیخ البانیؒ کہتے ہیں''أن أسامة بن زيد الليثي - وإن كان ثقة من رجال مسلم -؛ فإن في حفظه بعض الضعف'' اسامہ بن زید لیثی اگرچہ ثقہ ہیں ،مسلم کے رجال میں سے ہیں ؛مگر ان کے حافظہ میں کچھ ضعف ہے ۔(۱)؛ لہذا ثقہ،ثبت حفاظ کے مقابلے میں کیا ایسے راوی کی زیادتی غیر مقلدین کی نزدیک مقبول ہوگی ؟

خلاصۂ کلام

(۱) فجر کی نماز اسفار میں پڑھنا افضل ہے، یہی قرآن وسنت کے زیادہ موافق ہے۔ تاخیر کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ (موجودہ زمانے) اس میں جماعت کی کثرت ہوتی ہے۔اور آپ ﷺ بھی جماعت کی کثرت کیلئے کبھی انتظار فرمایا کرتے تھے۔

(۲) حدیث شریف کے مطابق اتنی تاخیر مستحب ہے کہ تیر پھینکا جائے،تو اس کے گرنے کی جگہ نظر آئے۔

(۳) اگر غلس ہی میں پڑھنے میں تکثیرِ جماعت ہو تو اسی وقت پڑھنا افضل ہوگا۔

(۴) اسلاف سے اسفار اور غلس دونوں ثابت ہیں،عام معمول غلس میں پڑھنے کا تھا، اس لئے کہ اسی وقت لوگ اکثر جمع ہو جاتے،اور اس وقت پڑھنے میں بھی تکثیر جماعت ہوتی ،نیز تطویل قرآت کی جاتی تھی ،اس لئے غلس میں شروع کرکے اسفار میں ختم فرماتے ۔ البتہ کبھی کبھی اسفار میں بھی پڑھنے کا معمول تھا۔

(۵) جن روایتوں میں غلس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے،اس سے مراد یہ ہے کہ غلس میں شروع فرماتے اور اسفار میں ختم کرتے ،کبھی کبھی غلس میں بھی ختم فرمادیتے ۔

---

(۱) صحیح ابوداؤد،الام:۱/ ۴۲۲

(٦) جن روایتوں میں یہ ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ اسفار میں پڑھی پھر اسفار میں نہیں پڑھی اس کا مطلب ہے کہ اسفار شدید میں پڑھی ۔اس زمانہ میں ،عام دنوں میں تکثیر جماعت اسفار میں ہوتی ہے،لہذا اسفار میں ہی پڑھنا افضل ہے ۔(۱)

(۱)ماخوذ :الاجماع شمارہ نمبر:٦،مفتی ابن اسماعیل المدنی پیشکش :النعمان سوشل میڈیا سروسز،بتغییر یسیر

نماز کی سنتوں کی اہمیت و حکمت

سنت کی تعریف

مختلف فنون واصطلاحات میں سنت کے مختلف معانی ہیں، جوحسب ذیل ہیں:

الف :فقہ میں احناف کے نزدیک سنت کا اطلاق اس حکم پر ہوتا ہے جوفرض اور واجب کے مقابلہ میں ہو۔اورشوافع وغیرہ کےنزدیک وہ حکم ہے جوفرض کے مقابلہ میں ہو؛ کیوں کہ ان حضرات کےنزدیک واجب کا کوئی درجہ نہیں ہے۔

ب: کبھی سنت کا اطلاق بدعت کے مقابل میں ہوتا ہے،اس وقت اس کے مصداق میں کل شریعت داخل ہوگی۔

ج :اصولیین کےنزدیک سنت کا اطلاق حضرت نبی ﷺ سے صادرشدہ ان اقوال وافعال پر ہوتا ہے جوتشریع کا پہلو رکھتے ہوں۔

د :عام محدثین کی اصطلاح میں حدیث اورسنت دونوں مترادف (ہم معنی) ہیں،یعنی: حضرت نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہر چیزحدیث اورسنت ہےخواہ وہ آپ کا قول،فعل یا تقریر ہو، یا آپ کے اختیاری یا غیر اختیاری اوصاف ہوں، نیز نبوت سے پہلے کے احوال ہوں یابعد کے،یہ سب حدیث وسنت ہیں۔

"قال أبو بكر :وأحكام السنة على ثلاثة أنحاء :فرض وواجب وندب، وليس يكاد يطلق على المباح لفظ السنة؛ لأنا قد بينا أن معنى السنة أن يفعل أو يقول ليقتدى به فيه ويداوم عليه ويستحق به الثواب وذلک معدوم في قسم المباح۔(۱) (وفي الأصول:قوله عليه السلام وفعله وتقريره) مما ليس من الأمور الطبيعية، وكأنه لم يذكره

---

(۱)المصدر السابق،ص :۲۳٦

للعلم به(١) (وفي) اصطلاح (الأصول :قوله) عليه السلام (وفعله وتقريره) مما ليس من الأمور الطبيعية، لم يذكر هذا القيد للعلم بأنها من الأدلة الشرعية، والأمور المذكورة ليست منها(٢) و-السنة- فى الأدلة ما صدر عن النبي ﷺ من غير القرآن من قول أو فعل أو تقرير، وهذا هو المقصود بالبحث عنه في هذا العلم (٣) وقد تطلق على ما صدر عن الرسول من الأدلة الشرعية مما ليس بمتلو ولا هو معجز ولا داخل في المعجز، وهذا النوع هو المقصود بالبيان ههنا، ويدخل في ذلک أقوال النبي ﷺ وأفعاله وتقاريره (٤) قال الأسنوي:"وفى الاصطلاح تطلق على ما يقابل الفرض وعلى ما صدر من النبي ﷺ من الأفعال والأقوال التي ليست للإعجاز، وهذا هو المراد هنا":أقول:الأول اصطلاح الفقهاء من الشافعية والمالكية والحنابلة، وأما اصطلاح الحنفية فهي ما قابل الفرض والواجب، وأما الثاني فهو اصطلاح الأصوليين وهو المراد هنا؛ لأن الأصوليين إنما يبحثون عن الأدلة، والدليل في هذا لا في الأول؛ بل هو حكم أخذ من فعله ﷺ ولو واظب عليه ولم يتوعد على

(١)التقرير والتحبير، ٢ :٢٨٨،ط :دار الكتب العلمية بيروت

(٢)تيسير التحرير، ٣ :١٩، ٢٠

(٣)إرشاد الفحول للشوكانى، ص :١٨٦

(٤)الإحكام فى أصول الأحكام للآمدى، ١ :٢٢٧،ط :دار الصميعى للنشر والتوزيع، الرياض

ترکہ(۱)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔(۲)

سنت کی قسمیں

سنت کی دو قسمیں ہیں ا:۔سنت مؤکدہ۔ ۲۔سنت غیر مؤکدہ۔

سنت مؤکدہ کی تعریف وحکم

وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے ترک نہ کیا ہو۔

سنتِ مؤکدہ عمل کے اعتبار سے واجب کی طرح ہے، یعنی بلاعذر سنت مؤکدہ کو چھوڑنے والا اور اس کے ترک کی عادت بنانے والا فاسق اور گنہگار ہے، نبی اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا،اس تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ عذر کی حالت میں سنت مؤکدہ کو ترک کرنا گناہ نہیں ہے۔

سنتِ مؤکدہ کا اہتمام کرنا واجب کے قریب ہے، بلاکسی عذر کے سنتِ مؤکدہ کا ترک جائز نہیں ہے جو شخص بلاکسی عذر کے سنتِ مؤکدہ ترک کرتا ہے وہ گناہ گار اور لائق ملامت ہے۔البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً وقت تنگ ہے اور صرف فرض نماز ادا کی جاسکتی ہو یا کوئی ضرورت تو اس وقت سنتوں کو چھوڑ سکتا ہے۔(۳)

”سنة مؤكدة قوية قريبة من الواجب، حتى أطلق بعضهم عليه الوجوب، ولهذا قال محمد :لو اجتمع أهل بلد على تركه قاتلناهم عليه، وعند أبي يوسف يحبسون ويضربون، وهو يدل على تأكده لا على وجوبه“

(۱)نهاية السول في شرح منهاج الأصول،۳ :۵

(۲)دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

(۳)کفایت المفتی: ۳/ ۳۱۹،دارالاشاعت

(۱)

سنت مؤکدہ کو ترک کرنا کب گناہ ہے؟

سنت مؤکدہ کو کسی عذر کی بنا پر کبھی کبھار ترک کیا جا سکتا ہے، البتہ سنت مؤکدہ کو بلا عذر شرعی ترک کرنا اور ہمیشہ نہ ادا کرنے کی عادت بنا لینا یقینا گناہ اور موجب ملامت ہے۔

لہذا جو سنن مؤکدہ ہیں (یعنی فرضوں سے پہلے اور بعد کی سنتیں جن کی تعداد بارہ ہے، بقیہ اشراق، چاشت، اوابین، تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو وغیرہ جیسی نمازوں کو سنت غیر مؤکدہ (نفل) قرار دیا ہے) اُنہیں بلا عذر ترکت کرنا اور اس کی عادت بنا لینا یقیناً گناہ اور موجب ملامت ہے۔

امداد الاحکام میں ہے:

سوال: اکثر لوگ جمعہ کی فرض نماز کے بعد بغیر سنت پڑھے چلے جاتے ہیں نہ اپنے مکانوں میں جا کر پڑھتے ہیں، بازار میں جا کر بیٹھ جاتے ہیں، کتنا بھی تاکید کرو نہیں سنتے نہ پند ونصیحت قبول کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے کیا وعید آتی ہے؟ شرعاً بالتفصیل بیان فرمائیں۔

جواب: یہ لوگ تارک سنت مؤکدہ ہیں اور ترک سنت مؤکدہ گاہے بلا عذر ہو جائے تو صغیرہ ہے اور اس پر مداومت کرنا کبیرہ ہے جس سے علاوہ گناہ کے حرمان شفاعت نبوی کا اندیشہ ہے۔

> ”رجل ترك سنن الصلوة إن لم ير السنن حقا فقد كفر لانه تركها استخفافا وان رأها فالصحيح أنه يأثم لانه جاء الوعيد بالترك“(۲)

---

(۱) البحر الرائق: ۶۰/۳

(۲) البحر الرائق: ۸۷/۲ بحوالہ: امداد الاحکام: ۶۰۶/۱

سنت مؤکدہ اور فرض میں فرق

عبادات اور مناسک میں مثلاً نماز اور روزے میں جسے عرفِ عام میں ''فرض'' کہتے ہیں، وہ ہے جسے:

ا۔کتاب اللہ نے ''کُتِبَ علَیکم'' فرمایایا اس جیسی تعبیر صحیح احادیث سے ثابت ہو، کہ ان کا کرنا لازم ہے مثلاً نمازِ ظہر کے چار فرض (جمعے کی نماز میں وہی فرض دو رہ گئے)۔

۲۔ کچھ مناسک وہ ہیں جن کا اللہ کریم نے ویسے حکم نہیں دیا، نبی کریم ﷺ ان کو کرتے ہیں؛ وہ سنت ہیں، جیسے ظہر سے پہلے کی (چار، یا دو) اور بعد کی (دو) سنتیں ہیں، ان کو سنتِ مؤکدہ کا نام دے دیا گیا۔

۳۔کچھ مستحبات ہیں جن کی اپنی اہمیت ہے تاہم حکم ہے کہ کرلو تو اچھا ہے، جیسے ظہر کی نماز کے بعد دو نفل ہیں۔

رہی یہ بات کہ ''فرض کا انکار کرنے والا کافر؛ لہذا فرض کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، سنت کا منکر کافر نہیں ہوگا'' وغیرہ تعبیرات اعتقاداً درجہ بتانے کی خاطر ہے، ایک عمل سنت ہے اور مؤکدہ ہے تو ہم اس کا انکار کیسے کرسکتے ہیں؟ جس کی تاکید نبی کریم ﷺ نے کی ہو؟ کیا یہ مذاق نہیں ہے؟ اور جسے غیر مؤکدہ کہتے ہو، وہی تو مستحب یعنی شریعت کا پسندیدہ عمل ہے کہ پڑھ لو تو اچھا ہے، نہ پڑھنے سے نماز کو کچھ نہیں ہوتا، ہاں جو ان کی برکات سے محروم رہنا پسند کرے تو اس کی مرضی۔

سنت غیر مؤکدہ کی تعریف وحکم

سنت غیر مؤکدہ وہ ہے، جس میں سنت مؤکدہ والی بات نہ ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس پر عمل کرلیا جائے، تو اجر وثواب ملے گا اور اگر بلاعذر اسے ترک کریں، تو اس پر گناہ وملامت نہیں ہوگی۔

”وفي الزيلعي في بحث حرمة الخيل :القريب من الحرام ما تعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار، بل العتاب كترك السنة المؤكدة، فإنه لا يتعلق به عقوبة النار، ولكن يتعلق به الحرمان عن شفاعة النبي المختار ﷺ لحديث ،من ترك سنتي لم ينل شفاعتي، فترك السنة المؤكدة قريب من الحرام، وليس بحرام اه“(۱)

سنت غیر مؤکدہ کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، سنت غیر موکدہ پڑھنے پر ثواب ہے اور نہ پڑھنے پر گناہ نہیں، ہر شخص ہی ثواب و اجر کا محتاج ہے؛ اس لیے ان کے ترک کی عادت نہیں بنانی چاہیے۔

”تركه لا يوجب إساءة ولا عتابا كترك سنة الزوائد، لكن فعله أفضل“۔(۲)

کیا غیر مؤکدہ سنتیں چھوڑنا جائز ہے؟

نفل کام ترک کرنا جائز ہے؛ لیکن ہمیشہ سنتوں کا چھوڑنا دین میں نقص کا باعث ہے، جب کہ انہیں کم تر سمجھ کر اور بے رغبتی سے چھوڑنے والا آدمی فاسق و فاجر ہے، کیونکہ اس پر نبی اکرم ﷺ سے وعید وارد ہے: ”مَن رَغِبَ عَن سُنَّتِي فَلَيسَ مِنِّي“(۳)

صحابہ اور تابعین وغیرہ سنتوں پر اسی طرح ہمیشگی کرتے تھے، جس طرح وہ فرائض کا اہتمام کرتے تھے؛ مگر اعتقاداً فرض اور سنت کے فرق کو بخوب جانتے تھے، اور دونوں کے ثواب کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان میں تفریق نہیں کرتے تھے، اسی اعتقادی و عملی فرق کو ظاہر

---

(۱) الدر المختار: ۶/۷۳۳، ط: دار الفکر

(۲) فتاوی شامی: ۱/۴۷۷، دار الفکر

(۳) صحیح البخاری، کتاب النکاح، حدیث: ۵۰۶۳

کرنے کی خاطر فقہاءِ کرام نے احکام کے درجے ظاہر کئے تاکہ اعتقادی و عملی فرق باقی رہے، غیر فرض کے تارک کو فرض کے تارک کی طرح شمار کر کے شدّت نہ برتی جائے، یہ فقہاء کرام کا امت پر احسانِ عظیم ہے، اعتقادی و عملی فرق ظاہر کرنے کا مقصد عملی کوتاہی کی دعوت دینا نہیں ہے، جیسا کہ نادان دوستوں کو شبہ ہوتا ہے۔

کیا سنتِ مؤکدہ کا ثبوت صحاحِ ستّہ سے ثابت ہے؟

سوال: کیا سنتِ مؤکدہ کا ثبوت صحاحِ ستہ سے ملتا ہے؟ بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ نماز کی فرض رکعات کا پڑھنا ہی ضروری ہے، اگر کوئی سنت پڑھ لے تو بہتر ہے اور اگر کوئی نہ پڑھے تو کوئی گناہ نہیں۔

دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل ارشاد فرمادیں، جس کے کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ عمل یہ ہے کہ تم اللہ تعالی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور فرض نماز ادا کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ وہ شخص کہنے لگا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں نہ اس عمل میں کسی چیز کا اضافہ کروں گا اور نہ اس سے کوئی چیز کم کروں گا، جب وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہو، تو وہ اس کو دیکھ لے۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا، جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ. قَالَ: تَعْبُدُ اللهَ لاَ تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلاَةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ". قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ أَزِيدُ عَلَى هَذَا شَيْئًا أَبَدًا وَلاَ أَنْقُصُ مِنْهُ. فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

"مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا" (۱)

فقہی اصطلاحات ثمرۂ شریعت ہیں

جواب : جواب سے قبل یہ سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ جتنی بھی شرعی اصطلاحات ہیں، مثلا: فرض، واجب، سنت (مؤکدہ وغیر مؤکدہ) اور مستحب وغیرہ، انہیں فقہائے امت نے متعین فرمایا ہے، اس سلسلے میں انہوں نے صرف ایک آیت قرآنی یا ایک حدیث مبارک کو سامنے نہیں رکھا، بلکہ سارے ذخیرہ علوم شریعت (قرآن، حدیث اور صحابہ کرام رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین کے عمل) کو سامنے رکھا، ان علوم کو سمجھا، ان علوم شریعت کا پوری گہرائی سے بار بار جائزہ لیا، تب جا کر کسی حکمِ شریعت کے لیے کوئی اصطلاح مثلاً : فرض، واجب اور سنت اور مستحب کا فیصلہ کیا گیا، لہذا ان احکام شریعت اور ان اصطلاحات کا جو درجہ مقرر ہے، اس سے ہٹ کر بلاتحقیق اپنی طرف سے کوئی دوسرا درجہ دینا، یا اس حکم کی اہمیت کو گھٹانا قطعاً جائز نہیں ہے۔

لہذا قرآن کریم کی کسی ایک آیت، یا کسی ایک حدیث کا ترجمہ وتشریح پڑھ کر، کسی بھی حکم شرعی کے بارے میں اپنی طرف سے حتمی رائے قائم کرنا اور اس کا اظہار کرنا، احکام شریعت کے بارے میں بڑی جسارت ہے، ایسا طرز عمل علوم شریعت سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے، لہذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور وقت نکال کر کسی مستند عالم دین سے دین کا باقاعدہ علم حاصل کرنا اور سمجھنا چاہیے۔

صحیح اور مکمل علم حاصل ہونے کے بعد اندازہ ہوگا کہ احکام شریعت کے بارے میں بلاتحقیق حتمی رائے کرنا اتنا آسان نہیں، جتنا آسان سمجھ لیا گیا ہے۔

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۱۰۷، کتَاب الْإِيمَانِ/ باب بیان ال ایمان الذی یدخل بہ الجنۃ وان من تمسک بما امر بہ دخل الجنۃ

استدلال کی حقیقت اور پہلا جواب

مذکورہ حدیث سے سنتِ موکدہ کے معمولی ہونے کے بارے میں استدلال کیا جانا چند وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے، محدثین اور شارحین حدیث نے اس کے مختلف جوابات ذکر فرمائے ہیں، ذیل میں انہیں ذکر کیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس اعرابی (دیہات سے آئے ہوئے) صحابی کو اسلام کے بنیادی ارکان کی تعلیم فرمائی، یعنی کلمہ شہادت، فرض نماز، فرض زکوۃ اور فرض روزوں کی تعلیم فرمائی تھی، جبکہ سنن اور نوافل ان ارکان کی تکمیل اور ان میں رہ جنے والی کمی کو پورا کرنے کے لیے ہوتے ہیں، ان کا درجہ اسلام میں فرائض کا نہیں ہے، جس پر اس نے قسم کھا کر کہا کہ اسلام کے جو ارکان آپ ﷺ نے مجھے تعلیم فرمائے ہیں، میں ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کروں گا، یعنی آپ نے جس کو فرض قرار دیا ہے، اس کو فرض سمجھوں گا اس کی فرضیت کی شان میں کمی نہیں کروں گا اور جس کو فرض قرار نہیں دیا ہے، میں اس کو اپنی طرف سے فرض کا درجہ نہیں دوں گا۔

دوسرا جواب

اس صحابی کا یہ جواب اس کی کمال اطاعت وفرمانبرداری کا مظہر ہے، کہ جو آپ کا ارشاد ہے اس سے کسی قسم کا انحراف نہیں ہوگا، پھر آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کا جنتی معلوم ہوگیا، تو آپ نے اس کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔

تیسرا جواب

کچھ الفاظ محض جملے کی خوبصورتی کے لیے ہوتے ہیں، مثلاً کوئی شخص سودا خریدتے ہوئے، بیچنے والے سے کہے کہ بھائی صاحب! قیمت میں کوئی کمی بیشی کرو، مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی قیمت میں کمی بیشی کرو، ''بیشی''، یعنی قیمت میں اضافہ مقصود نہیں ہوتا، تو یہاں بیشی کا

لفظ صرف کلام کی خوبصورتی کے لیے ہے، اسی طرح اس صحابی نے بھی کہا کہ میں اس میں کمی بیشی نہیں کروں گا، مطلب یہ تھا کہ ان فرائض کی انجام دہی میں کوئی کمی نہیں کروں گا، یہاں ’’بیشی‘‘ سے سنن ونوافل کی نفی مقصود نہیں ہے۔

چوتھا جواب

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ یہ صحابی ہی کی شان تھی کہ وہ یہ جملہ کہہ سکے، کہ وہ صرف فرض ادا کرے گا، کیونکہ صحابی اگر صرف فرض نماز آداب کے ساتھ ادا کرلے، تو ان کی نجات کے لیے کافی ہے اور جو بعض روایات میں آتا ہے کہ فرائض میں رہ جانے والی کمی کو سنن ونوافل کے ذریعہ پورا کیا جائے گا، یہ ہم جیسوں کے لیے ہے، جن کی عبادت ناقص ہے، ہماری عبادتوں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عبادتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، ہماری نمازیں اگر وہاں منہ پر مار کر نہ پھینکی جائیں، تو بھی بہت کافی ہے۔(۱)

پانچواں جواب

اگر سوال میں مذکور استدلال کو درست مان لیا جائے، تو حج (جو کہ فرض ہے)، وتر (جو کہ واجب ہے)، صدقۃ الفطر (جو کہ واجب ہے) ان کا ثبوت کیسے ہوگا؟ جبکہ ان کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے، نیز نماز کے اندر کچھ باتیں فرض، کچھ باتیں، واجب اور کچھ مستحب ہوتی ہیں، تو کیا نماز کے اندر کی سنن ونوافل کے بارے میں بھی یہی استدلال ہوگا؟

تتمہ جوابات

آنحضرت ﷺ نے اُن صحابی کے جانے کے بعد اُن کے بارے میں، جو بشارت

---

(۱) تقریر بخاری شریف: ۱/ ۱۴۸

دی کہ ’’جس نے جنتی انسان دیکھنا ہو، تو اس کو دیکھ لے‘‘، اس ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ اگر یہ اپنے اس عزم پر قائم رہے، یعنی فرائض اسلام میں کوئی کوتاہی نہیں کی، تو یہ ان کے جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہوگا، بعض محدثین نے یہ بھی کہا کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی اس کے جنتی ہونے کا علم ہوگیا تھا، اس لیے آپ نے ان کے بارے میں جنت کی بشارت دی، مزید تفصیل کے ملاحظہ فرمائیں شروحاتِ کتبِ احادیث کا مطالعہ کرنا چاہئے۔(۱)

سنت کا اہتمام کرنے وجہ

سنت پر عمل درآمد کی سب سے بنیادی وجہ ایک مسلمان کے لئے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کریم ﷺ کی اتباع کا حکم دیا چنانچہ فرمایا:

’’قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ‘‘(اٰلِ عمرٰن:۳۱)

: اے حبیب! فرما دو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔

فائدہ.....: اطاعت‘ فرمانبرداری اور حکم ماننے کو کہتے ہیں، اتباع اپنے مقتدا کے پیچھے چلنے کو اور اس کی راہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔غیر مسلمین کو تو اس آیت میں تنبیہ ہے ہی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بھی تنبیہ ہے جو اللہ کے ساتھ محبت کے بھی دعویدار ہیں اور نبی کریم ﷺ کی محبت کا بھی بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرتے ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کی اتباع اور اطاعت سے دور ہیں، کاروبار بھی حرام ہے، پھر بھی اللہ و رسول ﷺ سے محبت ہے، داڑھی منڈی ہوئی ہے، پھر بھی محبت کا دعویٰ ہے، لباس نصرانیوں کا ہے، پھر بھی مدعیانِ محبت ہیں، ملکوں کو کافروں کے قوانین کے مطابق چلاتے ہیں، پھر بھی محبت کرنے والے ہیں، یہ محبت نہیں، محبت کا دھوکا ہے اور جھوٹا دعویٰ ہے۔(۲)

اور فرمایا: ’’وَ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ‘‘(لقمٰن:۱۵)

(۱) بحوالہ: دارالافتاء الاخلاص، سنتوں سے متعلق چند سوالات کے جوابات اور ایک غلط فہمی کا ازالہ(No-5828)

(۲) انوار البیان: ۲/ ۴۳

اور میری طرف رجوع کرنے والے آدمی کے راستے پر چل۔

اور یقیناً نبی کریم ﷺ سب سے بڑھ کر اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں، اس اتباع میں بلا شک وشبہ نبیؐ کریم ﷺ کی پیروی بغیر کسی قید کے ہے اور اس میں فرائض و واجبات وسنن ومستحبات سب شامل ہیں۔

بہت سے غیر ضروری کام بھی ضروری کی طرح کئے جاتے ہیں

ہم اپنی زندگی میں صرف ضروری کام ہی نہیں کرتے، بلکہ ایسے کام بھی کرتے ہیں، جو اس ضروری کی ادائیگی یا تکمیل میں مفید ومعاون ہوں، جیسے:

۱۔تعلیمی زندگی میں نصابی کتابوں کے ساتھ غیر نصابی کتابیں پڑھتے ہیں۔

۲۔پیشہ ورانہ زندگی میں اپنے شعبے کی ضروری مہارتوں کے ساتھ کچھ متعلقہ غیر ضروری مہارتیں بھی حاصل کرتے ہیں۔

۳۔کسی بڑی مصیبت سے بچنے کے لئے ان چیزوں سے بھی بچتے ہیں، جو اس مصیبت میں ڈالنے کا ذریعہ بن سکتی ہیں مثلاً بخار سے بچنے کے لئے خود کو سردی سے بچاتے ہیں۔

۴۔معمولاتِ زندگی میں کسی بنیادی مقصد کی ضروری تکمیل کے ساتھ اس سے متعلقہ تزیین وتحسین کے کام بھی کرتے ہیں جیسے گھر کی بنیادی عمارت کے ساتھ ماربل فرش اور رنگ وروغن وغیرہ کرتے ہیں۔

ان تمام امور میں منطق یہ ہے کہ بعض چیزیں فی نفسہ ضروری نہیں ہوتیں؛ لیکن وہ کسی ضروری چیز تک پہنچانے والی یا کسی غلط کام سے بچنے میں ڈھال ہوتی ہیں یا اصل شے کے حسن وخوبی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔

اسی طرح کا معاملہ سنتوں اور مستحبات کا ہے کہ سنتیں فرائض سے محروم ہونے سے بچاتے ہیں، اور فرائض میں حسنِ قبولیت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

سنتوں کا اہتمام فرض کا پابند بناتے ہیں

کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جو تراویح کی بیس رکعتیں تو پڑھتا ہو، لیکن عشاء نہ پڑھتا ہو، یا فجر یا کسی بھی دوسری نماز کی سنتیں تو پڑھ لے؛ لیکن فرض رکعتیں نہ پڑھے، یا تہجد تو پڑھے؛ لیکن فجر نہ پڑھے، کیونکہ جو آدمی وہ نمازیں پڑھ رہا ہے جو ضروری نہیں، تو ضروری نمازیں تو بدرجہ اولیٰ ادا کرے گا، یہی معاملہ دیگر عبادات میں ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک آدمی رجب اور شعبان کے سارے روزے رکھے، لیکن رمضان کے چھوڑ دے، حاصل یہ ہے کہ نوافل اپنے متعلقہ فرائض کے قریب لے جانے والے ہوتے ہیں۔

مستحب اور سنت گناہوں سے ڈھال ہوتے ہیں

بعض مستحبات فی نفسہ تو مستحب ہی ہوتے ہیں، لیکن وہ گناہوں کے آگے ایسے ڈھال بن جاتے ہیں کہ کوئی دوسرا ضروری عمل بھی اس طرح ڈھال نہیں بنتا، مثلاً اگر کسی کے سر پر عمامہ ہے، جو نبی کریم ﷺ کی سنت ہے یا سر پر چادر ہے، جو بزرگانِ دین کا معمول رہا ہے کہ عمامہ کے ساتھ کوئی شخص سینما نہیں جائے گا، کیونکہ اس کا لباس ہی اسے روک دے گا؛ اگر کسی کو جانا بھی ہوگا تو پہلے وہ اس سنت و مستحب کو چھوڑے گا، پینٹ شرٹ یا کوئی عام لباس پہنے گا تبھی سینما جانے کی ہمت کرے گا۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ سر پر عمامہ باندھ کر یا ٹوپی رکھ کر، داڑھی شریف کے ساتھ بن ٹھن کے سینما چلا جائے، غور کریں کہ یہاں ایک سنت اور ایک مستحب نے فلم دیکھنے کے حرام عمل سے بچا دیا اور صرف یہی نہیں، بلکہ ہم معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی داڑھی عمامے والا دکاندار ہو اور بالفرض سودا بیچنے میں ڈنڈی مارنے لگے، تو لوگ اسے بول دیتے ہیں کہ ”مولوی ہو کر اس طرح کا کام کر رہے ہو!! یا داڑھی رکھ کر اس طرح کا کام کر رہے ہو!! یا عمامہ پہن کر اس طرح کا کام کر رہے ہو!!۔

ایک اور مثال لیں، اگر کوئی باعمامہ شخص نماز کے وقت آرام سے بیٹھ کر لوگوں سے بات چیت میں مصروف رہے اور نماز پڑھنے کے لئے نہ اُٹھے، تو بقیہ افراد جو خود نماز پڑھنے والے نہ بھی ہوں، وہ بھی اس باعمامہ شخص سے کہہ دیں گے کہ جناب! اذان ہوگئی ہے، جماعت ہو رہی ہے، آپ نماز پڑھ لیں، تو گویا صرف اس کا مسنون عمامہ اسے نماز کے لئے اٹھنے پر مجبور کر دے گا، ان مثالوں کا نتیجہ یہی ہے کہ یہ سنتیں اور مستحبات لوگوں کی نظر میں بھی ڈھال بنی ہوئی ہیں۔

سنتیں فرائض کو حسین بناتی ہیں

سنتوں کے حوالے سے ایک اور پہلو یہ ہے کہ اعمالِ صالحہ کا حُسن اِن کے ذریعے ہوتا ہے: مثلاً ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک لباس پہننا فرض ہے، لیکن پورا بدن لباس میں چھپا ہو، یہ سنت ہے اور یہی اچھا لگتا ہے۔

یونہی چلتے پھرتے کھانا تو کھایا جا سکتا ہے، لیکن تمیز وتہذیب سے بیٹھ کر کھانے میں ہی حسن ہے۔

اسی طرح کسی سے ملاقات میں الفاظِ آداب کہے بغیر اپنے موضوع کی بات شروع کی جا سکتی ہے، لیکن اسے بدتہذیبی شمار کیا جاتا ہے، جبکہ ملاقات میں سلام سے ابتداء سنت ہے اور موقع کی مناسبت سے مسکراہٹ بھی سنت ہے اور ان سے ملاقات میں نکھار آجائے گا۔

یونہی ہر نماز میں مخصوص رکعات فرض ہیں، لیکن ان کے اول وآخر کی سنتیں قربِ خداوندی میں اضافے اور نماز میں خشوع وخضوع میں اضافے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

اسی طرح حج فرض ہے، لیکن زندگی میں سنت عمرے کرتے رہنا، محبتِ الٰہی کی لذت سے سرشار کر دیتا ہے۔

رمضان کے فرض روزے حصولِ تقویٰ کا ذریعہ بنتے ہیں، لیکن سال بھر وقتاً فوقتاً نفلی مسنون روزے، اس تقویٰ کی کیفیت کو برقرار رکھنے میں معاون بنتے ہیں۔

فرض کی کمی سنتوں سے پوری کی جائے گی

قیامت والے دن فرائض کی کمی نوافل اور سنن سے پوری کی جائے گی، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا کہ روزِ قیامت بندے اعمال کے سلسلہ میں سب سے پہلے سوال نماز کے بارے میں کیا جائے گا، پس اگر نماز ٹھیک رہی تو وہ فلاح و کامیابی سے ہم کنار ہوگا، اور اگر نماز (کامعاملہ) خراب ہوا تو وہ خاسر و ناکام ہوگا، اور اگر اس کے فرائض میں کوتاہی پائی جائے گی تو اللہ عزوجل کا ارشاد ہوگا کہ دیکھو اس بندے کے نوافل ہیں، تو اس کے ذریعہ سے اس کے فرائض کی کمی پوری کردو، پھر بقیہ اعمال کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔

"عَنْ حُرَيْثِ بْنِ قَبِيصَةَ، قَالَ :قَدِمْتُ المَدِينَةَ فَقُلْتُ :اللَّهُمَّ يَسِّرْ لِي جَلِيسًا صَالِحًا، قَالَ :فَجَلَسْتُ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ: إِنِّي سَأَلْتُ اللهَ أَنْ يَرْزُقَنِي جَلِيسًا صَالِحًا، فَحَدِّثْنِي بِحَدِيثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ:إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ العَبْدُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ، فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ :انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الفَرِيضَةِ، ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ"(۱)

(۱) سنن الترمذی، حدیث: ۴۱۳، أبواب الصلاۃ عن رسول اللہ ﷺ / باب ما جاء أن أول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ الصلاۃ۔

سنتوں کی اہمیت مادی قیمت سے سمجھیں

اللہ تعالی کے دربار میں ہم میں سے کس کا کتنا مقام و مرتبہ ہے، اس کا دارومدار بھی رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری پر ہے یعنی کہ جس قدر آپ نبی ﷺ کی سنتوں کے پیروکار ہوں گے اتنا زیادہ اللہ کے یہاں لائق و قابل احترام ہوں گے؛ لیکن افسوس کہ سنت پر عمل کرنے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہی ہے؛ کیونکہ آج سنت کے مقابلے میں انسان سونا چاندی اور روپیہ پیسہ کو زیادہ بلکہ بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر لوگوں سے یہ کہا جائے کہ جو شخص ایک سنت پر عمل کرے گا تو اسے ایک بڑی رقم دی جائے گی تو آپ دیکھیں گے کہ تمام لوگ اپنی زندگی کے تمام معمولات میں صبح سے لے کر شام تک زیادہ سے زیادہ سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ انہیں ایک ایک سنت پر عمل کرنے کے بدلے میں مال و دولت نظر آرہا ہوگا۔ لیکن ہم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ مال اس وقت ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا جب ہمیں قبر میں لٹا دیا جائے گا، ہماری سانسیں بند ہوں گی اور ہم پر مٹی ڈال کر لوگ تنہا چھوڑ جائیں گے؟

اللہ فرماتا ہے: {بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى}

"یعنی کہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے"(۱)

سنت پر عمل کرنے کے فائدے

۱۔ اتباعِ سنت: سنتوں پر عمل کرنے سے انسان بدعت سے بچتا ہے اور صحیح راستے پر چلتا ہے۔

۲۔ اللہ کی محبت: جو شخص سنتوں پر عمل کرتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی

---

(۱) الاعلیٰ ۱۶ :۔۱۷

ہے۔اور اس کے درجات بلند فرماتا ہے۔

۳۔آخرت کی کامیابی: سنتوں پر عمل کرنے سے آخرت میں کامیابی اور جنت کی بشارت ملتی ہے۔

۴۔دنیاوی برکات: سنتوں پر عمل کرنے سے دنیا میں بھی برکتیں اور خوشحالیاں آتی ہیں۔

۵۔قلبی سکون: سنتوں پر عمل کرنے سے دل کو سکون ملتا ہے اور زندگی خوشگوار بن جاتی ہے۔

۶۔معاشرتی اصلاح: سنتوں پر عمل کرنے سے معاشرے میں بھی اصلاح ہوتی ہے اور امن وسکون قائم ہوتا ہے۔

۷۔شرف وعزت: سنتوں پر عمل کرنے والا شخص معاشرے میں معزز اور محترم سمجھا جاتا ہے۔

۸۔فرائض میں جو کمی رہ جاتی ہے وہ ان سنتوں پر عمل کرنے کی وجہ سے پوری کر دی جاتی ہے۔

۹۔سنت کی پیروی کرنا شعائرِ الٰہی کے احترام کا حصہ ہے۔

سنن قبلیہ و بعدیہ کی حکمتوں کا خلاصہ

نماز کی سنتوں کی کئی حکمتیں ہیں،ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں :

۱۔فرائض کی تکمیل: سنتیں فرائض کی کمیوں کو پورا کرنے میں مدد کرتی ہیں، کیونکہ کبھی کبھی انسان نماز میں کچھ بھول سکتا ہے یا کوتاہی کر سکتا ہے۔

۲۔اللہ کی خوشنودی: سنتوں پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، اور یہ اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے۔

۳۔نماز کی فضیلت میں اضافہ: سنتیں نماز کی فضیلت میں اضافہ کرتی ہیں اور اسے مزید

مؤثر اور فائدہ مند بناتی ہیں۔

۴۔نماز کا حسن: سنتیں نماز کو خوبصورت اور پرکشش بناتی ہیں، اور نمازی کو ایک روحانی کیفیت عطا کرتی ہیں۔

۵۔اتباعِ سنت: سنتوں پر عمل کرنا نبی اکرم ﷺ کی اطاعت اور پیروی ہے۔

۶۔روحانی تربیت: سنتوں پر عمل کرنے سے روحانی تربیت ہوتی ہے اور انسان میں صبر، تحمل اور نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے۔

۷۔عبادت کا تسلسل: سنتیں نماز کے بعد بھی جاری رہتی ہیں، جو عبادت کے تسلسل کو برقرار رکھنے میں مدد دیتی ہیں، نیز سنتیں فرائض میں خشوع و خضوع کا ذریعہ ہیں۔

۸۔کامل مومن: سنتوں پر عمل کرنے سے ایک مسلمان اپنے ایمان کو مکمل کرتا ہے اور اللہ کے قریب ہوتا ہے۔

اس طرح، نماز کی سنتیں نہ صرف ایک روحانی عمل ہیں بلکہ یہ ایک مکمل نظامِ زندگی بھی ہیں۔

دن رات کی سنتوں کی فضیلت

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہر روز فرائض کے علاوہ بارہ رکعت پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے، یا فرمایا کہ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیا جائے گا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اس کے بعد سے میں مسلسل ان بارہ رکعات کو پڑھتی ہوں۔

” عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ، أَنَّهَا قَالَتْ :سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ :مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيضَةٍ، إِلَّا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، أَوْ

إِلَّا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الجَنَّةِ، قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ :فَمَا بَرِحْتُ أُصَلِّيهِنَّ بَعْدُ، وَقَالَ عَمْرٌو :مَا بَرِحْتُ أُصَلِّيهِنَّ بَعْدُ، وَقَالَ النُّعْمَانُ مِثْلَ ذَلِكَ"(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے دن میں بارہ رکعت (سنتیں) پڑھیں، تو اللہ تعالی اس کے گوشت کو آگ پر حرام کر دے گا۔

"مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً حَرَّمَ اللهُ لَحْمَهُ عَلَى النَّارِ، فَمَا تَرَكْتُهُنَّ بَعْدُ"(۲)

دن رات کی سنتوں کی تاکید

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ میں دس رکعت (سنت) کبھی نہ چھوڑوں، دو رکعتیں فجر سے پہلے دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو رکعتیں ظہر کے بعد اور دو رکعتیں مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد۔

"عن أبي سفيان السعدي، قال :سمعت الحسن، عن أبي هريرة، قال :أَوْصَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بِعَشْرِ رَكَعَاتٍ لَا أَدَعُهُنَّ :رَكْعَتَانِ قَبْلَ الغَدَاةِ، وَرَكْعَتَانِ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ المَغْرِبِ، وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ العِشَاءِ"(۳)

---

(۱) الصحیح لمسلم، حدیث: ۷۲۸، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا / باب فضل السنن الراتبۃ قبل الفرائض و بعدہن و بیان عددہن

(۲) مسند أبي يعلى (المطالب) حدیث: ۵۸۳، کتاب النوافل/ باب النوافل المطلقۃ

(۳) المعجم الأوسط للطبرانی، حدیث: ۳۵۶۱، وقال :لم یرو ہذا الحدیث عن أبي سفیان السعدی، إلا یوسف بن خالد، تفرد بہ ابنہ عنہ

سجدوں کی کثرت سے جنت میں نبی اکرم ﷺ کی رفاقت

حضرت ربیعۃ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا اور آپ کے لیے وضو کا پانی اور آپ کی ضرورت کی اشیاء لاتا تھا تو آپ نے فرمایا: مانگو، عرض کیا: میں آپ سے سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں، آپ نے فرمایا اور کوئی اس کے علاوہ خواہش تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہی خواہش ہے تو آپ نے فرمایا میری مدد کرو اپنے بارے میں زیادہ سجدوں کے ساتھ۔

"حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ، قَالَ: كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ، فَقَالَ لِي: سَلْ: فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ، قَالَ: أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ؟ قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ، قَالَ: فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ" (۱)

ترکِ سنت پر لعنت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا چھ لوگ ہیں جن پر میں، اللہ تعالیٰ اور تمام انبیاء لعنت کرتے ہیں، ایک وہ جو اللہ کی کتاب میں اپنی طرف سے اضافہ کرنے والا ہے، دوسرا وہ اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا ہے، تیسرا وہ جو لوگوں پر زبردستی مسلط ہونے والا ہو، تاکہ جس کو اللہ نے ذلیل کیا اس کو عزت دے اور جس کو اللہ نے عزت دی اس کو ذلیل کرے، چوتھا وہ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنے والا ہو، پانچواں وہ جو میں میرے آل اور کنبے کی حرمت کو پامال کرنے والا ہو اور چھٹا وہ جو میری سنت کو چھوڑنے والا ہو۔

"عن عائشة قالت: قال رسول الله: "ستة لعنتهم ولعنهم الله

(۱) الصحیح لمسلم، حدیث: ۴۸۹، کتاب الصلاۃ / باب فضل السجود والحث علیہ

وكل نبي كان :الزائد في كتاب الله، والمكذب بقدر الله، والمتسلط بالجبروت ليعز بذلك من أذل الله، ويذل من أعز الله، والمستحل لحرم الله، والمستحل من عترتي ما حرم الله، والتارك لسنتي"(۱)

سنت کو معمولی سمجھنے والے آگاہ ہو جائیں

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دین کے احکامات صرف فرائض کی حد تک ہیں، باقی سنتیں پڑھنا کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ ان کو پڑھا جائے تو ثواب ملے گا نہ پڑھنے پر کوئی گناہ نہیں ہے، اس سلسلے میں وہ سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ میں کوئی فرق نہیں کرتے۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ یہ خیال بہت ہی ناسمجھی پر مبنی ہے، اگر سنتوں کا معاملہ اتنا ہی ہلکا ہوتا، جتنا کہ سمجھ لیا گیا ہے، تو پھر جناب رسول اللہ ﷺ کی ان بے شمار احادیث کا کیا مطلب سمجھا جائے گا؟ جن میں سنت پر عمل کرنے کی بے انتہا تاکید آئی ہے اور ترک سنت پر آنحضرت ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے؟ لہٰذا فقہائے امت نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو سامنے رکھ کر تجزیہ فرمایا اور امت کے لیے عمل کرنے میں سہولت کے لیے ان احکام شریعت کے درجات متعین فرمائے ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے اس بات کو ملحوظ رکھا کہ دین کے کس حکم پر آنحضرت ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ کرام کا عمل کس درجہ پابندی کا تھا، اس عمل کے ترک پر کوئی وعید اور ملامت ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس درجے کی ہے؟

سنت کا اہتمام دلیل محبت و ذریعہ نجات ہے

محققین کا کہنا ہے کہ فرائض اور واجبات پر عمل کرنا یہ اللہ تعالی کے ساتھ ہمارے قانونی

(۱) سنن الترمذی: ۴/ ۴۵۷

تعلق کا تقاضا ہے اور سنن و مستحبات پر عمل کرنا، حق تعالیٰ کے ساتھ ہماری محبت کے تعلق کا تقاضہ ہے، اس تعلق میں اضافہ کرنے اور اس کو بتدریج بڑھانا مطلوب شرعی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اتباعِ سنت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''أساس الخير متابعة النبى ﷺ فى قوله وفعله'' یعنی سب خوبیوں کی جڑ جناب رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے آپ کے قول میں بھی اور آپ کے فعل میں بھی۔(۱)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''إن السنة مثل سفينة نوح من ركبها نجى ومن تخلف غرق۔'' سنت کی پیروی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہوگیا اس نے نجات پائی اور جو رہ گیا وہ غرق ہوگیا، یعنی ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں گرگیا۔ (۲)

سنت سے محرومی کا انجام

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں: جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے، وہ سنت سے محرومی کی مصیبت میں مبتلا کیا جائے گا اور جو سنت میں سستی کرتا ہے اور اُسے ہلکا سمجھتا ہے، وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے اور اُسے خفیف سمجھتا ہے، وہ معرفتِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔

" من تهاون بالآداب عوقب بحرمان السنة، ومن تهاون بالسنة عوقب بحرمان الفرائض، ومن تهاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة۔"(۳)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: پھر وہ سنت قیامت تک اس

(۱) الفتح الربانی: ۴۳۸ مجلس: ۵۹

(۲) شمائل ص: ۴۳، فتاوی رحیمیہ: ۲/ ۱۹۴

(۳) تفسیر عزیزی: ۱/ ۹۸۴

کی طرف واپس نہیں کی جاتی، یعنی وہ اس سنت کی برکت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتی ہے۔(۱)

فائدہ.....: سید جمال الدینؒ سے منقول ہے کہ: اس میں حکمت یہ ہے کہ جس نے آدابِ سنت کی رعایت کی، مثلاً اس کا بیت الخلاء جانا بھی آدابِ سنت کے مطابق ہے تو خدا کی جانب سے یہ توفیق دی جاتی ہے کہ وہ اس سے اعلیٰ سنت پر عمل کرے، چنانچہ توفیق الٰہی کا وہی نور اعلیٰ مقامات کی طرف اس کی راہ نمائی کرتا رہتا ہے، آخر کار وہ منزلِ مقصود تک جا پہنچتا ہے اور جو شخص کسی معمولی سنت کو بھی ترک کرتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اندر یہ خامی پیدا ہو جاتی ہے، وہ دوسری اعلیٰ و افضل چیزوں کو بھی ترک کرتا رہتا ہے اور اس کی سلامتیِ قلب ترکِ سنت کی ظلمت میں پھنس کر تنزل کرتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ مقامِ مقامِ رَین وطبع تک جا گرتا ہے۔"(۲)

فائدہ.....: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس موقع پر بڑی اچھی بات کہی ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کسل و سستی کی وجہ سے سنت کو ترک کرنا ملامت و عقاب کا باعث ہے اور سنت کو ناقابل اعتناء سمجھ کر اس پر عمل کرنا معصیت اور عذابِ خداوندی کا سبب ہے اور سنت کا انکار بدعتی ہونے کا اظہار ہے۔(۳)

خلافِ سنت عمل کا انجام

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عید کے دن عید گاہ میں نمازِ عید سے پہلے ایک شخص کو نفل نماز پڑھنے سے روک دیا، اس نے کہا کہ: اے امیر المومنین! مجھے اُمید ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہ دے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

---

(۱) سنن دارمی: ۱/۴۵

(۲) مظاہرِ حق جدید: ۱/۲۱۶

(۳) مرقاۃ المفاتیح: ۱/۲۵۶

مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضور ﷺ نے جو کام نہیں کیا یا کرنے کی ترغیب نہیں دی ہے وہ کام عبث ہوگا اور بے کار اور بے فائدہ ہے، پس ڈر ہے کہ حضور ﷺ کے طریقے سے مخالفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔(۱)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو روز پکارتا ہے کہ کوئی سنت کے خلاف کرے گا تو اس کو حضور ﷺ کی شفاعت حاصل نہ ہوگی اور جو شخص سنت کے خلاف بدعت کو ایجاد کرتا ہے اس کی نسبت دوسرے گناہ گار سے ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ کی سلطنت کا تختہ اُلٹنے والا کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے کسی ایک حکم میں خلاف ورزی کرے تو بادشاہ کبھی تقصیر معاف کر دیتا ہے، مگر سلطنت کے درہم برہم کرنے والے کو معاف نہیں کرتا، یہی حال بدعت ایجاد کرنے والے کا ہے کہ وہ باغیِ سنت ہے۔'' (۲)

اتباعِ سنت سببِ قبولیت ہے

قطب الاقطاب حضرت حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: عمل کے مقبول ہونے کی تین شرائط ہیں:

۱-عقیدہ کا درست ہونا: ۲-حضور ﷺ کی سنت کی پیروی: ۳-اخلاص

جب عقیدے صحیح نہیں ہوں گے تو تمام نیکیاں برباد ہوجائیں گی اور اگر عقیدے صحیح ہوں، لیکن عمل میں اتباعِ سنت نہ ہو، وہ عمل ضائع ہوجائیں گے، کیونکہ ہر عمل میں اتباعِ سنت لازم ہے اور اگر عقیدے بھی درست ہوں، سنت کے مطابق ہوں، لیکن اخلاص نہ ہو تو وہ عمل بھی برباد ہوجائے گا، کیونکہ ریا عمل کو ختم کردیتا ہے۔(۳)

(۱) مجالس الابرار: ۱۲۹، فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۱۳۵

(۲) احیاء العلوم: ۱/۸۷

(۳) تحفۃ السالکین، : ۶۱۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فجر کی سنتوں کا اہتمام

حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفلوں میں سے کسی بھی نماز کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے جتنا فجر سے پہلے دو رکعتوں کا اہتمام فرماتے تھے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها، قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَيِ الفَجْرِ"(۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مغرب اور فجر کی سنتوں کا اہتمام

حضرت ابوجعفر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی مغرب کے بعد دو رکعتیں اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں نہیں چھوڑیں نہ سفر میں اور نہ حضر میں۔

"كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم لَا يَدَعُ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ، وَالرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الفَجْرِ، فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ"(۲)

ظہر کی سنتوں کی فضیلت

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ظہر کی فرض نماز سے پہلے کی چار رکعتوں (سنت مؤکدہ) کی پابندی کرے گا، تو اللہ تعالی اس پر آگ کو حرام کر دیں گے۔

"عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أُخْتِي أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: مَنْ حَافَظَ عَلَى أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ، وَأَرْبَعٍ بَعْدَهَا، حَرَّمَهُ اللهُ

---

(۱) صحیح البخاری، حدیث: ۱۱۲۹، کتاب التہجد / باب تعاہد رکعتی الفجر ومن سماہما تطوعا

(۲) المصنف لابن أبی شیبۃ، حدیث: ۳۹۵۲، کتاب الصلاۃ / رکعتا الفجر تصلیان فی السفر، مرسلاً

عَلَى النَّارِ"(۱)

عصر کی نماز سے پہلے کی سنتوں کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جو شخص عصر سے پہلے کی چار رکعتیں پڑھے گا، تو اس کو (جہنم کی) آگ نہیں چھوئے گی۔

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ العَاصِ، قَالَ :جِئْتُ وَرَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَاعِدٌ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ، فَأَدْرَكْتُ آخِرَ الحَدِيثِ، ورَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَقُولُ :مَنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ العَصْرِ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ، فَقُلْتُ بِيَدِي هَكَذَا - يُحَرِّكُ بِيَدِهِ - :إِنَّ هَذَا حَدِيثٌ جَيِّدٌ، فَقَالَ لِي عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ :لَمَا فَاتَكَ مِنْ صَدْرِ الحَدِيثِ أَجْوَدُ وَأَجْوَدُ، قُلْتُ : يَا ابْنَ الخَطَّابِ، فَهَاتِ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ :حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أَنَّهُ :مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الجَنَّةَ"(۲)

---

(۱) سنن الترمذی: ۱/ ۴۵۲، حدیث ۴۲۸، أبواب الصلاۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۲) المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث: ۲۵۸۰، وقال :لایُرْوَی ہذا الحدیث عن عبداللہ بن عمرو، عن عمرَ إلا بہذا الإسناد، تفرد بہ حجّاجٌ، وأوردہ الہیثمی فی "المجمع" وقال :رواہ الطبرانی فی الأوسط، وفیہ حجاج بن نصر، والأکثرون علی تضعیفہ۔ بحوالہ : دارالافتاء الاخلاص، بعنوان : سنتوں سے متعلق چند سوالات کے جوابات اور ایک غلط فہمی کا ازالہ (No-5828)

سنتِ فجر کی اہمیت

سنت ِفجر قرآن وحدیث کی روشنی میں

شریعت اسلامی نے مومن کو توحید کامل کے بعد ’’الصلوۃ عماد الدین‘‘ کا خطاب فرما کر نماز کی فرضیت کو لازم کیا ہے، جس کے بغیر ایمان کامل کی نفی فرمائی ہے، فرائض ’’صلوۃ خمسہ‘‘ کے علاوہ کچھ زائد نمازوں کو سنت ونوافل کی بھی ترغیب دی گئی ہے، جن کا اہتمام کرنے والوں کو ’’منعم علیه‘‘ میں شمار کیا گیا ’’اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالی نے انعام فرمایا۔

’’وَمَن يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَـئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِم‘‘(۱)

سنت فجر کی فضیلت قرآن کریم سے

سنت فجر کی تاکید وترغیبات جہاں احادیث میں تاکیدات آئی ہیں وہی پر قرآن کی تفاسیر میں بھی اُس کی تاکیدات لائی گئی ہیں۔

اور رات میں اسکی پاکی بیان کیجئے اور اس وقت بھی جب پلٹتے ہیں ستارے۔

’’وَمِنَ ٱلَّيۡلِ فَسَبِّحۡهُ وَإِدۡبَٰرَ ٱلنُّجُومِ‘‘۔(الطور: ۴۹)

(۱) علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں :

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا : ’’میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ہاں گزاری، پس آپ ﷺ نے ستاروں کے پلٹنے کے وقت نماز فجر سے پہلے والی دو مختصر سی رکعتیں اور نماز مغرب کے سجدوں کے بعد والی دو رکعتیں پڑھ لیں۔

’’عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :إِدْبَارُ النُّجُومِ الرَّكْعَتَانِ

(۱) سورہ نساء :۶۹

قَبْلَ الفَجْرِ، وَإِدْبَارُ السُّجُودِ الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ المَغْرِبِ"۔ (۱)

(۲) علامہ طبریؒ اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

حضرت قتادہؓ نے اس آیت کریمہ "إِدْبَارُ النُّجُومِ" کے متعلق فرمایا کہ "اس سے مراد نماز فجر سے پہلے والی دو رکعتین ہیں۔ (سنت فجر) اور اسی طرح حضرت علیؓ نے بھی "إِدْبَارُ النُّجُومِ" سے مراد سنت فجر ہی لی ہیں۔

"وَإِدْبَارَ النُّجُومِ" قَالَ: "رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ"۔

ومثله عن علي رضي الله عنه۔ (۲)

(۳) علامہ ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں:

کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (وادبار النجوم") کے متعلق صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت سے روایت کیا گیا ہے کہ اس سے مراد سنت فجر ہیں۔

" قَوْله تَعَالَى وَإِدْبَارَ النُّجُومِ رُوِيَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ أَنَّهُ رَكْعَتَا الْفَجْرِ"۔ (۳)

سنتِ فجر کی فضیلت

شریعت نے دن کے ابتدائی حصہ میں ایک نماز کو فرض ولازم کیا ہے تاکہ بندے فرض ادا کرتے ہوئے مزید زندگی ملنے پر شکر ادا کرسکیں، فجر کی فرض کی ادائیگی سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت سنت سے متعلق فضائل بیان فرمایا ہے۔

---

(۱) سنن الترمذی، باب: ومن سورۃ الطور ۵: ۳۹۲، الناشر مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۵ھ

(۲) مسند عبد الرزاق، سورة الطور، حديث :۳۰۱۹، تفسير الطبری، (الجامع فی تأويل القرآن، ۲۲/ ۴۹۱، مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى: ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

(۳) أحكام القرآن للجصاص، سورة الطور: ۵/ ۲۹۶، دار احياء التراث العربی، بيروت، تاريخ الطبع: ۱۴۰۵ھ۔

(۱) امی جان حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نوافل میں سب سے زیادہ فجر کی دو رکعت سنت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

"لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلَى رَكْعَتَيِ الفَجْرِ"۔(۱)

(۲) فجر کی دو رکعت سنت دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔

"رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا" (۲)

(۳) سنت فجر کی دو رکعتیں مجھے دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔

"لهما احب اليه من الدنيا و مافيها"۔(۳)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "حجۃ اللہ البالغۃ" میں فرماتے ہیں:

"إِنَّمَا كَانَتَا خيرا مِنْهَا لِأَن الدُّنْيَا فانية, وَنَعِيمهَا لَا يَخْلُو عَن كدر النصب و التعب, وثوابهما بَاقٍ غير كدر" (۴)

"سنت فجر کی دو رکعتیں دنیا ومافیہا سے اس لئے بہتر ہے کہ دنیا اور اس کی نعمتیں فنا پذیر ہیں نیز دنیا کی نعمتیں رنج وتعب کی آلودگی سے خالی نہیں ہوتیں، اور سنت فجر کا ثواب باقی و دائم رہنے والا ہے اور ہر رنج سے پاک ہے"۔

شارح طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کو اپنے اعراض ورنگ رنگینیوں پر محمول کیا جائے تو پھر جن لوگوں کے گمان میں یہ ہے کہ یہ چیزیں خیر ہیں تو اُن سے یہ دو رکعتیں ہی بہتر ہیں، یا

(۱) صحیح البخاری، باب تعاهد ركعتي الفجر و من سماهما تطوعا، حديث: ۱۱۹۶، دار طوق النجاة، الطبعة الاولى، ۱۴۲۲ھ۔

(۲) صحیح مسلم، باب فضل رکعتی الفجر، حدیث ۷۲۵:، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۳) صحیح مسلم: ۲۵۱/۱

(۴) حجۃ اللہ البالغۃ، لشاہ ولی اللہ الدہلوی، النوافل ۲/:۲۳، دار الجیل، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی: ۱۴۲۶ھ، ۲۰۰۵م۔

یہ کہنا مقصود ہے کہ حقیقت کی نگاہ رکھنے والے دیکھ لیں کونسی چیز بہتر ہے۔

"إِنْ حَمَلَ الدُّنْيَا عَلَى أَعْرَاضِهَا وَزَهْرَتِهَا، فَالْخَيْرُ إِمَّا مُجْرًى عَلَى زَعْمِ مَنْ يَرَى فِيهَا خَيْرًا، أَوْ يَكُونُ مِنْ بَابِ :أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَقَامًا"(۱)

امام زرقانیؒ "شرح مواہب" میں فرماتے ہیں :

"أي متاعها الصرف فلا يرد أن من جملة متاعها الفجر، فإن قيل :لا خصوصية للفجر بل تسبيحة أو تكبيرة خير فضلا عن ركعين نافلة فضلا عن ركعتي الفجر، أجاب الأبي بأن الخصوصية مزية النص عليهما دون غيرهما، فإنه يدل على تأكيدهما وكونهما خيرا من الدنيا لا يقتضي ذم الدنيا"(۲)

سنت فجر کی دو رکعتیں دنیا و متاع دنیا سے بہتر ہیں، متاع سے خالص دنیاوی متاع مراد ہے، اس لئے یہ اشکال وارد نہیں ہوسکتا کہ سنت فجر بھی تو من جملہ متاع دنیا ہی ہے۔

ایک اشکال کا حل

اگر کوئی کہے کہ سنت فجر کی کیا خصوصیت ہے، تسبیح وتکبیر وغیرہ بھی دنیا ومتاع دنیا سے بہتر ہیں چہ جائیکہ دو رکعت نفل، اور سنت کے دو رکعتیں کی تو بات ہی اور ہے، تو جواب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے، لیکن ان سب کے بارے میں کسی نص میں اس کی تصریح وارد نہیں ہے کہ یہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہیں، اور سنت فجر کے بارے میں اس کی تصریح ہے یہی اس کی

---

(۱)مرقاۃ المفاتیح،شر ح مشکاۃ المصابیح، لملا علی القاری،باب السنن وفضائلها، حدیث:۳،۱۱۶۴/ ۸۹۲،دار الفکر،بیروت،الطبعۃالاول :۱۴۲۲ھ،۲۰۰۲م۔

(۲)شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقی الرزقانی: ۱۱/ ۳۹، دار الکتب العلمیة،بیروت،الطبعۃالأولی :۱۴۱۷ھ،۱۹۹۶م

خصوصیت ہے کیونکہ یہ تصریح اس کے موکد ہونے پر دلالت کرتی ہے، فرماتے ہیں کہ : سنت فجر کو دنیا سے بہتر قرار دینے سے دنیا کی مطلقاً مذمت لازم نہیں آتی"۔

(۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لاَ يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الغَدَاةِ"۔[1]

(۵) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

"قل ھو اللہ احد" ثلث قرآن کے اور "قل یا ایھا الکافرون" ربع قرآن کے برابر ہے ، رسول اللہ ﷺ ان دونوں سورتوں کو سنت فجر میں پڑھا کرتے تھے ، اور فرماتے تھے : سنت فجر کی دو رکعتوں میں زمانہ کی فضیلتیں ہیں۔

"قَالَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ-: "قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ، وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تَعْدِلُ رُبُعَ الْقُرْآنِ" وَكَانَ يَقْرَأُ بِهِمَا فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، وَقَالَ: "هَاتَانِ الرَّكْعَتَانِ فِيهِمَا رَغَبُ الدَّهْرِ"۔[2]

سنت فجر کی اہمیت

(۱) نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعت اور فجر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنا نہیں

([1]) صحیح البخاری، باب الرکعتین قبل الظهر، حدیث : ۱۱۸۲، دار طوق النجاة، الطبعة الاولی : ۱۳۲۲ھ۔

([2]) المعجم الکبیر للطبرانی، مجاہد عن ابن عمر، حدیث ۱۳۴۹۳ : مجمع الزوائد، ومنبع الفوائد، بابٌ فی رکعتی الفجر، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں، امام ترمذی نے اس کی فجر کی رکعت میں تلاوت کی بات کہی ہے، اس کو طبرانی نے کبیر میں ابو یعلی نے اس طرح نقل کیا ہے، اور فرماتے ہیں، ابو محمد ابن عمر، سے روایت کرتے ہیں، طبرانی کہتے ہیں : مجاہد سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

چھوڑتے تھے۔

"أَنَ لاَيَدَعُ أَرْبَعًا قَبلَ الظُّهرِ، وَرَكْعَتَينِ قَبلَ الغَدَاةِ"(۱)

فجر کی سنتوں کو نہ چھوڑو اس لئے کہ اس میں مرغوبات ہیں یعنی اجرِ عظیم وثواب جزیل ہے جن کی خواہش کی جاتی ہے۔

(۲)" لَا تَدَعَنَّ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَإِنَّ فِيهِمَا الرَّغَائِبَ"(۲)

حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے حجرہ کے پاس گئے آپ ﷺ کو نماز کیلئے آنے کی خبر دیں، تو حضرت عائشہؓ نے حضرت بلالؓ کو مشغول کرلیا ان سے کچھ دریافت کرنے لگیں، حتی کہ دیر ہوگئی اور فجر بہت روشنی ہوگئی، حضرت بلالؓ نے مکرر خبر دی، آپ ﷺ دیر سے تشریف لائے اور فرمایا کہ: میں سنت فجر کی دو رکعتیں پڑھنے لگا تھا، حضرت بلالؓ نے کہا کہ بہت تاخیر ہوگئی ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس سے بھی زیادہ دیر ہوتی تب بھی میں سنت فجر کی دو رکعتیں ضرور پڑھتا اور اچھی طرح اطمینان سے پڑھتا۔

فَقَالَ :"إِنِّي كُنْتُ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَقَالَ :يَارَسُولَ اللهِ، إِنَّك أَصْبَحْتَ جِدًّا، قَالَ:لَوْ أَصْبَحْتُ أَكْثَرَ مِمَّا أَصْبَحْتُ لَرَكَعْتُهُمَا، وَأَحْسَنْتُهُمَا، وَأَجْمَلْتُهُمَا"۔(۳)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سنت فجر کی دو رکعتیں ترک نہیں فرماتے تھے نہ سفر میں نہ حضر میں، نہ صحت میں نہ بیماری میں۔

---

(۱) صحيح البخاری، باب الركعتين قبل الظهر، حديث :۱۱۸۲، دار طوق النجاة، الطبعة الاولى : ۱۴۲۲ھ۔

(۲)المعجم الاوسط، باب من اسمه ابراهيم، حديث: ۲۹۵۹۔

(۳)ابوداود، باب فی تخفیفهما، حدیث ۱۲۵۷ :علامہ نووی فرماتے اس کو ابوداود نے سند حسن کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ خلاصة الاحکام، النووی، ۱/ ۵۳۳، مؤسسة الرسالة، لبنان، بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۱۸ھ :۱۹۹۷م۔

"عن عائشة رضی اللہ عنہا کَانَ لاَیَدَ عُ رَکْعَتي الْفَجْرِ فِي السَّفَرِ وَلاَ فِي الحضَرِ وَلاَفِي الصَّحَّةِ وَلاَفِي السَّقَم"۔(۱)

حضرت عائشہؓ کے پاس کسی کو بھیج کر دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نفل نمازوں کے بارے میں بتائیں تو حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ : بعض نوافل کے بارے میں معمول یہ تھا کہ پڑھتے بھی تھے اور ترک بھی کردیتے تھے لیکن میں نے یہ نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ فجر سے پہلے دو رکعت سنت ترک کی ہو نہ حضر میں نہ سفر میں نہ صحت کی حالت میں نہ بیماری کی حالت میں۔

"کَانَ یُصَلِّي وَیَدَ عُ، وَلکِنْ لَمْ أَرَهُ تَرَكَ الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الْفَجْرِ، فِي سَفَرٍ وَلَا حَضَرٍ، وَلَا صِحَّةٍ وَلَا سُقْمٍ"۔(۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ : سنت فجر کی دو رکعتیں کو ترک نہ کرو کیونکہ ان کے اندر بڑی فضیلتیں 'رغائب' ہیں۔

"لاتترکوا رکعتی الفجر فان فیھا الرغائب"۔(۳)

نبی ﷺ نے فرمایا فجر کی دو رکعت سنت نہ چھوڑو اگرچہ تمہاری یہ حالت ہو کہ گھوڑے تم کو دوڑا رہے ہیں۔

"لَا تَدَعُوهُمَا، وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُلَا تَدَعُوهُمَا، وَإِنْ

---

(۱)فتح الکبیر فی ضم الزیادة إلی الجامع الصغیر، للسیوطی، ۳۵۰/۲، دار الفکر، بروت، الطبعة الاولی:۲۰۰۳، ۱۴۲۳م۔

(۲)المعجم الاوسط

(۳)المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، حدیث ۷۴۵۷:، امام طبرانی فرماتے ہیں اس روایت کو ہدبۃ بن منہال سے صرف ابو ہمام روایت کرتے ہیں۔

طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ''(۱)

طرد خیل کا معنی: فرمان رسول ﷺ ''وان طردتکم الخیل'' (اگر چہ گھوڑے تمہیں دوڑا رہے ہوں) کا معنی علامہ عینی نے ''شرح ہدایہ'' میں یہ بیان کیا ہے یعنی دشمن کی فوج دوڑا رہی ہو۔

اور علامہ عزیزیؒ نے ''سراج منیر'' میں لکھا ہے: ''دشمنان اسلام کفار وغیرہ کی گھوڑ سوار فوج تعاقب کر رہی ہو'' مطلب یہ کہ تم سنت فجر کی دو رکعتیں بہر حال پڑھو خواہ تم پیادہ ہو یا سوار ہو، تمہارا رخ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو، رکوع وسجود اشارہ سے کرو، سجدہ کے لئے رکوع سے زیادہ جھکاؤ ہو، مگر سنت فجر کو چھوڑو نہیں۔

مت چھوڑو تم ان دو رکعتوں کو اگر چہ تم کو لشکر جہاد میں جانے والا دھکیل رہا ہو کہ جلدی چلو یعنی کیساتھ ہی عجلت کا وقت ہو پھر ان کو نہ چھوڑا جائے۔ خیل تو گھوڑے کو کہتے ہیں مگر اس کا اطلاق گھوڑے سوار پر بھی ہوتا ہے، یہاں مراد گھوڑے سوار قافلہ ہے دوسرے معنی حدیث کے یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ خیل سے مراد خیل عدو ہے یعنی اگر چہ دشمن کا لشکر تم کو دھکیل رہا ہو یعنی تمہاری اور اس کی دھکا پیل ہو رہی ہو پھر بھی ان سنتوں کو ترک نہ کرو۔(۲)

---

(۱) رواہ ابو داؤد، باب رکعتی الفجر ۱/۱۷۹، حدیث :۱۲۵۸

ابو داؤد میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لا تدعو رکعتی الفجر وان طردتکم الخیل، اس حدیث کے ایک راوی ابن سیلان ہیں، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، محدثین کے نزدیک ابن سیلان کی تعیین میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک اس سے مراد جابر بن سیلان ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ عبد ربہ ابن سیلان مراد ہیں، جن محدثین نے بھی اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے، وہ ابن سیلان کے مجہول ہونے کی وجہ سے لگایا ہے؛ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر) (گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) لیکن ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں لکھا ہے کہ ابن سیلان سے مراد عبد ربہ ابن سیلان ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث :۶۳۲۴، لہذا جہالت مرتفع ہوگئی اور حافظ ابن حجرؒ کے بقول عبد ربہ ابن سلان مقبول درجہ کے راوی ہیں، لہذا حدیث حسن درجہ کی ہوگی، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس پر حسن ہی کا حکم لگایا ہے۔ دیکھیے: (فیض القدیر للمناوی، حدیث :۹۷۶

(۲) الدر المنضود علی سنن ابوداود، ج:۲، ص:۵۱۶،

مذکورہ احادیث سنت فجر کی فضیلت واہمیت معلوم ہوتی ہے، فضیلتوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اتنی پابندی فرمایا کرتے تھے کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا، جیسا امی جان عائشہؓ فرماتی ہے کہ حضور ﷺ سفر وحضر بیماری اور بہت تاخیر کے باوجود فجر کا ناغہ فرمایا کرتے تھے۔

سنت فجر کی فضیلت آثار صحابہؓ وتابعینؒ کی روشنی میں

سنت فجر کی مفسرین ومحدثین کی روشنی میں احادیث اقوال گزرچکے ہیں :اب چند وہ اقوال جو صحابہؓ سے منقول ذکر کئے جارہیں ہے :

حضرت قتادہؒ فرمایا کہ ہمارے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا گیا کہ عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے کہ : ''سنت فجر پڑھنا مجھے سرخ اُونٹوں کے ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔

(۱)'' وذُكر لنا أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان يقول :

لهما أحبّ إليّ من حُمُر النَّعَم''۔(۱)

عرب میں سرخ اُونٹ بہت زیادہ قیمتی ہوا کرتی تھے اس لئے سرخ اُونٹوں کو احادیث میں یا آثار وغیرہ میں اس قیمتی ہونے کی وجہ سے مثال میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ مخاطب کو اس عمل کی قیمت معلوم ہوجائے کہ جو عمل وہ کررہا ہے وہ ان اُنٹوں سے بھی عند اللہ زیادہ قیمتی ہے، اسی طرح اس مثال میں بھی ہے کہ سرخ اُونٹ ملنے سے صبح کی سنتیں چھوٹ جاتی ہوتو میں اُونٹوں کے بجائے فجر کی سنتوں کو ترجیح دونگا اور سرخ اُونٹوں کے ملنے کو چھوڑ دونگا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ : ''سنت فجر کی حفاظت صرف اواب (یعنی اللہ کے طرف زیادہ رجوع کرنے والا) ہی کرسکتا ہے۔

'' عن ابی هريرة ﷺ قال '' لايحافظ على ركعتى الفجر الا

---

(۱) التفسیر الطبری، جامع البیان فی تأویل القرآن ۲۲ :۴۹۱/۷، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطبعة الاولی ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م

اواب"(۱)

(۳) حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ : مجھے میرے خلیل کے تین چیزوں پر پابندی کرنے کی وصیت کی ہے : "ہر مہینہ تین روزے رکھنا، سونے سے پہلے وتر پڑھنے کا اہتمام کرنا، اور سنت فجر پڑھنے ۔

"أوصانی خلیلی ﷺ بثلا :بصوم ثلاثة ایام من کل شهر والوتر قبل النوم وکعتی الفجر"۔(۲)

(۴) حضرت مہاجر بن قطبیہؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عبد اللہ بن ابی ربیعہؒ سے سنت فجر چھوٹ گئے تو (بطور کفارہ کے) ایک غلام کو آزاد کر دیا۔(۳)

(۵) حضرت عبد الرحمن بن عمر والا وزاعیؒ نے عروہ بن رویمؒ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ : جس نے سنت فجر پڑھ لئے اور پھر نماز فجر کو جماعت کے کیساتھ پڑھا تو اس دن اسکی نماز اوابین کی نمازوں میں لکھ دی جاتی ہے، اور اس کا نام اس دن متقین کے وفد میں لکھا جاتا ہے۔

"مَنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَصَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ كُتِبَتْ صَلَاتُهُ يَوْمئذٍ فِي صَلَاةِ الْأَوَّابِينَ، وَكُتِبَ يَوْمَئِذٍ فِي وَفْدِ الْمُتَقِينَ"(۴)

(۱) شعب الایمان للبیهقی، فضل الأذان والإقامة للصلاة المکتوبة، وفضل المؤذنین، حدیث: ۲۸۰۲، کنز العمال، فی أحکام الصلاة الخارجة، حدیث :۱۹۳۲۹۔

(۲) مجمع الزوائد، باب رکعتی الفجر، حدیث ۳۳۰۱ :،علامہ ہیثمی فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں اس کو ابو داود نے روایت کیا ہے، اس ان کے اس قول کے "ورکعتی الفجر" اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۳) مصنف عبد الرزاق، باب ماجاء فی رکعتی الفجر من الفضل، حدیث ۴۷۸۰:

(۴) مصنف عبد الرزاق، باب ماجاء فی رکعتی الفجر من الفضل، حدیث ۴۷۸۳:

تحقیق حدیث : نمازِ فجر کی سنتیں گھر میں ادا کرنے کی فضیلت

سنتِ فجر کی فضیلت سے متعلق حدیث کافی رائج ہے حتی کہ ’’خاتمہ بالخیر کا عجیب نسخہ‘‘ کے عنوان سے بھی مشہور ہے کہ ’’جس نے نماز فجر کی سنتیں گھر میں ادا کیں تو اس کے رزق میں کشادگی آتی ہے، اس کے اور گھر والوں کے درمیان جھگڑے اور تنازعات کم ہو جاتے ہیں اور ایمان پر خاتمہ نصیب ہوتا ہے۔

’’من صلى سنة الفجر في بيته يوسع له في رزقه وتقل المنازعة بينه وبين أهله ويختم له بالإيمان‘‘(مراقی الفلاح مع المطاری)

تبصرہ: کتب احادیث سے مذکورہ حدیث کا کوئی معتبر ثبوت نہیں ملتا، حتی کہ کسی کمزور سند سے بھی یہ ثابت نہیں، بلکہ حضرت علامہ سخاوی رحمہ اللہ سے جب اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ ’’یہ بے اصل ہے‘‘

دوسری بات یہ کہ ’’مراقی الفلاح‘‘ فقہ کی کتاب ہے، لہذا کسی بھی فقہ کی کتاب میں کسی روایت کا موجود ہونا بطورِ حوالہ کافی نہیں ہوتا، بلکہ حدیث کی کسی مستند کتاب میں اس روایت کا موجود ہونا ضروری ہے۔(۱)

جہاں تک نماز فجر یا دیگر نمازوں کی سنتوں کو گھر میں ادا کرنے کا مسئلہ ہے تو وہ ایک الگ بحث ہے کہ سنت فجر کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا معمول یہی تھا کہ آپ ان کو گھر میں پڑھا کرتے تھے، لہذا بہتر یہ ہے کہ فجر کی سنتیں گھر میں پڑھی جائیں؛ تفصیل اپنے موقع مذکور ہے، لہذا اس کو حدیث سمجھنے اور اس کو حدیث کہہ کر آگے بیان اور شیئر کرنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

---

(۱) الأجوبة المرضية: ۳/ ۹۱۶، خلاصة حكم المحدث: لا أصل له

حضرت جبرئیل کا دو رکعت پڑھنا

عوام میں یہ حدیث مشہور ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی خواہش ظاہر کی کہ میں تیری عبادت کرنا چاہتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: کرلو! تو حضرت جبرائیلؑ نے دو رکعات نماز کی نیت باندھ لی اور بہت ہی اہتمام کے ساتھ نماز ادا کی، اور اس قدر طویل ادا کی کہ چالیس سال کے بعد سلام پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ اہتمام دیکھ کر فرمایا کہ: تم نے بہت اچھی نماز ادا کی؛ لیکن ایک ایسی امت آنے والی ہے جس کی فجر کی دو رکعات سنتیں تیری ان طویل دو رکعات سے بھی افضل ہوں گی۔

"لمّا خلق اللهُ -تعالى- جبرائيل -عليه السّلام- على أحسن صورةٍ، وجعل له ستُّ مائة جناحٍ، طُول كلِّ جناحٍ ما بين المشرق والمغرب، نظر إلى نفسه فقال(أي جبريل): إلهي! هل خلقتَ أحسن صورةً منّي؟ فقال الله -تعالى-:لا، فقام جبرائيل وصلّى ركعتين شُكراً لله -تعالى-، فقام في كلِّ ركعةٍ عشرين ألفَ سنةٍ، فلّما فرغ من الصّلاة قال الله -تعالى-:ياجبرائيل! عبدتَني حقَّ عبادتي، ولا يعبدُ في أحدٍ مثلَ عبادتِك، لكنْ يجيئُ في آخر الزَّمان نبيٌّ كريمٌ حبيبٌ إليَّ، يُقال له محمّد، وله أمّةٌ ضعيفةٌ مُذنبةٌ، يصلّون ركعتين مع سَهوٍ ونُقصانٍ في ساعةٍ يسيرةٍ وأفكارٍ كثيرةٍ وذُنوبٍ كبيرةٍ، فوعزَّتي وجلالي، إنّ صلاتَهم أحبُ إليَّ من صلاتِك؛ لأنّ صلاتَهم بأمريْ وأنت صلَّيتَ بغير أمريْ. قال جبرائيل: ما أعطيتهم في مُقابلة عبادتِهم؟ فقال اللهُ -تعالى-:أعطيتَهم جنّةَ المأوى، فاستأذنَ من الله -تعالى- أن يراها، فإذن اللهُ-

تعالى- له، فأتى جبرائيل وفتح جميعَ أجنحتِه ثمّ طار، فكُلّما فتح جناحين قطع مسيرةَ ثلاثة آلاف سنةٍ، وكُلّما ضمّ قطع مثلَ ذلك، فطار على هذا ثلاث مائة عامٍ فعجِز ونزل في ظِلّ شجرةٍ، وسجد لله-تعالى- فقال في سجوده :إلهي! هل بلغتُ نصفَها أو ثُلثَها أو رُبعَها؟ فقال الله- تعالى- : ياجبرائيل! لو طِرتَ ثلاث مائة ألف سنةٍ، ولو أعطيتُك قوّة مثلَ قوّتِك وأجنِحةً مثلَ أجنِحتِك، فطِرتَ مثلَ ما طِرتَ لا تصِلُ إلى عُشرٍ من أعشارِ ما أعطيتُه لأمّة محمّد في مُقابلة ركعتين من صلاتهم"(۱)

تبصرہ: مذکورہ احادیث کا حضور اقدس ﷺ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس کو حدیث سمجھنے اور اس کو بیان کرنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔(۲)

یہ حدیث الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ "درة الناصحين في الوعظ والارشاد" میں کسی سند کے بغیر مذکور ہے؛ لہذا جب تک کسی معتبر سند سے اس کا ثبوت نہ مل جائے، اسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنے سے احتراز کیا جائے۔(۳)

---

(۱) مشکوۃ الأنوار، بحوالہ: درۃ الناصحین فی الوعظ والارشاد: ۱/ ۶۹ ط: مطبع مجتبائی

(۲) علمی و اصلاحی رسائل: ۲/ ۱۳۳

(۳) دار الافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، فتوی نمبر: 144108201533

سنتِ فجر کے احکام

اس فصل میں سنت فجر سے متعلق ۱۳؍ مسائل ہیں

(۱) سنت فجر کا حکم

سنت فجر کی تاکید واہمیت سے متعلق وارد انہی احادیث کی بنا پر اس کے حکم کے بارے میں ائمہ عظام کی رائیں مختلف ہیں، چناں چہ بعض ائمہ جیسے امام حسن بصریؒ کا مذہب یہ ہے کہ سنت فجر واجب ہے اور امام حسن بن زیادہ کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ بھی یہی منقول ہے، چناں چہ امام صاحب کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی بلاعذر بیٹھ کر سنت فجر پڑھے گا تو یہ اس کے لئے کافی نہیں ہے، نماز ادا نہیں ہوگی، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "فتح الباری شرح صحیح البخاری" میں حدیث عائشہؓ "لَمْ يَكُنْ يَدَعُهُمَا" کے تحت لکھا ہے کہ "یہ حدیث ان لوگوں کا مستدل ہے جو وجوب سنت فجر کے قائل ہیں۔(۱)

امام حسن بصریؒ سے یہی منقول ہے، ابن ابی شیبہ نے ان سے یہی روایت کیا ہے کہ وہ فجر سے پہلے دو رکعت سنت ِفجر کے واجب ہونے کی رائے رکھتے تھے۔(۲) ابوغسان نے امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہی منقول کیا ہے "الجامع المحبوبی" میں حسن بن زیاد سے ان کا یہ قول منقول ہے کہ اگر کوئی بلاعذر سنت ِفجر کی دو رکعت بیٹھ کر پڑھے گا تو یہ اس کے لئے کافی نہیں یعنی نماز ادا نہیں ہوگی۔ "وَفِي جَامِعِ الْمَحْبُوبِيِّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لَوْ صَلَّاهُمَا قَاعِدًا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ لَمْ يَجُزْ"(۳)

علامہ شوکانیؒ کا رجحان بھی وجوب ہی کی طرف ہے، چنانچہ انہوں نے "نیل الاوطار" میں حدیث ابوہریرہؓ کے تحت لکھا ہے کہ "یہ وجوب سنت فجر کی مقتضی ہے، کیونکہ ترک سنت فجر کی نہی وارد ہے، اور نہی کی حقیقت تحریم ہے، اور جس کا ترک حرام ہو اور اس کا کرنا واجب

(۱) فتح الباری، قولہ باب الضجعة ۳: ۴۳/، دارالمعرفة، بیروت، ۱۳۷۹

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، فی رکعتی الفجر، حدیث ۶۳۳۱ :

(۳) البناية شرح الهداية، باب النوافل، عدد ركعات التطوع المرتبطة بالصلوات وكيفيتهما : ۵۰۶/۲، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى : ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م۔

ہوگا، خاص کر بایں صورت کی سنت فجر کے بارے میں " وان طردتکم الخیل "جیسی سخت تاکید وارد ہے، ایسی سخت حالت میں بھی سنت فجر کو چھوڑنے کی نہی وممانعت ہے، بعض شافعیہ کا بھی ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ وتر اور سنت فجر فضیلت میں برابر ہیں۔

"وَالْحَدِيثُ يَقْتَضِي وُجُوبَ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ؛ لِأَنَّ النَّهْيَ عَنْ تَرْكِهِمَا حَقِيقَةٌ فِي التَّحْرِيمِ، وَمَا كَانَ تَرْكُهُ حَرَامًا كَانَ فِعْلُهُ وَاجِبًا، وَلَا سِيَّمَا مَعَ تَعْقِيبِ ذَلِكَ بِقَوْلِهِ: "وَلَوْ طَرَدَتْكُمْ الْخَيْلُ" فَإِنَّ النَّهْيَ عَنْ التَّرْكِ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْحَالَةِ الشَّدِيدَةِ الَّتِي يُبَاحُ لِأَجْلِهَا كَثِيرٌ مِنْ الْوَاجِبَاتِ مِنْ الْأَدِلَّةِ الدَّالَّةِ عَلَى مَا ذَهَبَ إلَيْهِ الْحَسَنُ مِنْ الْوُجُوبِ"(۱)

امام حافظ ابن القیمؒ نے "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" میں تحریر فرمایا ہے کہ "فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ سنت ِفجر اور وتر میں کون زیادہ موکد ہے، بعض فقہاء نے سنت فجر کو موکد قرار دیا ہے تو بعض نے وتر کو، اور محض اس بناء پر کہ وجوب وتر کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور بعض فقہاء اس کو واجب بھی کہتے ہیں، وتر کے موکد تر ہونے کو ترجیح نہیں دی جاسکتی کیوں کہ وتر کی طرح سنت ِفجر میں بھی اختلاف ہے اور بعض ائمہ وفقہاء اس کو بھی واجب کہتے ہیں"۔

"وَقَدِ اخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ: أَيُّ الصَّلَاتَيْنِ آكَدُ سُنَّةُ الْفَجْرِ أَوِ الْوِتْرُ؟ عَلَى قَوْلَيْنِ: وَلَا يُمْكِنُ التَّرْجِيحُ بِاخْتِلَافِ الْفُقَهَاءِ فِي وُجُوبِ الْوِتْرِ، فَقَدِ اخْتَلَفُوا أَيْضًا فِي وُجُوبِ سُنَّةِ الْفَجْرِ"(۲)

---

(۱) نیل الأوطار للشوکانی، باب رکعتی الفجر وتخفیف قرائتهما: ۲۶/۳، دار الحدیث، مصر، الطبعة الاولی: ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳م۔

(۲) زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ابن القیم، فی ھدیه ﷺ فی السنن والرواتب: ۳۰۶/۱، مؤسسة الرسالة، بیروت

امام محی الدین نووی ؒ نے ''المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج'' میں فرمایا کہ'' قاضی عیاض نے امام حسن بصری سے وجوب سنت ِفجر کا قول نقل کیا ہے''

''وَحَکَی الْقَاضِي عِیَاضٌ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی وُجُوبَھُمَا''(۱)

ایسے ہی ''ارشاد الساری'' للقسطلا نی میں بھی ہے کہ ''حسن بصری وجوب سنت ِفجر کے قائل ہیں جیسا کہ ان سے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔''

''واستدلّ به القائل بالوجوب، وهو مروي عن الحسن البصري، کما أخرجه عن ابن أبي شیبة''(۲)

قاضی فقیہ ابو بکر محمد بن البخاری نے ''فتاویٰ ظہیریہ'' میں فرمایا کہ ''سنت ِفجر کو بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ سنت ِفجر واجب ہے۔'' ایسا ہی فقیہ محمد بن محمد کردی بزاز نے ''فتاویٰ بزازیہ'' میں لکھا ہے۔

علامہ بدرالدین عینیؒ نے ''بنایہ شرح ہدایہ'' میں بیان کیا ہے کہ مولف ہدایہ مرغینانی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے سنت فجر کو واجب کہا ہے۔

''ولھذا ذکر المرغیناني عن أبي حنیفة أنھا واجبة''(۳)

فقیہ علاء الدین حصکفیؒ نے ''درمختار'' میں بیان کیا ہے کہ ''ایک قول سنت ِفجر کے وجوب کا بھی ہے بنا بریں بالاتفاق علی الاصح سنت ِفجر بلا عذر بیٹھ کر یا سواری پر پڑھنا جائز نہ ہوگا،

---

(۱) المنہاج فی شرح صحیح مسلم، باب استحباب ۶: ۵/، داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۲ھ

(۲) ارشاد الساری لشرح البخاری، للقسطلانی، باب المداومة علی رکعتی الفجر: ۳۳۱/۲، المطبعة الکبری، مصر، الطبعة السابعة، ۱۳۲۳ھ۔ باب فضل رکعتی الفجر، ۵/۶، دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعةالثانیة، ۱۳۹۲ھ

(۳) البنایة شرح الهدایة، باب النوافل، عدد رکعات التطوع المرتبطة بالصلوات وکیفیتهما: ۵۰۶/۲، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعةالأولی: ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰م۔

اور نہ کسی عالم کے لئے جو فتاویٰ کے سلسلہ میں مرجع ہو یہ جائز ہوگا کہ وہ سنتِ فجر کبھی چھوڑ دے، ''اور فقیہ ابن عابدین شامیؒ ''درمختار'' کے حاشیہ ''رد المحتار'' (معروف بہ شامی) میں فرمایا کہ'' البحرائق'' میں (مولف ابن نجیم مصری) کے کلام کا میلان بھی اسی طرف ہے، چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ ''اس مسئلہ میں فقہاء کا کلام سنتِ فجر کت وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

''(وَ) السُّنَنُ (آكَدُهَا سُنَّةُ الْفَجْرِ) اتِّفَاقًا، ثُمَّ الْأَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ فِي الْأَصَحِّ، لِحَدِيثِ ''مَنْ تَرَكَهَا لَمْ تَنَلْهُ شَفَاعَتِي'' ثُمَّ الْكُلُّ سَوَاءٌ (وَقِيلَ بِوُجُوبِهَا، فَلَا تَجُوزُ صَلَاتُهَا قَاعِدًا) وَلَا رَاكِبًا اتِّفَاقًا (بِلَا عُذْرٍ) عَلَى الْأَصَحِّ، وَلَا يَجُوزُ تَرْكُهَا لِعَالِمٍ صَارَ مَرْجِعًا فِي الْفَتَاوَى (بِخِلَافِ بَاقِي السُّنَنِ) فَلَهُ تَرْكُهَا لِحَاجَةِ النَّاسِ إلَى فَتْوَاهُ (وَيُخْشَى الْكُفْرُ عَلَى مُنْكِرِهَا وَتُقْضَى) إذَا فَاتَتْ مَعَهُ، بِخِلَافِ الْبَاقِي،'' (قُلْت :وَإِلَيْهِ يَمِيلُ كَلَامُ الْبَحْرِ، حَيْثُ قَالَ :وَقَدْ ذَكَرُوا مَا يَدُلُّ عَلَى وُجُوبِهَا) (۱)

علامہ شیخ سلام اللہ ''المحلی بحل اسرار الموطا'' میں تحریر فرماتے ہیں : ''وتر کے بعد سنتِ فجر بالاتفاق تمام سنن موکدہ ہے، اور ''خلاصہ'' میں جو یہ مذکورہ ہے کہ ''اس پر (فقہائے احناف کا) اجماع ہے کہ سنت فجر بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے'' تو یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔''

''وَسُنَّةُ الْفَجْرِ لَا تَجُوزُ قَاعِدًا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ بِإِجْمَاعِهِمْ كَمَا هُوَ رِوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ كَمَا صَرَّحَ بِهِ فِي الْخُلَاصَةِ''(۲)

---

(۱)رد المحتار علی الدر المختار حاشیۃ ابن عابدین :۲/ ۱۵، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ : ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲م۔

(۲)رد المحتار علی الدر المختار حاشیۃ ابن عابدین: ۱/ ۴۴۵، دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ : ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲م۔

جمہور اہل علم کا مذہب

فجر کے بارے میں جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ وہ واجب نہیں ہے بلکہ جملہ سنن مؤکدہ میں سب سے موکدہ ترین سنت ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے اسے کبھی تطوع کہا، سنت کہا جیسا ام حبیبہؓ اور عائشہ صدیقہؓ کی حدیثوں میں وارد ہے، نیز حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ''علی شی من النوافل'' وارد ہے، امام ابن دقیق العید نے حدیث عائشہ ''لم یکن رسول ﷺ عی شی من النوافل''۔۔۔۔الخ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اس کے اندر اس امر کی دلیل ہے کہ سنتِ فجر موکدہ اور فضیلت میں بلند درجہ ہے۔

''فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى تَأَكُّدِ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ، وَعُلُوِّ مَرْتَبَتِهِمَا فِي الْفَضِيلَةِ''۔ (یعنی واجب نہیں)(۱)

امام نووی ؒ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: ''اس حدیث کے اندر ہمارے لئے یہ دلیل ہے کہ دوگانہ سنت فجر عظیم الفضیلت ہے اور یہ کہ وہ سنت ہے واجب نہیں ہے، اور یہی جمہور علماء کا قول ہے، قاضی عیاض نے امام حسن بصری ؒ سے وجوب کا قول نقل کیا ہے، لیکن صحیح عدم وجوب کا قول ہے، کیونکہ خود حضرت عائشہؓ نے اسے نوافل میں سے کہا ہے، ساتھ ہی نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی عدم وجوب کی دلیل ہے، کہ ایک سائل سے آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے اوپر شب و روز میں پانچ وقت کی نماز یں ہیں تو اس نے دریافت کیا، کیا میرے اوپر اس پانچ کے علاوہ بھی کوئی نماز فرض ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ'' نہیں الا یہ کہ تم تطوع نفل پڑھو، معلوم ہوا کہ سنت فجر بھی فرض کے علاوہ ہے فرض نہیں تطوع ہے۔(۲)

---

(۱)إحكام الإحكام شرح عمدة الأحكام لابن دقيق العيد، ركعتا الفجر: ۱/۲۰۲، مطبعة السنة المحمدية۔

(۲)المنہاج فی شرح صحیح مسلم، باب استحباب ۶: ۵/، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۲ھ

حافظ ابن ''فتح الباری'' میں حدیث عائشہؓ ''وَلَمْ یَکُنْ یَدَعُهُمَا أَبَدًا'' کے تحت فرماتے ہیں : ''بعض علماء شافعیہ نے اس سے امام شافعیؒ کے اس قول قدیم کے لئے استدلال کیا ہے کہ سنت فجر افضل التطوعات ہے ''وَاسْتَدَلَّ بِهِ بَعْضُ الشَّافِعِيَّةِ لِلْقَدِيمِ فِي أَنَّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ أَفْضَلُ التَّطَوُّعَاتِ''۔ امام شافعیؒ کا قول جدید ہے کہ افضل التطوعات وتر ہے، ارشاد الساری للقسطلانی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ ''واستدلّ به بعض الشافعية للقديم في أنها أفضل التطوعات''(۱)

علامہ ابن القیمؒ نے ''زاد المعاد'' میں فرمایا : 'نبی کریم ﷺ کی سنت فجر پر بندی اور مداومت تمام نوافل سے زیادہ تھی، چنانچہ آپ ﷺ سنت فجر اور وتر کو حضر میں بھی پڑھتے تھے سفر میں بھی پڑھتے چھوڑتے نہیں تھے، سفر میں سنت فجر اور وتر پر مواظبت تھی دیگر سنن رواتب نہیں تھی۔

''وَكَانَ تَعَاهُدُهُ وَمُحَافَظَتُهُ عَلَى سُنَّةِ الْفَجْرِ أَشَدَّ مِنْ جَمِيعِ النَّوَافِلِ، وَلِذَلِكَ لَمْ يَكُنْ يَدَعُهَا هِيَ وَالْوِتْرَ سَفَرًا وَحَضَرًا، وَكَانَ فِي السَّفَرِ يُوَاظِبُ عَلَى سُنَّةِ الْفَجْرِ وَالْوِتْرِ أَشَدَّ مِنْ جَمِيعِ النَّوَافِلِ دُونَ سَائِرِ السُّنَنِ، وَلَمْ يُنْقَلْ عَنْهُ فِي السَّفَرِ أَنَّهُ ﷺ صَلَّى سُنَّةً رَاتِبَةً غَيْرَهُمَا''(۲)

امام شوکانی ''نیل الاوطار'' میں احادیث عائشہؓ ''لم یکن علی شی من النوافل'' اور ''رکعتی الفجر خیر من الدنیا'' کے تحت لکھتے ہیں : ''دونوں حدیثیں سنت فجر کی افضلیت اور ان پر پابندی کے مستحب ہونے اور اس میں کوتاہی کے مکروہ ہونے پر دلالت

---

(۱) ارشاد الساری لشرح البخاری، للقسطلانی، باب المداومۃ علی رکعتی الفجر ۲ :۳۳۱/، المطبعۃ الکبری، مصر، الطبعۃ السابعۃ

(۲) زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ابن القیم، فی ہدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السنن والرواتب ۱ :۳۰۵/، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

کرتی ہیں، ان حدیثوں سے اس امر پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ سنت فجر کی دو رکعت وتر سے افضل ہے، امام شافعیؒ کا ایک قول یہی ہے۔"

"وَالْحَدِيثَانِ يَدُلَّانِ عَلَى أَفْضَلِيَّةِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَعَلَى اسْتِحْبَابِ التَّعَاهُدِ لَهُمَا وَكَرَاهَةِ التَّفْرِيطِ فِيهِمَا. وَقَدْ اُسْتُدِلَّ بِهِمَا عَلَى أَنَّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ أَفْضَلُ مِنْ الْوِتْرِ وَهُوَ أَحَدُ قَوْلَيْ الشَّافِعِيِّ. وَوَجْهُ الدَّلَالَةِ أَنَّهُ جَعَلَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ خَيْرًا مِنْ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَجَعَلَ الْوِتْرَ خَيْرًا مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، وَحُمْرُ النَّعَمِ جُزْءُ مَا فِي الدُّنْيَا. وَأَصَحُّ الْقَوْلَيْنِ عَنْ الشَّافِعِيِّ"(۱)

حاصل کلام

سنت فجر کی دو رکعتوں کی شان اور اس کی تاکید میں بکثرت احادیث وآثار وارد ہیں، اور اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ سنن مؤکدہ میں فجر کی سب سے زیادہ تاکید ہے، اختلاف ہے تو اس کے وجوب وعدم وجوب میں ہے جو اہل علم وجوب کے قائل ہیں انہوں نے کہا کہ شارع علیہ السلام نے جس عمل کی ایسی تاکید فرمائی ہو وہ واجب کے قریب تر ہے، پس اس کا درجہ مطلق نفل سے زیادہ اور فریضہ سے کم ہوگا اور سنت فجر کی شان ایسی ہی ہے، لہذا وہ گویا واجب ہے اور جمہور اہل جو اسے واجب نہیں قرار دیتے ان کی نظر اس پہلو پر ہے کہ اگر یہ واجب ہوتی تو اسے تطوع اور سنت سے موسوم نہ کیا گیا ہوتا، جب کہ شارع علیہ السلام کے کلام کا حاصل یہی ہے یہ تطوعات ونوافل اور مسنونات میں سے ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہے، اسے کسی حال میں چھوڑتے نہیں تھے، اور اس کی جو تاکید وترغیب فرمائی ہے اتنی اور ویسی تاکید وترغیب دوسری سنتوں کی نہیں فرمائی ہے،

(۱) نیل الأوطار للشوکانی، باب رکعتي الفجر وتخفیف قرائتهما: ۳/ ۲۵، دار الحدیث، مصر، الطبعة الاولی: ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳م۔

ان وجوہ کی بنا پر سنت فجر کی فضیلت وتاکید جملہ سنن مؤکدہ پر مقدم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کو چھوڑنا اور نہ پڑھنا بڑی بدنصیبی اور فضیلت و رفعت سے محرومی ہے۔

(۲) سنت فجر کا وقت

مشرقی افق پر آخری شب میں جو ایک روشنی نمودار ہوتی ہے اور شمالاً وجنوباً عرض میں مستطیل ہوتی ہے اور کچھ ہی دیر باقی رہتی ہے پھر ختم ہوجاتی ہے اور تاریکی ہوجاتی ہے یہ صبح کاذب یا فجر کاذب ہے، یہ درحقیقت رات ہی کا آخری حصہ ہے، اس کے کچھ دیر بعد (کوئی گھنٹہ بعد) جو روشنی نمودار ہوتی ہے وہ صبح صادق ہے، یعنی صبح صادق یا فجر صادق وہ روشنی ہے جو مشرقی افق پر نیچے سے اوپر کی طرف لمبائی میں نمودار ہوتی ہے اور پھیلتی جاتی اور بڑھتی جاتی ہے، اذان نماز فجر، سنت فجر اور نماز فجر کا وقت اسی صبح صادق کے بعد ہوتا ہے، اس سے پہلے ان کی ادائیگی درست نہیں ہے۔

(۳) تخفیفِ سنتِ فجر

نبی کریم ﷺ کا معمول سنت فجر میں نماز کو ہلکا وتخفیف کرنا ثابت ہے۔

(۱) رسول اکرم ﷺ جب مؤذن فجر اذان دیتا رسول اکرم ﷺ دو رکعت ہلکی نمازیں (سنت فجر) پڑھتے۔

"أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ، وَبَدَا الصُّبْحُ، صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلاةُ"(۱)

عائشہؓ فرماتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ فجر کی دو رکعتیں ہلکی پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ میں گمان کرتی تھی کہ اس میں صرف سورہ فاتحہ پڑھا ہوگا۔

(۱) صحیح البخاری، باب الأذان بعد الفجر، حدیث :۶۱۸

(۲) ''كَانَ رَسُولُ اللهِ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَفِّفُ، حَتَّى إِنِّي أَقُولُ :هَلْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ''(۱)

حضرت حفصہؓ فرماتی ہے کہ نبی کریم ﷺ طلوع فجر کے بعد جب مؤذن اذان کہہ لیتا تو دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھتے تھے، اور یہ ایسا وقت تھا کہ میں اس میں ﷺ کے پاس نہیں جاتی۔

(۳) ''أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي سَجْدَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ، قَالَ : وَكَانَتْ سَاعَةً لَا أَدْخُلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيهَا''(۲)

حدیث میں جو ''خَفیفتین'' فرمایا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ قیام، رکوع اور سجود میں اختصار فرماتے، بہت زیادہ مختصر ہونے کی وجہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا بخاری کی روایت میں فرماتی ہے ''كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّفُ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلاَةِ الصُّبْحِ حَتَّى إِنِّي لَأَقُولُ :هَلْ قَرَأَ بِأُمِّ الكِتَابِ'' (۳) کہ آپ نے فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں؟ مؤطا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فجر کی دو رکعتیں ہلکی پڑھتے تھے، یہاں تک کہ میں کہتی آپ فاتحہ پڑھتے ہیں بھی یا نہیں؟ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس میں اتنی جلدی کرتے تھے کہ نماز کے ارکان قیام، رکوع اور سجود میں خلل پڑتا۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نفلی عبادات جن کو طویل کرنے کی آپ کو عادت تھی ان کی بنسبت اسے مختصر پڑھتے تھے۔''بعد ما یَطلع الفجر''یعنی طلوعِ فجر کے بعد ان دو رکعات کے پڑھنے میں جلدی کرتے تھے۔''قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلاَةُ.''(۴) یعنی فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کا وقت طلوع فجر سے لے کر فجر کی فرض نماز تک ہے۔

(۱) صحيح مسلم، استحباب ركعتي سنة الفجر، حديث: ۷۲۴

(۲) مسند احمد، مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنه، حديث: ۴۶۶۰

(۳) صحیح البخاری، باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر، حدیث: ۱۱۷۱

(۴) صحيح البخاری، باب الأذان بعد الفجر، حديث :۶۱۸

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ سنت فجر، فجر خوب اچھی طلوع اور روشن ہوجانے اور موذن کے اذان فجر کہہ لینے کے بعد پڑھتے اور تخفیف کے ساتھ ہلکی پڑھتے تھے، علامہ قرطبیؒ ''المفہم ''میں فرماتے ہیں کہ تخفیف کی حکمت و مصلحت یہ تھی کہ نماز فجر کو اول وقت میں پڑھ سکیں تاخیر نہ ہو۔

''وَاخْتُلِفَ فِي حِكْمَةِ تَخْفِيفِهِمَا فَقِيلَ لِيُبَادِرَ إِلَى صَلَاةِ الصُّبْحِ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ وَبِهِ جَزَمَ الْقُرْطُبِيُّ وَقِيلَ لِيَسْتَفْتِحَ صَلَاةَ النَّهَارِ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ لِيَدْخُلَ فِي الْفَرْضِ أَوْ مَا شَابَهَهُ فِي الْفَضْلِ بِنَشَاطٍ وَاسْتِعْدَادٍ''(۱)

بعض دوسرے محققین نے لکھا ہے کہ اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ جس طرح نماز شب اور تہجد کا آغاز دو ہلکی رکعتوں سے کرتے تھے اسی طرح دن کی نمازوں کا آغاز بھی دو ہلکی رکعتوں سے ہو۔

بہر حال معلوم ہوا کہ سنت فجر کو تخفیف کے ساتھ ہلکی پڑھنا ہی سنت نبوی کے مطابق ہے اور یہی صحیح وصواب ہے، امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں : حدیث سے معلوم ہوا کہ سنت فجر کا وقت طلوعِ فجر صادق کے بعد ہے نیز معلوم ہوا کہ سنت ِفجر کو نماز فجر سے پہلے اول طلوع فجر میں پڑھنا اور تخفیف کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے، یہی امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور جمہور اہل علم کا مذہب ہے۔

''فِيهِ أَنَّ سُنَّةَ الصُّبْحِ لَا يَدْخُلُ وَقْتُهَا إِلَّا بِطُلُوعِ الْفَجْرِ وَاسْتِحْبَابُ تَقْدِيمِهَا فِي أَوَّلِ طُلُوعِ الْفَجْرِ وَتَخْفِيفِهَا وَهُوَ

(۱)فتح الباری لابن حجر، باب تعاهد رکعتی الفجر، ۳/۴۶، دار المعرفة، بیروت، ۱۳۷۹ھ

مَذْهَبُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيِّ وَالْجُمْهُورِ"(۱)

اہل علم کی ایک جماعت اور امام ابوحنیفہؒ واکثر فقہاء حنفیہؒ کا مسلک یہ ہے کہ سنت فجر میں طویل قراءت کرنا اور لمبی پڑھنا مستحب ہے، امام طحاویؒ "معانی الآثار" میں حسن بن زیاد سے روایت کرتے ہیں: "انہوں نے کہا میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سنا ہے فرماتے تھے: سنت فجر میں بسا اوقات دو جزء قرآن میں پڑھتا ہوں" "وَقَالَ أَبُو حنيفة: رُبمَا قَرَأت فِي رَكْعَتي الْفجْر حزبي من اللَّيْل"(ع۲)

امام حسن فرماتے ہیں: "ہم بھی اسی کو لیتے ہیں، سنت فجر میں قراءت لمبی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس میں تطویل قراءت ہمارے نزدیک ایجاز واختصار قراءت سے افضل ہے کیونکہ وہ طول قنوت سے ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے نوافل میں دوسرے ارکان پر فضیلت دی ہے۔

"مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ يَقُولُ: بِذَلِكَ نَأْخُذُ وَهُوَ أَفْضَلُ عِنْدَنَا مِنْ كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَالسُّجودِ مَعَ قِلَّةِ طُولِ الْقِيَامِ, فَلَمَّا كَانَ هَذَا حُكْمَ التَّطَوُّعِ وَقَدْ جُعِلَتْ رَكْعَتَا الْفَجْرِ مِنْ أَشْرَفِ التَّطَوُّعِ وَأُكِّدَ أَمْرُهُمَا مَا لَمْ يُؤَكَّدْ أَمْرُ غَيْرِهِمَا مِنَ التَّطَوُّعِ"۔(۳)

بعض علماء نے کہا کہ سنت فجر میں تطویل قراءت کی اجازت خاص کر صرف اس شخص کے لئے ہے تہجد پڑھنا جس کا معمول ہو لیکن کبھی کل یا جزء تہجد فوت ہو جائے نہ پڑھ سکے تو وہ تلافی مافات کے لئے سنت فجر میں طویل قراءت کرسکتا ہے، یہ ہر شخص کے لئے نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہ منقول ہے، اور ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح امام حسن بصریؒ

(۱) المنهاج في شرح صحيح مسلم، باب استحباب: ۳/۶، دار احياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۳۹۲ھ

(۲) عمدۃ القاری، باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر ۷: ۲۳۱، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۳) شرح معاني الآثار، ۱/۲۹۹، حديث: ۱۷۸۱، عالم الكتب، بيروت

سے یہ بھی نقل کیا ہے ”عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: لَا بَأْسَ أَنْ يُطِيلَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، يَقْرَأُ فِيهِمَا مِنْ حِزْبِهِ إِذَا فَاتَهُ“ (۱) یہ توجیہ وجیہ ہے، اس میں احادیث صحیحہ میں کی مخالفت بھی نہیں ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں تحریر فرمایا ہے۔

”وَقَدْ تَقَدَّمَ طَرِيقُ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا هُنَاكَ قَوْلُهُ خَفِيفَتَيْنِ قَالَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ كَانَ حَقُّ هَذِهِ التَّرْجَمَةِ أَنْ تَكُونَ تَخْفِيفَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْتُ وَلِمَا تَرْجَمَ بِهِ الْمُصَنِّفُ وَجْهٌ وَجِيهٌ“ (۲)

(۴) سنت فجر میں قراءۃ فاتحہ وضم سورہ

نبی پاک ﷺ جہاں سنتوں میں تخفیف میں سورہ فاتحہ وضم سورہ کا بھی اہتمام کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے:

(۱) حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سنت فجر کی پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی آیت ”قُولُوا آمَنَّا بِاللهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ۔ (۳) پڑھا کرتے تھے اور دوسری رکعت میں ”فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ آمَنَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ (۴) پڑھا کرتے تھے۔

(۲) اور ایک روایت میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ دوسری رکعت

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، فی رکعتی الفجر، حدیث: ٦٣٥٧

(۲) فتح الباری لابن حجر، باب تعاهد رکعتی الفجر، ۴٦/۳، دار المعرفة، بیروت، ۱۳۷۹ھ

(۳) البقرۃ: ۱۳٦

(۴) سورہ ال عمران، ۵۲

ہیں "قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ" (۱)

"وعن ابْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ "كَانَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا: {قُولُوا آمَنَّا بِاللهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا} (۲) الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ، وَفِي الْآخِرَةِ مِنْهُمَا: {آمَنَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ} (۳) وفي رواية وَالَّتِي فِي آلِ عِمْرَانَ: {تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ} (۴)

(۳) ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں قل یا ایھا الکافرون وقل ھو اللہ احمد پڑھا کرتے تھے۔

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ" (۵)

(۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر سے پہلے دو رکعت سنت پڑھتے تھے، فرماتے تھے یہ دونوں سورتیں کس قدر عمدہ ہیں انہی سنت فجر میں پڑھا یا جائے

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: نِعْمَ السُّورَتَانِ هُمَا، تُقْرَآنِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ: {قُلْ يَا أَيُّهَا

---

(۱) سورہ عمران: ۶۴

(۲) البقرۃ: ۱۳۶

(۳) آلمائدۃ: ۱۱۱

(۴) مسلم، استحباب رکعتی سنۃ الفجر، حدیث: ۲۲۷

(۵) مسلم، استحباب رکعتی سنۃ الفجر، حدیث: ۲۲۶

الْكَافِرُونَ}، وَ {قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ}(۱)

(۵) عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ : میں شمار نہیں کرسکتا کہ کتنی بار رسول اللہ ﷺ مغرب کی سنت اور فجر کی سنت میں قل یا ایھا الکافرون اور قل اللہ احد، پڑھتے تھے۔

" مَا أُحْصِي مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ"۔ (۲)

(۶) حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں : ایک صحابیؓ سنت فجر کی پہلی رکعت میں "قل یا ایھا الکافرون" پڑھی وہ جب پوری سورہ پڑھ چکے تو نبی ﷺ نے فرمایا : یہ بندہ اپنے رب پر ایمان رکھتا ہے، پھر دوسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" پڑھی جب پوری سورہ پڑھ چکے تو حضور ﷺ نے فرمایا : اس بندہ نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

" أَنَّ رَجُلًا قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَقَرَأَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى : {قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ} حَتَّى انْقَضَتِ السُّورَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: هَذَا عَبْدٌ عَرَفَ رَبَّهُ، وَقَرَأَ فِي الْآخِرَةِ: {قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ} السُّورَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: هَذَا عَبْدٌ آمَنَ بِرَبِّهِ"۔ (۳)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ سنت فجر میں اکثر پہلی رکعت میں "قل یا ایھا الکافرون" (سورہ کافرون) اور دوسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد" (سورہ اخلاص) پڑھتے تھے۔

جمہور کا مذہب

(۱) صحیح ابن حبان، ذکر إثبات الإیمان لمن قرأ سورة الاخلاص فی رکعتی الفجر، حدیث: ۲۴۶۱

(۲) سنن الترمذی، فی الرکعتین بعد المغرب و القرائة فیھما، حدث: ۴۳۱

(۳) صحیح ابن حبان، ذکر إثبات الإیمان لمن قرأ سورة الاخلاص فی رکعتی الفجر، حدیث: ۲۴۶۰

حافظ ابن حجر فتح الباری ؒ شرح بخاری میں کہتے ہیں کہ: سنت فجر میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ کافرون اور سورہ اخلاص کا پڑھنا مستحب ہے یہ جمہور اور اہل علم کا یہ مذہب ہے۔

"وَفِي الْبُوَيْطِيِّ عَنِ الشَّافِعِيِّ اسْتِحْبَابُ قِرَاءَةِ السُّورَتَيْنِ الْمَذْكُورَتَيْنِ فِيهِمَا مَعَ الْفَاتِحَةِ عَمَلًا بِالْحَدِيثِ الْمَذْكُورِ وَبِذَلِكَ قَالَ الْجُمْهُورُ"(۱)

امام مالک ؒ کا مذہب یہ ہے کہ سنت فجر کی دونوں رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی جائے اس کے بعد کوئی سورہ آیت نہ پڑھی جائے۔

"وَاسْتُدِلَّ بِحَدِيثِ الْبَابِ عَلَى أَنَّهُ لَا يَزِيدُ فِيهِمَا عَلَى أُمِّ الْقُرْآنِ وَهُوَ قَوْلُ مَالِكٍ"(۲)۔

انہوں نے حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث "أَقَرَأَفيهما بِأُمِّ الْقُرْآنِ أَمْ لا"(۳) سے استدلال کیا ہے، جیسا حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح عبد اللہ بن عمرو کے بارے میں امام طحاوی ؒ نے شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے کہ وہ سنت فجر میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اس سے زیادہ کوئی اور سورہ یا آیت نہ پڑھتے تھے۔

حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا معنیٰ ومفہوم

مگر یہ موقف صحیح نہیں ہے اور اس پر حدیث عائشہؓ سے استدلال درست نہیں ہے، اس حدیث سے سورہ فاتحہ پر اکتفاء کرنا اور ضم سورہ نہ کرنا ثابت نہیں ہوتا۔

علامہ قاضی شوکانی ؒ "نیل الاوطار" میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس سے زیادہ کچھ

---

(۱) فتح الباری لابن حجر، باب تعاهد ركعتي الفجر، ۳/۴۷، دار المعرفة، بيروت، ۱۳۷۹ھ

(۲) فتح الباری لابن حجر، باب تعاهد ركعتي الفجر، ۳/۴۷، دار المعرفة، بيروت، ۱۳۷۹ھ

(۳) مؤطا مالک، باب ما جاء فی رکعتی الفجر، حدیث: ۳۱۸

نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کے سنت فجر میں غایت تخفیف کی بنا پر بلکہ غایت تخفیف کو بیان کرنے کے لئے اس شک کا اظہار کیا کہ حضرت ﷺ نے سورہ فاتحہ بھی پڑھی یا نہیں، اس سے ضم سورہ نہ کرنے پر تمسک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ضم سورہ کرنے کی صراحت بکثرت احادیث صحیحہ میں وارد ہے، جیسا کہ بیان ہوااور ابن ماجہ کی روایت میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ صراحت کی نبی کریم ﷺ فرماتے تھے :"قل یا ایھا الکافرون"اور"قل ھو اللہ احد" کتنی اچھی سورتیں ہیں، انہیں سنت فجر میں پڑھا جائے ۔

"وَبِهَذَا الْحَدِيثِ تَمَسَّكَ مَالِكٌ وَقَالَ بِالِاقْتِصَارِ عَلَى قِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ, وَلَيْسَ فِيهِ إلَّا أَنَّ عَائِشَةَ شَكَّتْ هَلْ كَانَ يَقْرَأُ بِالْفَاتِحَةِ أَمْ لَا؟ لِشِدَّةِ تَخْفِيفِهِ لَهُمَا, وَهَذَا لَا يَصْلُحُ التَّمَسُّكُ بِهِ لِرَدِّ الْأَحَادِيثِ الصَّرِيحَةِ الصَّحِيحَةِ الْوَارِدَةِ مِنْ طُرُقٍ مُتَعَدِّدَةٍ كَمَا تَقَدَّمَ, وَقَدْ أَخْرَجَ ابْنُ مَاجَهْ عَنْ عَائِشَةَ نَفْسِهَا أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ - صلى الله عليه وآله وسلم - يُصَلِّي رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ, فَكَانَ يَقُولُ: نِعْمَ "السُّورَتَانِ هُمَا يُقْرَأُ بِهِمَا فِي رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ, وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ"(۱)

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول :"هَلْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ" کا معنی یہ ہے کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھی اسی پر اکتفا فرمایا، یا اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھا ضم سورہ بھی کیا، ایسا انہوں حضور ﷺ کے غایت تخفیف کی بنا پر کہا، حضور ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ سورہ ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس کی وجہ سے وہ اپنے سے

(۱)نیل الأوطار للشوکانی، باب رکعتی الفجر وتخفیف قرائتھما: ۲۸/۳، دار الحدیث، مصر، الطبعة الاولی: ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳م۔

طویل تر سورہ سے بھی طویل ہو جاتی تھی لیکن سنت فجر میں تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ مقصود اسی شدت تخفیف کو بیان کرنا ہے یہ نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھی یا اس کے ساتھ ضم سورہ نہیں کیا۔

"قَالَ الْجُمْهُورُ وَقَالُوا مَعْنَى قَوْلِ عَائِشَةَ هَلْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ أَيْ مُقْتَصِرًا عَلَيْهَا أَوْ ضَمَّ إِلَيْهَا غَيْرَهَا وَذَلِكَ لِإِسْرَاعِهِ بِقِرَاءَتِهَا وَكَانَ مِنْ عَادَتِهِ أَنْ يُرَتِّلَ السُّورَةَ حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا كَمَا تَقَدَّمَتِ الْإِشَارَةُ إِلَيْهِ"(۱)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں علامہ قرطبیؒ کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ ام المومنین کو نبی کریم ﷺ کے قراء فاتحہ میں واقعی شک تھا؛ بلکہ مراد ہے کہ آپ ﷺ سنت فجر کے علاوہ نوافل کو خصوصا نوافل شب کو لمبی پڑھتے تھے لیکن سنت فجر میں قراءۃ و دیگر افعال وارکان میں نسبتاً زیادہ تخفیف سے کام لیتے تھے، حتیٰ کہ دوسری نوافل کے قراءۃ کی نسبت سے اگر اس ے دیکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ گویا قراءۃ فاتحہ کیا ہی نہیں پڑھی ہی نہیں۔

"قَالَ الْقُرْطُبِيُّ لَيْسَ مَعْنَى هَذَا أَنَّهَا شَكَّتْ فِي قِرَاءَتِهِ ﷺ الْفَاتِحَةَ وَإِنَّمَا مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ يُطِيلُ فِي النَّوَافِلِ فَلَمَّا خَفَّفَ فِي قِرَاءَةِ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ صَارَ كَأَنَّهُ لَمْ يَقْرَأْ بِالنِّسْبَةِ إِلَى غَيْرِهَا مِنَ الصَّلَوَاتِ"(۲)

علامہ قسطلانیؒ نے بھی ارشاد الساری شرح بخاری میں، ایسا ہی لکھا ہے۔

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ سنت فجر میں فاتحہ وضم سورہ کی قرآت کی جائیگی۔

---

(۱) فتح الباری لابن حجر، باب تعاهد رکعتی الفجر، ۳/۴۷، دار المعرفة، بیروت، ۱۳۷۹ھ

(۲) فتح الباری لابن حجر، باب تعاهد رکعتی الفجر، ۳/۴۷، دار المعرفة، بیروت، ۱۳۷۹ھ

(۵) سنت فجر میں قراءۃ جہری یا سری

سنت فجر میں قراءۃ جہری ہے یا سری؟ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سنت فجر میں قراءۃ جہری کرتے تھے، استدلال کرتے ہیں: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مہینہ بھر دیکھا کہ نبی کریم ﷺ سنت فجر میں "قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ أحد" پڑھتے تھے۔

ترمذی وطحاوی وغیرہ میں مروی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ "ما احصی ماسمعت من رسول ﷺ الخ" (۱)، میں شمار کر کے بتا نہیں سکتا کہ کتنی بار میں نے رسول ﷺ کو سنت فجر میں "قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد" پڑھتے سنا ہے، اسی طرح صحیح ابن حبان اور طحاوی میں مروی حدیث جابر بھی سنت فجر میں قراءۃ جہری ہونے کی دلیل ہے "ان رجلا قام فرکع رکعتی الفجر ---الخ یعنی ایک صحابی نے سنت فجر کی پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکافرون پڑھی، وہ جب قراءۃ پوری کر چکے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ بندہ اپنے رب پر ایمان رکھتا ہے، اس نے دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھی جب سورہ پوری پڑھ چکے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس بندہ نے اپنے رب کو پہچان لیا۔" هَذَا عَبْدٌ عَرَفَ رَبَّهُ" (۲)

صحابی نے حضور ﷺ کے سامنے قراءۃ جہری کی اور آپ ﷺ نے اس پر انکار نہیں کیا، یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ صحابی کا جہری قراءۃ کرنا تعلیم کے لئے تھا۔

جمہور قائلین بالسر فرماتے ہیں کہ سنت فجر میں آپ ﷺ کا قراءۃ جہری کرنا تعلیم کے لئے تھا، جیسے ظہر کے بارے میں حضرت قتادہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی ہمیں ایک دو آیت سنا دیتے تھے، کہ ہم جان لیں کہ ظہر میں قراۃ قرآن ہے، اسی طرح

(۱) سنن الترمذی، فی الرکعتین بعد المغرب والقرائۃ فیھما، حدث: ۴۳۱

(۲) صحیح ابن حبان، ذکر إثبات ال إیمان لمن قرأ سورۃ الاخلاص فی رکعتی الفجر، حدیث ۲۴۶۰:۱)

سنت فجر میں آپ ﷺ نے کبھی جہری قراءۃ کیا لوگوں کو محض یہ بتانے اور تعلیم دینے کے لئے کہ اس میں بھی قراءۃ ہے۔

(۶) سنت فجر گھر میں افضل ہے یا مسجد میں؟

حدیثِ مبارکہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ سوائے فرض نماز کے آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے۔“

”فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلاَةِ صَلاَةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ“(۱)

عمرؓ فرماتے ہیں: اپنے گھروں میں بھی کچھ نمازیں (سنن ونوافل) پڑھا کرو، گھروں کو بالکل قبریں نہ بنالو (جو کہ جہاں نمازیں نہیں پڑھی جاتی ہے)

”عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلاَتِكُمْ وَلاَ تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا“(۲)

گھروں میں نہ پڑھنے کہ وجہ بتلاتے ہوئے امام زینی ”شرح المصابیح“ میں فرماتے ہیں: اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ جس طرح قبروں میں مردے نماز نہیں پڑھتے نہ پڑھ سکتے کہ وہ نہ مکلف ہیں نہ پڑھنے پر قادر ہیں ان کے فعل وعمل کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اسی طرح ایسا نہ ہو کہ تم گھروں میں کوئی نماز نہ پڑھو گویا وہ قبر ہے، نہیں ضرور گھروں میں بھی پڑھو، تم زندہ ہو مکلف ہو عمل کی قدرت رکھتے ہو۔

دوسری وجہ فرماتے ہیں کہ: قبرستان میں نماز پڑھنے منع کیا گیا ہے، اب گھروں میں بھی نماز نہ پڑھی جائے تو وہ بھی قبرستان کی طرح مقام ممنوع للصلوۃ ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے

(۱) صحیح البخاری، باب صلاۃ اللیل، حدیث: ۷۳۱

(۲) مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، ۶۹: ط: المکتبۃ الأشرفیۃ دیوبند

اس لئے گھروں میں بھی کچھ نمازیں سنن ونوافل پڑھا کرو، گھروں میں یہ نمازیں پڑھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اس گھر میں رحمت و برکت کا نزول ہوگا۔

"محتمل لمعان أحدهما أن القبول لا تصلى فيها لأنها مساكن الأموات الذين سقط عنهم التكليف، وسد عنهم باب العمل، فأما البيوت فصلوا فيها إذ أنتم أحياء مكلفون ممكنون من العمل، وثانيهما أنكم نهيتم عن الصلاة فى المقابر فلا تتركوا الصلاة فى منازلكم فتكونوا قد شبهتم منازكم بالمقابر، وثالثهما أن مثل الذاكر والذى لا يذكر الله مثل ضرب البحى والميتى والأحياء يسكونون البيوت والأموات يسكنون القبور، فالذى لا يصلى فى بيته جعل بيته بمنزلة القبر كما جعل نفسه بمنزلة الميت ورابعها ذكر ابو سليمان الخطابى وهو أن يكون معناه لا تجعلوا أوطانا للنوم ولا تصلون فيها فإن النوم أخ الموت، وقد حمل بعض الناس قوله :ولا تتخذوها قبورعلى النبى عن الدفن فى البيوت"(۱)

یعنی اہتمام کے ساتھ نوافل کو گھروں میں ادا کیا جائے وگرنہ ایسے گھر کو قبرستان تعبیر کیا جاسکتا ہے جس میں اللہ کی عبادت نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے، زندہ اور مردہ کی مثال ہے۔

"مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِي يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ، وَالْبَيْتِ الَّذِي لَا يُذْكَرُ اللهُ فِيهِ،

(۱)شرح مصابيح السنة :ص :۴۵، مخطوطات تركيه، فاتح، نسخة ۹۵۴ھ، ۲۹۳م

مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ"۔(۱)

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ : میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا : کہ کونسی نماز سب سے زیادہ افضل ہے؟ گھر میں ادا کی گئی یا مسجد میں؟ تو آپ ﷺ: "کیا تو دیکھ نہیں رہا میرا گھر مسجد کے کتنا نزدیک ہے پھر بھی فرض نماز کے علاوہ گھر میں نماز پڑھنا مجھے مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ پسند ہے۔"

"أَلَا تَرَى إِلَى بَيْتِي؟ مَا أَقْرَبَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ، إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً"(۲)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز مسجد میں ادا کر لے تو اُسے چاہیئے کہ اپنی نماز میں سے کچھ حصہ اپنے گھر کے لئے ضرور رکھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس کے گھر میں اس کی نماز کی ادائیگی سے خیر و بھلائی عطا کرتا ہے

"إِذَا قَضَى أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ فِي مَسْجِدِهِ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهِ نَصِيبًا مِنْ صَلَاتِهِ ,فَإِنَّ اللهَ جَاعِلٌ فِي بَيْتِهِ مِنْ صَلَاتِهِ خَيْرًا"۔(۳)

مذکورہ احادیث میں جن نمازوں کو گھروں میں پڑھنے کی ہدایات وترغیب دی گئی ہے اور انہیں گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیا گیا ہے، جمہور اہل علم کے نزدیک ان فقط سنن ونوافل مراد ہے، باقی فرض نمازیں تو انہیں باجماعت مسجد میں پڑھنا افضل ہے اور تراویح بھی مسجد

(۱) صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ، حدیث:۷۷۹

(۲) سنن ابن ماجۃ، باب ماجاء فی التطوع فی البیت، حدیث ۱۳۷۶ :، بوصیری کہتے ہیں : اس کی سند صحیح ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں، مصباح اللغۃ فی فوائد ابن ماجۃ، باب التطوع فی البیت، ۸/۲، دار العربیۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ : ۱۴۰۳ھ۔

(۳) صحیح مسلم، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ، حدیث:۷۷۸

میں ادا کرنا ہی افضل ہیں اس کی سخت تاکید ہے، بلاعذر ترک جماعت موجب اثم ہے۔

"وَالْأَفْضَلُ فِي النَّفْلِ غَيْرِ التَّرَاوِيحِ الْمَنْزِلُ إلَّا لِخَوْفِ شَغْلٍ عَنْهَا وَالْأَصَحُّ أَفْضَلِيَّةُ مَا كَانَ أَخْشَعَ وَأَخْلَصَ"۔(۱)

، قوله :"(قَوْلُهُ وَالْأَفْضَلُ فِي النَّفْلِ إلَخْ) شَمِلَ مَا بَعْدَ الْفَرِيضَةِ وَمَا قَبْلَهَا لِحَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ، عَلَيْكُمْ الصَّلَاةَ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إلَّا الْمَكْتُوبَةَ، وَأَخْرَجَ أَبُو دَاوُد "الصَّلَاةَ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إلَّا الْمَكْتُوبَةَ، وَأَخْرَجَ أَبُو دَاوُد، صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ فِي مَسْجِدِي هَذَا إلَّا الْمَكْتُوبَةَ، وَتَمَامُهُ فِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ، وَحَيْثُ كَانَ هَذَا أَفْضَلَ يُرَاعَى مَا لَمْ يَلْزَمْ مِنْهُ خَوْفُ شُغْلٍ عَنْهَا لَوْ ذَهَبَ لِبَيْتِهِ، أَوْ كَانَ فِي بَيْتِهِ مَا يَشْغَلُ بَالَهُ وَيُقَلِّلُ خُشُوعَهُ، فَيُصَلِّيهَا حِينَئِذٍ فِي الْمَسْجِدِ لِأَنَّ اعْتِبَارَ الْخُشُوعِ أَرْجَحُ"(۲)۔

علامہ شوکانیؒ "نیل الاوطار" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

یہ حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سنن ونوافل کو گھر میں پڑھنا مستحب ہے، اور انہیں مسجد میں پڑھنے کی بہ نسبت گھر میں پڑھنا افضل ہے، خواہ وہ مساجد فاضلہ مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس ہی کیوں کہ ہو۔

"الْحَدِيثُ يَدُلُّ عَلَى اسْتِحْبَابِ فِعْلِ صَلَاةِ التَّطَوُّعِ فِي

(۱) الدر المختار وحاشية ابن عابدين، باب الوتر والنوافل :۲/۲۲، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ

(۲) الدر المختار وحاشية ابن عابدين، باب الوتر والنوافل :۲/۲۲، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ

الْبُيُوتِ، وَأَنَّ فِعْلَهَا فِيهَا أَفْضَلُ مِنْ فِعْلِهَا فِي الْمَسَاجِدِ وَلَوْ كَانَتْ الْمَسَاجِدُ فَاضِلَةً كَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِهِ - صلى الله عليه وآله وسلم - وَمَسْجِدِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ"(۱)

بعض علماء مسجد حرام و مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس میں نوافل و سنن پڑھنے میں اختلاف کرتے ہوئے فرمایا کہ جو مقیمین مکہ و مدنیہ میں ہے وہ سنن و نوافل گھر میں ادا کریں اور جو آفاقی ہے وہ مسجد حرام میں ادا کریں۔

امام غزالیؒ نے "احیاء العلوم" میں لکھا ہے کہ : سنت فجر کو گھر میں پڑھنا اور ہلکی پڑھنا مستحب ہے، گھر میں پڑھ کر مسجد جائے۔ "والمستحب أن يصليهما في المنزل ويخففهما ثم يدخل المسجد"(۲)

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "فرض نماز کے علاوہ باقی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

"فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلاَةِ صَلاَةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ"(۳)

جمہور علماء سلف اس پر متفق ہیں کہ نماز نفل سنن و راتب ہوں یا دیگر نوافل کا مسجد میں پڑھنے کی بہ نسبت گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

---

(۱)نیل الأوطار، باب إخفاء المتطوع وجوازه جماعة :۹۳/۳، دار الحديث مصر، الطبعة الأولى : ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳م

(۲)أحياء علوم الدين للغزالی، القسم الأول ما يتكر بتكرر الأيام والليانی : ۱۹۳/۱، دار المعرفة، بيروت

(۳) صحیح البخاری، باب صلاۃ اللیل، حدث ۷۳۱ :

گھر میں نوافل وسنتوں کو ادا کرنے کی حکمت و مصلحت

سنن ونوافل کو گھر میں پڑھنے کی حکمت و مصلحت یہ ہے کہ اس میں ریاء ونمائش سے بھی اجتناب ہے اور یہ گھر میں برکت ورحمت الٰہی اور ملائکہ کے نزول کا بھی سبب ہے اور شیطان بھی ایسے گھر سے دور رہتا ہے، حافظ ابن حجرؒ اور علامہ قسطانیؒ وغیرہ نے یہی بیان فرمایا ہے۔

کیا موجودہ زمانے میں سنتیں مسجد میں پڑھنا بہتر ہے یا گھر میں

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے فرمایا: فی نفسہ افضل یہ ہے کہ سنن مؤکدہ گھر میں پڑھی جائیں، لیکن ایک امر عارض کی وجہ سے اب افضل یہ ہے کہ سنن مؤکدہ مسجد ہی میں پڑھی جائیں؛ کیوں کہ ایک جماعت سنن مؤکدہ کی منکر پیدا ہوگئی ہے؛ اس لیے گھر میں سنتیں پڑھنے سے لوگوں کو ترک سنن کا شبہ ہوگا۔(۱)

(۷) سنت فجر پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا

نماز فجر سے پہلے پڑھنے کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا مستحب ہے، خواہ شب میں تہجد پڑھی یا نہ پڑھی ہو، یہ عام محدثین کا مسلک ہے، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل سے بھی ثابت ہے اور قول سے بھی، آپ خود لیٹتے بھی تھے اور اس کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : ''جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھے تو دائیں کروٹ پر لیٹے''

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم :إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ''۔(۲)

---

(۱) ملفوظات حکیم الامت، ۲۲۷/۸، ملفوظ نمبر ۲۵۰ ; مطبوعہ : ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان

(۲) سنن الترمذی، باب ما جاء فی رکعتی الفجر، حدیث : ۴۲۰، شرکۃ مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۵ ھ۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے "باب الضجعة علی الشق قلایمن عبد رکعتی الفجر" باندھا ہے۔یعنی فجر کی دو رکعتوں کے بعد ائیں کروٹ لینے کا بیان اور اس کے تحت یہ حدیث درج کی ہے:

(۲) سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب فجر کی دو رکعتیں پڑھتے تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے تھے۔

"عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللہُ عَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الأَيْمَنِ"۔(۱)

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعت (سنت) پڑھ لے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جائے۔

"قال رَسُولُ اللہِ ﷺ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ"(۲)

رسول اللہ ﷺ کی ان قولی اور فعلی احادیث سے معلوم ہوا کہ فجر کی دو رکعت پڑھ کر دائیں پہلو لیٹنا آپ کا پسندیدہ فعل بھی تھا اور آپ اس کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

امام نووی "شرح مسلم" میں فرماتے ہیں: "سنت فجر کے بعد لیٹنا سنت ہے، جیسا حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں وارد ہے، جیسے امام ابوداؤد و امام ترمذی نے روایت کیا ہے جو شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے، وہ حدیث عائشہؓ جسے امام زہری نے روایت کیا ہے جس میں وتر کے بعد لیٹنے کا ذکر ہے، اور ایسے ہی حدیث ابن عباس جو موطا، بخاری،

(۱) صحیح البخاری، ضجعة علی الشق الأیمن بعد رکعتی الفجر، حدیث: ۱۱۶۰

(۲) سنن الترمذی، باب ما جاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر، حدیث: ۴۲۰، امام ترمذی فرماتے ہیں: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

ابو داؤد، ابن ماجہ میں ہے تو یہ اضطجاع بعد سنت الفجر کے معارض نہیں ہے؛ کیوں کہ سنت فجر سے پہلے لیٹنے کے ذکر سے سنت فجر کے بعد لیٹنے کی نفی لازم نہیں آتی، نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بسا اوقات سنت فجر کے بعد اضطجاع کو ترک بھی کر دیتے تھے، بیان جواز کے لئے یہ بھی جائز ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ سنت فجر کے پہلے بھی لیٹتے تھے اور سنت فجر کے بعد بھی، لیکن سنت فجر کے بعد لیٹنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا ہے اور فعل بھی اس موافق ہے اس لئے اس کا سنت ہونا متعین ہے۔

"أَنَّ الِاضْطِجَاعَ بَعْدَ سُنَّةِ الْفَجْرِ لِحَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى يَمِينِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ فَهَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ صَرِيحٌ فِي الْأَمْرِ بِالِاضْطِجَاعِ وَأَمَّا حَدِيثُ عَائِشَةَ بالاضطجاع بعدها وقبلها وحديث بن عَبَّاسٍ قَبْلَهَا فَلَا يُخَالِفُ هَذَا فَإِنَّهُ لَا يلزم من الاضطجاع قبلها أن لا يضطجع بعد ولعله ﷺ" (۱)

مختلف احادیث میں جب جمع و تطبیق ممکن ہو تو کسی ایک کو رد نہیں کرنا چاہئے۔

یہ حدیث سنت فجر کے بعد اضطجاع (لیٹنے) کی مشروعیت پر نص صریح ہے، یہ عام اور مطلق ہے اس میں نہ گھر کی قید ہے نہ مسجد کہ، نہ تہجد گزار اور قیام اللیل کی تخصیص و تقیید ہے، یہ ہر ایک کے لئے عام ہے کہ سنت فجر کے بعد لیٹ لے، گھر میں ہو یا مسجد میں تہجد پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو، یا گھر سنت پڑھی ہو تو گھر میں، مسجد میں سنت پڑھی ہو تو مسجد میں۔

(۱) المنهاج شرح صحيح مسلم، صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم، حديث: ۱۹/۶، دار احياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۳۹۲۔

حضرت ابن عمرؓ کا عمل

امام ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں زید العمی سے انہوں نے ابوصدیق ناجی سے روایت کیا ہے انہوں بیان کیا ہے عبد اللہ بن عمرؓ نے کچھ لوگوں کو سنت فجر کے بعد لیٹے دیکھا تو ان کے پاس آدمی بھیج کر ان کو اس سے منع کیا، ان لوگوں نے کہا ہم سنت پر عمل کے ارادہ سے یہ کر رہے ہیں، تو حضرت ابن عمرؓ نے آدمی کو ان لوگوں کے پاس واپس بھیجا کہ ان سے کہدو یہ بدعت ہے۔

"عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِي، قَالَ :رَأَى ابْنُ عُمَرَ قَوْمًا اضْطَجَعُوا بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَنَهَاهُمْ، فَقَالُوا:نُرِيدُ بِذَلِكَ السُّنَّةَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ:ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهَا بِدْعَةٌ"(۱)

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں سفر و حضر میں عبد اللہ بن عمرؓ کی صحبت میں رہا ہوں میں نہیں دیکھا کہ وہ سنت فجر کے بعد لیٹتے ہوں۔

"عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ:صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ، فَمَا رَأَيْتُهُ اضْطَجَعَ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ"(۲)

اور حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو سنت فجر کے بعد لیٹتے دیکھا تو کہا اسے کنکری مارو۔

"عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ :رَأَى عُمَرُ رَجُلًا اضْطَجَعَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ، فَقَالَ:احْصِبُوهُ أَوْ أَلَا حَصَبْتُمُوهُ"(۳)

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، من کرہہ، حدیث :۶۳۹۵

(۲) مصنف ابن ابی شیبه، من كرهه، حديث :۶۳۸۶

(۳) مصنف ابن ابی شیبه، من كرهه، حديث :۶۳۸۸

ابوالمجلزؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے سنت فجر کے بعد لیٹنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: شیطان تمہارے ساتھ کھلواڑ کررہا ہے۔

"عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ :سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ ضِجْعَةِ الرَّجُلِ عَلَى يَمِينِهِ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَقَالَ:يَتَلَعَّبُ بِكُمُ الشَّيْطَانُ"(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قول اور اس کی توجیہ

عبداللہ بن مسعودؓ سے سنت فجر کے بعد لیٹنے کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: سنت فجر کے بعد کیوں کوئی چوپائے یا گدھے کی طرح لوٹتا ہے، سلام پھیر دیا تو یہ (سنت اور فرض کے درمیان) فصل کے کے لئے کافی ہے"۔

"عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ عَبْدُ اللهِ:مَا هَذَا التَّمَرُّغُ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ كَتَمَرُّغِ الْحِمَارِ"(۲)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ: ہوسکتا ہے کہ ابن مسعودؓ وابن عمرؓ کو اضطجاع سے متعلق حضور ﷺ کے فعل وقول اور امر کا علم نہ ہوسکا ہو، علم ہوتا تو یہ نکیر ہرگز نہ کرتے، میرے نزدیک بھی یہی حق اور اولیٰ بالقبول ہے، اگر چہ ملا علی قاریؒ نے "شرح موطا امام محمد" میں۔ جیسا کہ ان سے ابن عابدین شامی نے "رد المختار" میں نقل کیا ہے۔ لکھا ہے: مخفی نہیں ہے کہ ان اکابر صحابہ کو جوکہ بلند درجہ رکھتے ہیں یہ معلوم نہ ہو بعید ہے، خاص کر ابن مسعودؓ کہ جن کو نبی ﷺ کے حضر وسفر میں برابر ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہے، اور ابن عمرؓ جو نبی ﷺ کے احوال کے کمال تتبع وتباع کے معروف ہے۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، من کرھہ، حدیث: ۶۳۹۰

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، من کرھہ، حدیث: ۶۳۹۷

بعض لوگ اس کا یہ بھی جواب دیتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو بھی حضور ﷺ کے اضطجاع بعد سنت فجر کا علم تھا؛ لیکن انہوں نے یہ سمجھا یہ کوئی امر تشریعی نہیں یعنی یہ بطور یکے از مور دین مشروع ومطلوب نہیں ہے؛ بل کہ آپ ﷺ یہ محض بطور عادت واستراحات کے لئے کرتے تھے، یا پھر انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ یہ امر مشروع تو ہے؛ لیکن گھر کے ساتھ خاص ہے مسجد میں نہیں ہونا چاہئے اس لئے انہوں نے جب کسی کو مسجد میں اضطجاع کرتے دیکھا تو منع کیا اور اسے بدعت وغیرہ کہا، ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ ''ابن مسعودؓ وابن عمرؓ کے قول کی یہی دو توجیہیں درست ہیں، اضطجاع سے متعلق امر نبوی میں بھی۔ برتقدیر صحت۔ مسجد میں اضطجاع کی نہ تصریح ہے نہ تلویح واشارہ ہے، حدیث ابو ہریرہؓ ''اذاصلی أحدکم رکعتی الفجر فلیضطجع علی شقه الأیمن ''اور اس میں وارد امر مطلق ہے اسے مقید پر محمول کیا جائے گا یعنی فعل نبوی گھر کے ساتھ مقید سمجھا جائے گا، مطلق یہ کہ حدیث مذکور میں بھی اضطجاع گھر میں کرنے کا حکم ہے نہ کہ مسجد میں جیسا کہ آپ ﷺ کے فعل سے یہی ثابت ہے، اگر نبی ﷺ کے زمانہ مسجد میں بھی سنت فجر کے بعد اضطجاع پر عمل عام ہوتا تو ابن اعیان واکابر صحابہؓ پر یہ مخفی نہ ہوتا اور وہ بعد میں اس پر نکیر نہ کرتے''

ابن عابدین شامیؒ نے ''رد المحتار'' میں ملا علی قاریؒ کی توجیہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''اگر امر بالاضطجاع مشروعیت پر دلالت کرنا صحیح ہو تو اسے اضطجاع فی البیت پر محمول کیا جائے گا کہ اس طرح احادیث کے درمیان تطبیق ہو جائے گی''۔

''فَتُسَنُّ هَذِهِ الضُّجعَةُ بَيْنَ سُنَّةِ الْفَجْرِ وَفَرْضِهِ لِذَلِكَ، وَلِأَمْرِهِ - ﷺ - كَمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَغَيْرُهُ بِسَنَدٍ لَا بَأْسَ بِهِ، خِلَافًا لِمَنْ نَازَعَ وَهُوَ صَرِيحٌ فِي نَدْبِهَا لِمَنْ بِالْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ، خِلَافًا لِمَنْ خَصَّ نَدْبَهَا بِالْبَيْتِ، وَقَوْلُ ابْنِ عُمَرَ إنَّهَا بِدْعَةٌ '' وَقَوْلُ

النَّخعِيِّ إنَّهَا ضَجْعَةُ الشَّيْطَانِ وَإِنْكَارُ ابْنِ مَسْعُودٍ لَهَا فَهُوَ لِأَنَّهُ لَمْ يَبْلُغْهُمْ ذَلِك. وَقَدْ أَفْرَطَ ابْنُ حَزْمٍ فِي قَوْلِهِ بِوُجُوبِهَا وَأَنَّهَا شَرْطٌ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ. اهـ. وَلَا يَخْفَى بَعْدَ عَدَمِ الْبُلُوغِ إلَى هَؤُلَاءِ الْأَكَابِرِ الَّذِينَ بَلَغُوا الْمَبْلَغَ الْأَعْلَى لَا سِيَّمَا ابْنُ مَسْعُودٍ الْمُلَازِمُ لَهُ - صلى الله عليه وآله وسلم - حَضَرًا وَسَفَرًا وَابْنُ عُمَرَ الْمُتَفَحِّصُ عَنْ أَحْوَالِهِ - صلى الله عليه وآله وسلم - فِي كَمَالِ التَّتَبُّعِ وَالِاتِّبَاعِ. فَالصَّوَابُ حَمْلُ إنْكَارِهِمْ عَلَى الْعِلَّةِ السَّابِقَةِ مِنْ الْفَصْلِ أَوْ عَلَى فِعْلِهِ فِي الْمَسْجِدِ بَيْنَ أَهْلِ الْفَضْلِ، وَلَيْسَ أَمْرُهُ - صلى الله عليه وآله وسلم - عَلَى تَقْدِيرِ صِحَّتِهِ صَرِيحًا وَلَا تَلْوِيحًا عَلَى فِعْلِهِ بِالْمَسْجِدِ، إذْ الْحَدِيثُ كَمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه »إذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى جَنْبِهِ الْأَيْمَنِ« فَالْمُطْلَقُ مَحْمُولٌ عَلَى الْمُقَيَّدِ. عَلَى أَنَّهُ لَوْ كَانَ هَذَا فِي الْمَسْجِدِ شَائِعًا فِي زَمَانِهِ - صلى الله عليه وآله وسلم - لَمَا كَانَ يَخْفَى عَلَى هَؤُلَاءِ الْأَكَابِرِ الْأَعْيَانِ اهـ وَأَرَادَ بِالْمُقَيَّدِ مَا مَرَّ مِنْ قَوْلِهِ بَعْدَ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ فِي بَيْتِهِ"

وَحَاصِلُهُ أَنَّ اضْطِجَاعَهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - إنَّمَا كَانَ فِي بَيْتِهِ لِلِاسْتِرَاحَةِ لَا لِلتَّشْرِيعِ، وَإِنْ صَحَّ حَدِيثُ الْأَمْرِ بِهَا الدَّالِّ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ لِلتَّشْرِيعِ يُحْمَلُ عَلَى طَلَبِ ذَلِكَ فِي الْبَيْتِ فَقَطْ تَوْفِيقًا بَيْنَ الْأَدِلَّةِ، وَاَللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ"(۱)

---

(۱)رد المحتار على الدر المختار، باب الوتر والنوافل :۲/۲۰، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲م

جمہور کا مسلک

جمہور اہل علم فرماتے ہیں واجب کا قول باطل ہے، حدیث ابو ہریرہؓ میں امر بالاضطجاع وجوب کے لئے نہیں ہے، استحباب کے لئے ہے، اس کا قرینہ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس پر مداومت نہیں فرمائی ہے، کبھی لیٹے کبھی نہیں لیٹے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ثابت ہے، معلوم ہوا کہ یہ واجب نہیں چہ جائیکہ صحت صلاۃ کے لئے شرط ہو۔

’’فَلَوْ كَانَ حَدِيثُ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبي صالح صَحِيحًا عِنْدَهُ، لَكَانَ أَقَلُّ دَرَجَاتِهِ عِنْدَهُ الِاسْتِحْبَابَ، وَقَدْ يُقَالُ :إِنَّ عائشة رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَوَتْ هَذَا، وَرَوَتْ هَذَا، فَكَانَ يَفْعَلُ هَذَا تَارَةً، وَهَذَا تَارَةً، فَلَيْسَ فِي ذَلِك خِلَافٌ، فَإِنَّهُ مِنَ الْمُبَاحِ‘‘(۱)

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں : ’’اضطجاع کے بارے میں دو جماعت نے غلو سے کام لیا ہے، اہل ظاہر کی ایک جماعت نے اسے واجب کہا اور ابن حزم ظاہری نے اس کو فرض وشرط اور اس کے ترک سے نماز کو باطل قرار دیا‘‘۔

’’وَقَدْ غَلَا فِي هَذِهِ الضَّجْعَةِ طَائِفَتَانِ، وَتَوَسَّطَ فِيهَا طَائِفَةٌ ثَالِثَةٌ، فَأَوْجَبَهَا جَمَاعَةٌ مِنْ أَهْلِ الظَّاهِرِ، وَأَبْطَلُوا الصَّلَاةَ بِتَرْكِهَا كَابْنِ حَزْمٍ وَمَنْ وَافَقَهُ‘‘(۲)

---

(۱) زاد المعاد فی هدی خیر العباد، باب هدیه صلی الله علیه وفی قیام اللیل، ۱/۳۰۸، مؤسسة الرسالة، بیروت، مکتبة المنار الإسلامیة، الکویت، الطبعة السابعة والعشرون :۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴م۔

(۲) زاد المعاد فی هدی خیر العباد، باب هدیه صلی الله علیه وفی قیام اللیل، ۱/۳۰۹، مؤسسة الرسالة، بیروت، مکتبة المنار الإسلامیة، الکویت، الطبعة السابعة والعشرون :۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴م۔

ایک قول یہ ہے کہ گھر میں سنت فجر پڑھنے کے بعد گھر میں اضطجاع مستحب ہے نہ کہ مسجد میں، حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں : بعض سلف صالحین خیال ہے ہیں کہ گھر میں مستحب ہے مسجد میں نہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بھی ایک قول یہی ہے، اور ہمارے بعض شیوخ نے بھی اس کو قوی قرار دیا ہے، اور دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مسجد میں اضطجاع منقول نہیں ہے، آپ ﷺ گھر میں سنت فجر پڑھتے تھے اور اس کے بعد گھر میں ہی دائیں پہلو پر لیٹتے تھے، عبداللہ بن عمرؓ مسجد میں لیٹنے والے کو کنکری مارتے تھے۔

''وَذَهَبَ بَعْضُ السَّلَفِ إِلَى اسْتِحْبَابِهَا فِي الْبَيْتِ دُونَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مَحْكِيٌّ عَنِ بن عُمَرَ وَقَوَّاهُ بَعْضُ شُيُوخِنَا بِأَنَّهُ لَمْ يُنْقَلْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ فعله فِي الْمَسْجِد وَصَحَّ عَن بن عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَحْصِبُ مَنْ يَفْعَلُهُ فِي الْمَسْجِد''(۱)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ کا آرام کرنا استراحت کے لئے تھا نہ کہ فرض و واجب حکم بتانے کے لئے اور تمام احایث اسی پر دالت کرتی ہیں۔

..وَحَاصِلُهُ أَنَّ اضْطِجَاعَهُ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - إنَّمَا كَانَ فِي بَيْتِهِ لِلِاسْتِرَاحَةِ لَا لِلتَّشْرِيعِ، وَإِنْ صَحَّ حَدِيثُ الْأَمْرِ بِهَا الدَّالِّ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ لِلتَّشْرِيعِ يُحْمَلُ عَلَى طَلَبِ ذَلِكَ فِي الْبَيْتِ فَقَطْ تَوْفِيقًا بَيْنَ الْأَدِلَّةِ، وَاَللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ''(۲)

فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے آپ ﷺ اس لئے لیٹ جاتے تھے تاکہ تمام رات عبادت الٰہی اور نماز میں مشغول رہنے کی وجہ سے جو تکان وغیرہ پیدا ہو جاتا تھا وہ تھوڑی دیر آرام کر لینے سے ختم ہو جائے اور فرض پوری چستی اور بشاشت کے ساتھ ادا

(۱) فتح الباری، قوله باب الضجعة : ۴۳/۳، دار المعرفة، بيروت، ۱۳۷۹ھ

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، باب الوتر والنوافل ۲ : ۲۱/، دار الفکر، بیروت، الطبعة الثانية، ۱۴۱۲ھ - ۱۹۹۲م

ہوں، لہٰذا مختار یہ ہے کہ جو آدمی رات کو عبادت الٰہی اور ذکر اللہ وغیرہ میں مشغول رہے اس کے لئے فجر کی سنتیں پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے بغرض استراحت لیٹ جانا مستحب ہے۔

''لِلاسْتِرَاحَةِ عَنْ تَعَبِ قِيَامِ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ فَرْضَهُ عَلَى نَشَاطٍ، كَذَا قَالَ ابْنُ الْمَلَكِ وَغَيْرُهُ، وَقَالَ النَّوَوِيُّ:يُسْتَحَبُّ الِاضْطِجَاعُ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ''۔(۱)

اکابر دیوبند کی تصریحات

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ ''العرف الشذی تقریر ترمذی'' میں فرماتے ہیں :

''ہمارے نزدیک صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنا جائز ہے، نبی کریم ﷺ کا لیٹنا بطریق عبادت نہ تھا بلکہ بطریق عادت تھا، میں جس چیز کا قائل ہوں وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی عادت کی بھی پیروی کرتا ہے تو ثواب سے بہرحال محروم نہیں رہ سکتا''۔

''قيل الاستجاع سنة، وهو قول الشافعية، ونقول بالاباحة، ونومه عليه الصلاة والسلام لمن يكن علي طريق العبادة، أقول :لو تأسي واقتدي أحد بعبادته عليه الصلاة والسلام من الضجع فلابد ان يحرز الثواب''(۲)

امام احمدؒ فرماتے ہیں: ''میں خود تو ایسا نہیں کرتا لیکن اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے وہ اچھا کرتا ہے۔

''إِنَّ أبا عبد الله سُئِلَ عَنِ الِاضْطِجَاعِ بَعْدَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قَالَ :

---

(۱)مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ۹۰۱/۳، دار الفکر، بیروت، الطبعة الاولی، ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۲م۔

(۲)العرف الشذی شرح سنن الترمذی، ۳۹۶/۱،الناشر دار التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الاولی :۱۴۲۵ھ

مَاأَفْعَلُهُ، وَإِنْ فَعَلَهُ رَجُلٌ، فَحَسَنٌ"(۱)

مولانا عبدالحئ لکھنویؒ نے (التعلیق المجد ص :۴۲) میں لکھا ہے :احادیث قولیہ وفعلیہ کا ظاہر اضطجاع بعد سنت فجر کی مشروعیت کا متقاضی ہے، سنت نہیں تو کم از کم مستحب ضرور ہے۔

"لا شبهة في ثبوت الاضطجاع عن النبيﷺ قولا وفعلا بعد ركعتي الفجر أو قبلهما بعد صلاة الليل"(۲)

مفتی سعید صاحب پالنپوریؒ کا قول

بعض حضرات کے نزدیک گھر میں لیٹنا سنت ہے اور مسجد میں لیٹنا بدعت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرمﷺ گھر ہی میں لیٹتے تھے، مسجد میں کبھی نہیں لیٹے؛ مگر یہ قول صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ رسول اللہﷺ نے مسجد نبوی میں تہجد پڑھنے والوں سے فرمایا کہ : جب تم فجر کی سنت پڑھ چکو تو دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ۔ظاہر ہے یہ حضرات مسجد ہی میں لیٹیں گے، لیٹنے کے لئے گھر نہیں جائیں گے اور ایک قول یہ ہے کہ : یہ لیٹنا تہجد گزاروں کے لئے سنت ہے، سب مسلمانوں کے لئے سنت نہیں، یہ فرق معقول ہے، اور احناف نے جو مباح کہا ہے اس میں سب شامل ہیں تہجد گذار بھی اور عام مسلمان بھی۔(۳)

مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں

فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جانا آنحضرتﷺ سے ثابت ہے؛

---

(۱)زاد المعاد فی هدی خير العباد، باب هديه صلى الله عليه وفی قيام الليل، ۱/ ۳۱۱،مؤسسة الرسالة، بيروت، مكتبة المنار الإسلامية، الكويت، الطبعة السابعة والعشرون :۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴م۔

(۲) التعلیق المجد علی مؤطا محمد ۱ :/ ۶۳۹،الطابع، دارالقلم، دمشق، الطبعة الرابعة، ۱۴۲۶ھ

(۳) تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی، مفتی سعید احمد پالن پوری ۲ :/ ۲۶۴، کتاب الصلاۃ، مکتبہ حجاز دیوبند

لیکن حنفیہ اور جمہور کے نزدیک یہ لیٹنا آنحضرت ﷺ کی سُنن عادیہ میں سے تھا، نہ کہ سُنن تشریعیہ میں سے، یعنی صلوۃ اللیل سے تعب کی بناء پر آپ ﷺ کچھ دیر آرام فرمالیتے تھے، لہذا اگر کوئی شخص اس سُنّتِ عادیہ پر عمل نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں، اور اگر سُنّتِ عادیہ کی اتباع کے پیش نظر لیٹ جایا کرے تو موجبِ ثواب ہے، بشرطیکہ وہ رات کے وقت تہجد میں مشغول رہا ہو، لیکن اس کو سُنن تشریعیہ میں سے سمجھنا، لوگوں کو اس کی دعوت دینا اور اس کے ترک پر نکیر کرنا ہمارے نزدیک جائز نہیں۔(۱)

مولانا عاقل صاحب ؒ فرماتے ہیں

حنفیہ کہتے ہیں نہ مکروہ ہے نہ مستحب، حضور سے یہ ثابت ضرور ہے، لیکن گھر میں نہ کہ مسجد میں، برائے استراحت نہ برائے تشریع وترغیب۔(۲)

(۸) سنت فجر اور نماز فجر کے درمیان بات چیت کرنا

سنت فجر اور نماز فجر کے درمیان پڑھنے کے بعد کسی مناسب ضروری یا مباح قسم کی گفتگو کرنا بلا کراہت جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ رسول ﷺ سے ثابت ہے، حضرت عائشہؓ صدیقہ سے روایت ہے :

"ففي البخاري وأبي داود والترمذي عن عائشة رضي الله عنها"

جب سنت فجر پڑھ لیتے اور آپ کو مجھ سے کوئی ضرورت ہوتی تو مجھ سے کوئی ضرورت ہوتی تو مجھ سے گفتگو فرماتے، ورنہ نماز کیلئے مسجد چلے جاتے۔

"كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، فَإِنْ كُنْتُ

(۱) درس ترمذی، مفتی تقی عثمانی ۲ : ر ۱۸۴، مکتبۃ دارالعلوم کراچی

(۲) الدرالمنضود ۲ : ر ۵۱۸، مولانا عاقل صاحب، مظاہر العلوم، مکتبۃ الشیخ بہادرآباد، کراچی

مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلَّا اضْطَجَعَ"(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت فجر کے بعد بات کرنا لازم نہیں ہے، کبھی بات کرلیا کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔

"والتوفيق بين هَذِه الرِّوَايَات أَن الرِّوَايَة الَّتِي تدل على أَنه قبل رَكْعَتي الْفجْر لَا تَسْتَلْزِم نَفْيه بعدهمَا, وَكَذَلِك الرِّوَايَة الَّتِي تدل على أَنه بعدهمَا لَا تَسْتَلْزِم نَفْيه قبلهمَا, أَو يحمل تَركه إِيَّاه قبلهمَا أَو بعدهمَا على بَيَان الْجَوَاز إِذا ثَبت التّرْك, وَإِذا أمكن الْجمع بَين الْأَحَادِيث الْمُخَالف بَعْضهَا بَعْضًا فِي الظَّاهِر تحمل على وَجه التَّوْفِيق بَينهمَا, لِأَن الْعَمَل بِالْكُلِّ مَعَ الْإِمْكَان أولى من إهمال بَعْضهَا"(۲)

امام ترمذیؒ مزید بیان کرتے ہیں، بعض صحابہؓ وتابعینؒ اس کی کراہت کے قائل ہیں کہ طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلے باتیں کی جائیں؛ البتہ ذکر وتلاوت یا بہت ضروری قسم کی بات چیت کی جاسکتی ہے۔ اما احمدؒ وامام اسحق بن راہویہؒ اسی کے قائل ہے۔

امام نوویؒ "شرح مسلم" میں حدیث عائشہؓ کے تحت لکھتے ہیں: "اس میں سنت فجر کے بعد کلام کرنے کی اباحت وجواز کی دلیل ہے، یہی ہمارا (یعنی امام شافعی کے اصحاب) نیز امام مالکؒ اور جمہور کا مذہب ہے، قاضی عیاضؒ نے کہا کہ بعض اہل کوفہ اسے مکروہ کہتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور بعض سلف سے مروی ہے کہ یہ دعا واستغفار کا وقت ہے؛ لیکن حق یہی ہے کہ سنت فجر کے بعد کلام وگفتگو بلا کراہت جائز ہے، کیوں کہ نبی ﷺ کے فعل سے (اور امر سے بھی) ثابت ہے، اس وقت کا وقتِ دعا واستغفار ہونا کلام سے مانع

(۱) صحيح مسلم، باب صلاة الليل، وعدد ركعات النبي صلى الله عليه وسلم، حديث: ۷۴۳۔

(۲) عمدة القاری شرح صحیح البخاری، الضجعة على الشق الأيمن بعد ركعتي الفجر ۷: ۲۱۸، دار احياء التراث العربي، بيروت۔

نہیں ہے"۔

"إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى إِبَاحَةِ الْكَلَامِ بَعْدَ سُنَّةِ الْفَجْرِ وَهُوَ مَذْهَبُنَا وَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَالْجُمْهُورِ وَقَالَ الْقَاضِي وَكَرِهَهُ الكوفيون وروى عن بن مَسْعُودٍ وَبَعْضِ السَّلَفِ لِأَنَّهُ وَقْتُ اسْتِغْفَارٍ وَالصَّوَابُ الْإِبَاحَةُ لِفِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَوْنُهُ وَقْتَ اسْتِحْبَابِ الِاسْتِغْفَارِ لَا يَمْنَعُ مِنَ الْكَلَامِ"(۱)

امام قسطلانی ؒ کہتے ہیں سنت فجر کے بعد کلام وگفتگو کرنا مباح ہے، حدیث عائشہؓ اس کی دلیل ہے، قاضی ابن العربی نے کہا: اس وقت خاموشی کی کوئی فضیلت ماثور نہیں ہے، البتہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھے رہنے اور دعا وذکر میں مشغول رہنے کی فضیلت ماثور ہے۔

"وفيه أنه لا بأس بالكلام المباح بعد ركعتي الفجر. قال ابن العربي :ليس في السكوت في ذلك الوقت فضل مأثور، إنما ذلك بعد صلاة الصبح إلى طلوع الشمس"(۲)

امام شوکانی "نیل الا وطار" میں لکھتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا حضرت عائشہ سے سنت فجر کے بعد باتیں کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ جائز ہے، جمہور اہل علم کا یہی مذہب ہے، البتہ عبد اللہ بن مسعود اسی طرح تابعین میں سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، سعید بن مسیب اور ابراہیم نخعی ؒ سے اسکی کراہت کا قول منقول ہے، ابراہیم نخعی نے بیان کیا ہے کہ

(۱) المنهاج النووی علی مسلم، صلاة الليل وعدد ركعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۳/۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثانیة، ۱۳۹۲ھ۔

(۲) ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، للقسطلانی، باب من تحدث بعد الركعتين ولم يضطجع، ۳۳۱/۲، المطبعة الكبرى الأميرية، مصر، الطبعة السابعة، ۱۳۲۳ھ۔

لوگ سنت فجر کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے'' عثمان بن ابی سلیمان نے کہا : طلوع فجر کے بعد خاموش رہو، اگر چہ سفر میں ہو اور اگر سنت فجر نہ پڑھی ہو

''وَفِي تَحْدِيثِهِ - صلى الله عليه وآله وسلم - لِعَائِشَةَ بَعْدَ رَكْعَتَيْ الْفَجْرِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ الْكَلَامِ بَعْدَهَا، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ الْجُمْهُورُ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ كَرِهَهُ، وَرَوَى ذَلِكَ الطَّبَرَانِيُّ عَنْهُ، وَمِمَّنْ كَرِهَهُ مِنْ التَّابِعِينَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَعَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، وَحُكِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَقَالَ إبْرَاهِيمُ النَّخَعِيّ :كَانُوا يَكْرَهُونَ الْكَلَامَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ. وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ :إذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَلْيَسْكُتُوا وَإِنْ كَانُوا رُكْبَانًا وَإِنْ لَمْ يَرْكَعُوهُمَا فَلْيَسْكُتُوا''(۱)

بعض سلف صالحین سنت فجر کے بعد کلام کرنے میں اختلاف کیا ہے، نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر کبھی بات کرتے تھے اس کے بعد، کوفی حضرات نے فجر کی نماز سے پہلے بات کرنے کو منع کیا ہے مگر کوئی خیر کی بات کی اجازت ہے۔

''اختلف السّلف فِي الْكَلَام بعد رَكْعَتي الْفجْر فَقَالَ نَافِع : كَانَ ابْن عمر رُبمَا يتَكَلّم بعدهمَا، وَعَن الْحسن وَابْن سِيرِين مثله، وَكره الْكُوفِيُّونَ الْكَلَام قبل صَلَاة الْفجْر إلاَّ بِخَير، وَكَانَ مَالك يتَكَلّم فِي الْعلم بعد رَكْعَتي الْفجْر، فَإِذا سلم من الصُّبْح لم يتَكَلّم مَعَ أحد حَتَّى تطلع الشَّمْس''۔(۲)

---

(۱) نیل الاوطار، باب تاکید رکعتی الفجر وتخفیف قراءتهما والضجعة والكلام بعدهما وقضائهما إذا فاتتا، ۳/۳۱، دار الحدیث، مصر، الطبعۃ الاولی ۱۴۱۳ھ، ۱۹۹۳م

عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، ۷/۲۲۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ نے ایک آدمی کو بات کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ : یا تو ذکر کرو یا پھر خاموش رہو۔

وَقَالَ مُجَاهِد :رأى ابْن مَسْعُود رجلا يكلم آخر بعد رَكْعَتي الْفجْر، فَقَالَ :إِمَّا أَن تذكر الله وَإِمَّا أَن تسكت"(۱)

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ جابر بن زیدؓ سے سنت فجر وفرض نماز کے درمیان میں بات کرنے سے متعلق پوچھا گیا کہ تو فرمایا کہ نہیں، مگر شدید حاجت پر۔(۲)

"وَهُوَ قَول عَطاء، وَسُئِلَ جَابر بن زيد :هَل يفرق بَين صَلَاة الْفجْر وَبَين الرَّكْعَتَيْنِ قبلهَا بِكَلَام؟ قَالَ:لَا إلاَّ أَن يتَكَلَّم بحاجة إِن شَاءَ"۔

(۹) نماز فجر کو جاتے وقت

جب گھر سے نماز فجر پڑھنے کیلئے چلے تو یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْرًا"۔(۳)

ترجمہ : یا اللہ! میرے دل میں نور عطا فرمائیے، اور میری آنکھ میں نور، میری

(۱) عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، ۷/۲۲۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

(۲) عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، ۷/۲۲۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

(۳) صحیح مسلم، باب الدعاء فی صلاة اللیل وقیامه، حدیث :۷۶۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت

سماعت میں نور، میرے دائیں نور، میرے بائیں نور، میرے اوپر نور، میرے نیچے نور، میرے سامنے نور، اور میرے پیچھے نور، اور میرے لئے نور مقرر فرما دیجئے اور میرے نور کو عظیم بنا دیجئے یا اللہ! مجھے نور عطا فرما دیجئے۔

(۱۰) طلوع فجر کے بعد سنتِ فجر کے علاوہ نفل پڑھنا

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنا مکروہ ہے، نبی کریم ﷺ سے نفل پر شدت حرص کے باوجود طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے سوا مزید کوئی نفل پڑھنا ثابت نہیں ہے، بل کہ آپ ﷺ منع فرمایا ہے، ممانعت کی حدیثیں ام المومنین حضرت حفصہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔

(۱) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ فجر طلوع ہونے کے بعد صرف دو ہلکی رکعتیں پڑھتے تھے۔

”عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ، لَا يُصَلِّي إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ“(۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ الفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ“۔(۲)

بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طلوع فجر کے بعد سنت فجر کی دو رکعت کے علاوہ کوئی نماز نفل نہیں ہے۔

(۳) ابو داؤد کی روایت میں یسار مولیٰ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے

(۱) صحیح مسلم، باب استحباب رکعتی سنة الفجر، والحث علیها، حدیث: ۷۲۳

(۲) سنن الترمذی، باب ما جاء لا صلاة بعد طلوع الفجر إلا رکعتین، حدیث: ۴۱۹، امام ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا ہے۔

دیکھا کہ میں طلوع فجر کے بعد نفل پڑھ رہا ہوں، تو آپؓ نے کہا : اے یسیار ر! ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دیکھا کہ ہم نفل پڑھ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا : جو لوگ حاضر ہیں وہ غیر موجود لوگوں تک بھی یہ میرا پہونچا دیں ۔کہ فجر کے بعد سوائے دو سجدوں (رکعت) کے کچھ نہ پڑھیں ۔

"إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ خَرَجَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَاةَ، فَقَالَ: لِيُبَلِّغْ شَاهِدُكُمْ غَائِبَكُمْ، لَا تُصَلُّوا بَعْدَ الْفَجْرِ إِلَّا سَجْدَتَيْنِ" (۱)

دارقطنیؒ کی روایت میں ہے کہ ابن عمرؓ نے مجھے کنکری سے مارا اور کہا کہ اے یسار! تم نے کتنی رکعتیں پڑھیں ؟ یاد نہیں ، فرمایا یاد نہیں تو، سنو! بیشک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ہم یہ نفل پڑھ رہے تھے تو آپ ﷺ ہم پر سخت غضبناک ہوئے پھر فرمایا : حاضر غائب تک پہونچا دیں کہ طلوع فجر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں سوائے سنت فجر کے ۔

(۴) حضرت عمر بن عاصؓ روایت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : طلوع فجر کے بعد سنت فجر کی دو رکعتوں کے علاوہ کوئی نفل نماز نہیں ہے ۔

"لا صلوۃ بعد طلوع الفجر الا رکعتین" ۔(۲)

"مجمع الزوائد" میں بزاز اور طبرانی کے حوالہ سے ۔"إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ" (۳) مروی ہے ۔

حدیث ابی ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : طلوع فجر کے بعد

(۱) سنن ابو داؤد، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة، حديث :۱۲۷۸۔ محقق البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے ۔

(۲) سنن الدارقطنی، باب النهي عن الصلاة بعد الفجر و بعد صلاة العصر، حديث: ۹۶۵)

(۳) المعجم الأوسط، من اسمہ محمد، حدیث ۱۸٦ : علامہ ہیثمی فرماتے ہیں : اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں اسماعیل بن قیس ضعیف ہیں ۔

سنت فجر کے علاوہ کوئی نفل نہیں ۔''اذا طلع الفجر فلاصلاۃ الارکعتی الفجر''(۱)۔

سنت فجر اور آثار صحابہؓ

محمد بن نصر مروزیؒ نے''قیام اللیل'' میں اپنی سند سے قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروقؓ مسجد میں آئے اور دیکھا کہ کچھ لوگ سنت فجر کے بعد نفل پڑھ رہے ہیں تو فرمایا''نماز فجر سے پہلے فقط دو رکعت ہلکی سنت فجر ہے، اگر میں تنبیہ کر چکا ہوتا تو آج تم لوگوں کے ساتھ میرا رویہ کچھ اور ہوتا۔

''وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ :أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمًا فَرَأَى النَّاسَ يَرْكَعُونَ بَعْدَ الْفَجْرِ فَقَالَ:صَهٍ إِنَّمَا هُمَا رَكْعَتَانِ خَفِيفَتَانِ مِنْ بَعْدِ الْفَجْرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِي ذَلِكَ لَكَانَ مِنِّي غِيَرٌ''۔(۲)

ابن جریجؒ نے حضرت عطاء سے کہا، صبح صادق طلوع ہو جائے تو سنت فجر کے علاوہ کوئی نفل پڑھنی مکروہ ہے؟ تو حضرت عطاء نے فرمایا :ہاں! مجھے خبر دی ہے ابوعبداللہ بن مینا نے یا سلیم مولیٰ سعید نے، انہوں نے کہا کہ میں طلوع فجر کے بعد مسجد آیا اور نفل نماز پڑھنے لگا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا میں رات میں تہجد نہ پڑھ سکا تھا (اسی وظیفہ کو پورا کر رہا ہوں) تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا :دو رکعت سنت بس، مزید نفل نہیں۔

''ابْنُ جُرَيْجٍ :قُلْتُ لِعَطَاءٍ :أَتَكْرَهُ الصَّلَاةَ إِذَا انْتَشَرَ الْفَجْرُ عَلَى رُءُوسِ الْجِبَالِ إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ؟، فَقَالَ :نَعَمْ. أَخْبَرَنِي

(۱) المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، حدیث ۸۱۶ :،اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں اسماعیل بن قیس راوی ہے اور وہ ضعیف ہے۔

(۲) مختصر قیام اللیل للمزوری ۱۹۱، حدیث اکادمی، فیصل آباد، پاکسان، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۸ :،۱۹۸۸م۔

إِمَّا مِينَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ مِينَا، وَإِمَّا سُلَيْمٌ مَوْلَى سَعْدٍ قَالَ : جِئْتُ الْمَسْجِدَ بَعْدَ الْفَجْرِ فَجَعَلْتُ أُصَلِّي، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ :مَا هَذَا؟ قُلْتُ :إِنِّي لَمْ أُصَلِّ الْبَارِحَةَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّمَا هُمَا رَكْعَتَانِ"(۱)

ابوسعید کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت عروہ بن الزبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ مقام ابراہیم کے پاس گفتگو کر رہے ہیں، اس دوران ایک دیہاتی شخص آیا اور دو رکعت سنت فجر کے علاوہ نفل پڑھنے لگا، عبداللہ بن عمرؓ نے اسے ندادی اور کہا : طلوع فجر کے بعد (سنت فجر کے سوا) کوئی نفل نماز نہیں ہے

"أَبُو سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ :شَهِدْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ وَابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَتَحَدَّثَانِ عِنْدَ الْمَقَامِ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَصَلَّى فَجَعَلَ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ وَيُصَلِّي أَكْثَرَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ، فَنَادَاهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنْ لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ثُمَّ صَلِّ بَعْدَ ذَلِكَ مَا بَدَا لَكَ"۔(۲)

عبداللہ بن عمرؓ سے یہ اثر حضرت مجاہدؒ نے بھی روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس شخص کا کپڑا کھینچ کر اسے بیٹھا دیا۔

"مُجَاهِدٌ رَحِمَهُ اللهُ :قَدِمْتُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْمَدِينَةَ فَبَصُرَ بِرَجُلٍ يُكْثِرُ الرُّكُوعَ فِي الْفَجْرِ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَجَبَذَهُ بِثَوْبِهِ حَتَّى أَجْلَسَهُ"۔(۳)

(۱) مختصر قیام اللیل للمزوری ۱۹۱، حدیث اکادمی، فیصل آباد، باکسان، الطبعۃ الاولی :۱۴۰۸، ۱۹۸۸م۔

(۲)مختصر قیام اللیل للمزوری ۱۹۱، حدیث اکادمی، فیصل آباد، باکسان، الطبعۃ الاولی :۱۴۰۸، ۱۹۸۸م۔

(۳)مختصر قیام اللیل للمزوری ۱۹۱، حدیث اکادمی، فیصل آباد، باکسان، الطبعۃ الاولی :۱۴۰۸، ۱۹۸۸م

حضرت طاؤس ؒ نے عبد اللہ بن عباس ؓ اور عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: طلوع فجر کے بعد نماز فجر سے پہلے دو رکعت سنت فجر کے سوا کوئی نفل نماز نہیں۔

"طَاوُس رَحِمَهُ اللّٰہُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَا: لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ"۔(۱)

عمرو بن مرۃ ؒ کہتے ہیں میں مدینہ میں تھا مجھے بخار آگیا رات میں تہجد نہیں پڑھ سکا، طلوع فجر کے بعد مسجد آیا اور چھ رکعتیں پڑھیں، حضرت سعید بن مسیب ؒ نے دیکھا اور مجھ سے کہا میں تیری نماز دیکھی ہے، میں نے عرض کیا رات بخار میں مبتلا ہوگیا تھا تہجد نہیں پڑھ سکا تھا، تو حضرت سعید بن مسیب ؒ نے فرمایا: طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر سے زیادہ نہیں

"عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ رَحِمَهُ اللّٰہُ: كُنْتُ بِالْمَدِينَةِ فَوُعِكْتُ فَلَمْ أُصَلِّ مِنَ اللَّيْلِ، فَجِئْتُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فَصَلَّيْتُ سِتَّ رَكَعَاتٍ، فَرَآنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ فَقَالَ: قَدْ رَأَيْتَ صَلَاتَك، فَقُلْتُ: إِنِّي كُنْتُ وُعِكْتُ فَلَمْ أُصَلِّ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: إِنَّمَا هُمَا رَكْعَتَانِ"۔(۲)

حضرت ابو رباح ؒ بیان کرتے ہیں کہ سعید بن مسیب ؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ طلوع فجر کے بعد نفل پڑھ رہا ہے تو اسے منع فرمایا، وہ کہنے لگا کیا آپ کو اندیشہ ہے کہ اللہ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب دیگا؟ تو حضرت سعید بن مسیب ؒ نے فرمایا: سنت کی خلاف ورزی پر تم کو

---

(۱) مختصر قیام اللیل للمزوری ۱۹۱، حدیث اکادمی، فیصل آباد، باکسان، الطبعۃ الاولی: ۱۴۰۸، ۱۹۸۸م۔

(۲) مختصر قیام اللیل للمزوری ۱۹۱، حدیث اکادمی، فیصل آباد، باکسان، الطبعۃ الاولی: ۱۴۰۸، ۱۹۸۸م۔

عذاب دے اس کا خوف ہے۔

”أَبُو رَبَاحٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: رَأَى سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ رَحِمَهُ اللَّهُ رَجُلًا يُصَلِّي بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فَنَهَاهُ فَقَالَ: تَخَافُ أَنْ يُعَذِّبَنِي اللَّهُ عَلَى الصَّلَاةِ، فَقَالَ: أَخَافُ أَنْ يُعَذِّبَكَ اللَّهُ عَلَى خِلَافِكَ السُّنَّةَ“۔(۱)

طلوع فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک سنت فجر کے علاوہ نفل پڑھنی منع ہے، یہی جمہور اہل علم امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ وغیرہ کا بھی مذہب ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے سوا کوئی نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے۔

”وَهُوَ مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ العِلْمِ: كَرِهُوا أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الفَجْرِ إِلَّا رَكْعَتَيِ الفَجْرِ، وَمَعْنَى هَذَا الحَدِيثِ: إِنَّمَا يَقُولُ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ طُلُوعِ الفَجْرِ، إِلَّا رَكْعَتَيِ الفَجْرِ“(۲)

نفل نماز اور ائمہ کا مسلک

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”شافعیہؒ کا اس مسئلہ میں قول ہے: ایک تو یہی کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے سوا کوئی نفل نماز پڑھنی مکروہ ہے، یہی امام مالکؒ اور جمہور کا مذہب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ کراہت سنت فجر پڑھنے کے بعد سے ہے، اور تیسرا قول یہ ہے کہ فریضۂ فجر پڑھنے کے بعد سے ہے، اور یہی اصحاب شافعیہؒ کے نزدیک صحیح ہے، کیوں کہ حدیث کے اندر طلوع فجر کے بعد ہی نفل نماز کے کراہت کی دلیل ظاہر نہیں ہے، اس کے اندر بس یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے سوا کوئی نفل نہیں

(۱) مختصر قیام اللیل للمزوری ۱۹۱، حدیث اکادمی، فیصل آباد، باکستان، الطبعۃ الاولی: ۱۴۰۸، ۱۹۸۸م۔

(۲) سنن الترمذی، باب ما جاء لا صلاۃ بعد طلوع الفجر الا رکعتین، حدیث ۴۱۹، الناشر، شرکۃ مکتبۃ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، الطبعۃ الثانیۃ: ۱۳۹۵ھ

پڑھتے تھے، یعنی ممانعت نہیں ہے"۔

"قَدْ يَسْتَدِلُّ بِهِ مَنْ يَقُولُ تُكْرَهُ الصَّلَاةُ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَّا سُنَّةُ الصُّبْحِ وَمَا لَهُ سَبَبٌ وَلِأَصْحَابِنَا فِي الْمَسْأَلَةِ ثَلَاثَةُ أَوْجُهٍ أَحَدُهَا هَذَا وَنَقَلَهَا الْقَاضِي عَنْ مَالِكٍ وَالْجُمْهُورِ وَالثَّانِي لَا تَدْخُلُ الْكَرَاهَةُ حَتَّى يُصَلِّيَ سُنَّةَ الصُّبْحِ وَالثَّالِثُ لَا تَدْخُلُ الْكَرَاهَةُ حَتَّى يُصَلِّيَ فَرِيضَةَ الصُّبْحِ وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ عِنْدَ أَصْحَابِنَا وَلَيْسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ دَلِيلٌ ظَاهِرٌ عَلَى الْكَرَاهَةِ إِنَّمَا فِيهِ الْإِخْبَارُ بِأَنَّهُ كَانَ ﷺ لا يصلي غير ركعتي السنة ولم ينه عن غيرها"(۱)

خلاصۂ مسئلہ

طلوعِ فجر کے بعد اشراق کا وقت شروع ہونے سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، لہٰذا اس وقت میں نوافل ادا نہ کیے جائیں؛ چنانچہ تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء بھی پڑھنے میں کراہت ہے؛ البتہ قضا نماز پڑھ سکتے ہیں، مگر وہ بھی لوگوں کے سامنے نہیں پڑھنا چاہئے، اسی طرح نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت وغیرہ درست ہے۔"

تسعة أوقات يكره فيها النوافل وما في معناها لا الفرائض. هكذا في النهاية والكفاية فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة. كذا في فتاوى قاضي خان. منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر. كذا في النهاية والكفاية

---

(۱) المنهاج شرح النووي على مسلم، باب استحباب ركعتي الفجر والحث عليه 6 :/2، دار احياء التراث العربي بيروت

یکرہ فیہ التطوع بأکثر من سنۃ الفجر"(۱)

(۱۱) سنت فجر کی قضاء کا مسئلہ

سنتوں کی قضاء ہے بھی یا نہیں، شافعیہ حنابلہ اس کے قائل ہیں حنفیہ مالکیہ کے نزدیک سنت کی قضا ہی نہیں البتہ صبح کی سنت کی قضا فی الجملہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ وابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ سنت کی تبعاللفرض (فرض کے تابع) ہے الی لزوال بالاستقلال نہیں چناں چہ لیلۃ التعریس کے واقعہ میں حضور ﷺ نے صبح کی سنتوں قضاء فرض نماز کیساتھ فرمائی تھی، اور امام محمدؒ کے نزدیک ان کی قضاء انفرادی بھی مستحب ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں" ان احب" اگر جی چاہے تو قضا کرلے اختیار ہے۔(۲)

سنتِ فجر کی قضاء کی تفصیل

اگر فجر کی جماعت نکل جائے تو فجر کے وقت کے اندر نماز پڑھنے کی صورت میں پہلے سنت اور پھر فجر کی فرض نماز ادا کریں، البتہ اگر وقت کم ہو یعنی سنتیں پڑھنے کی صورت میں نماز کا وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو تو پھر صرف فرض نماز پڑھ لی جائے، اور پھر طلوع کے بعد مکروہ وقت ختم ہوجانے کے بعد زوال سے پہلے پہلے صرف سنتوں کی قضا کی جاسکتی ہے۔

اور اگر فجر کی نماز قضا ہوجائے تو اسی دن زوال سے پہلے قضا کرنے کی صورت میں فرض کے ساتھ سنتوں کی قضا بھی کرلیں، اور اگر اس دن کے زوال کے بعد قضا کر رہے ہیں تو صرف فرض کی قضا کریں گے، سنت نہیں پڑھیں گے۔

اور اسی دن زوال سے پہلے قضا کرنے کی صورت میں دو رکعت سنت قضا کی نیت

---

(۱) فتاوی ہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الأول، الفصل الثالث: ۱/۵۲، ط: دار الفکر

(۲) الدر المنضود علی سنن ابی داؤد ۲: ۵۲۰/، مکتبۃ الشیخ کراچی

سے پڑھیں اور پھر اس کے بعد فرض کی قضا کریں، اور اگر صرف فرض نماز ادا کی ہے تو فرض نماز ادا ہوگئی، البتہ سنت چھوڑنے کی عادت نہ بنائی جائے، اور زوال کے بعد قضا کرنے کی صورت میں اگر فرض کے ساتھ سنت کی نیت سے بھی دو رکعت ادا کی ہیں تو ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا، البتہ اس کی وجہ سے فرض نماز پر اثر نہیں ہوگا، فرض بہرصورت ادا ہوگئی، اور زوال کے بعد جو دو رکعت، سنت کی نیت سے ادا کی گئیں امید ہے کہ ان پر نفل کا ثواب ملے گا۔

" (ولا يقضيها إلا بطريق التبعية ل) قضاء (فرضها قبل الزوال لا بعده في الأصح)؛ لورود الخبر بقضائها في الوقت المهمل، (قوله :ولا يقضيها إلا بطريق التبعية إلخ) أي لايقضي سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعاً لقضائه لو قبل الزوال؛ وما إذا فاتت وحدها فلاتقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع؛ لكراهة النفل بعد الصبح. وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما. وقال محمد :أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال كما في الدرر. قيل :هذا قريب من الاتفاق؛ لأن قوله:"أحب إلي" دليل على أنه لو لم يفعل لا لوم عليه. وقالا:لايقضي، وإن قضى فلا بأس به، كذا في الخبازية. ومنهم من حقق الخلاف وقال :الخلاف في أنه لو قضى كان نفلاً مبتدأً أو سنةً، كذا في العناية يعني نفلاً عندهما، سنةً عنده كما ذكره في الكافي إسماعيل"(۱)

(۱) الدر المختار وحاشية ابن عابدين: ۲/ ۵۷

سنت مؤکدہ کی قضاء کرنی چاہیے یا نہیں؟

سوال : فرض نماز سے پہلے سنتِ مؤکدہ پڑھ رہے ہوں اور اقامت کی آواز سن کر نماز توڑ دیں تو بعد میں توڑی ہوئی سنت مؤکدہ کی قضاء دینی چاہیے یا نہیں؟

جواب : سنتوں کی قضا جائز بلکہ مستحسن ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہر کی پہلی چار رکعتیں جب فوت ہو جاتیں، تو ظہر کی دو رکعتوں کے بعد آپ ان کو پڑھتے۔

"كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا فَاتَتهُ الأَربَعُ قَبلَ الظُّهرِ، صَلَّاهَا بَعدَ الرَّكعَتَينِ، بَعدَ الظُّهرِ"(۱)

(۱۲) فجر کی سنت بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں

فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی سنن مؤکدہ بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، البتہ اس صورت میں ثواب میں کمی ہوگی اور فجر کی سنتیں بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں ہے؛ لہذا اگر کھڑے ہونے پر قادر رہوں تو وتر اور فجر کی سنتیں کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہیں، بیٹھ کر ادا نہیں ہوں گی، البتہ دیگر سنتیں اور نوافل بیٹھ کر بھی ادا ہو جائیں گے، لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

"أما صلاة السنن و المندوبات و نحوها فان القيام لا يفترض فيها بل تصح من قعود الا ان الحنيفية قالوا كما يفترض القيام فى الصلوات الخمس كذٰلک فى صلواة ركعتى الفجر على المصحح"(۲)

---

(۱) ابن ماجۃ شریف، باب من فاتتہ الاربع قبل الظہر، حدیث: ۱۱۵۸

(۲) الفقه على المذاهب الاربعة: ۱/۲۲۷

(۱۳) نماز فجر کی سنتیں ادا کیے بغیر امامت کرنے کا حکم

اگر امام کو نماز فجر کی سنتیں ادا کرنے کا موقع نہ ملے اور جماعت کا وقت ہو جائے تو ایسی صورت میں اس کے لیے امامت کرنا جائز ہے اس میں کوئی کراہت نہیں۔(۱)

تنبیہ: نماز فجر کی سنت ادا کیے بغیر امامت کرانے کا جواز اور اجازت کا مسئلہ جو ذکر ہوا اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ اس بنیاد پر امام نمازِ فجر سے پہلے دو رکعات سنتوں کی ادائیگی میں سستی کا مظاہرہ کرے، بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ ایسی صورت میں امامت ناجائز نہیں بلکہ درست ہے، جہاں تک فجر کی سنتوں کا تعلق ہے احادیث مبارکہ کی رو سے ان کی ادائیگی کا شدید اہتمام ہونا چاہیے، خصوصاً امام کو تو مقتدیوں سے زیادہ فجر کی سنتوں کا اہتمام کرنا چاہیے کیوں کہ مقتدیوں کے لیے یہ سہولت اور اجازت بھی ہے کہ وہ فجر کی جماعت کے دوران بھی فجر کی سنت ادا کر سکتے ہیں، اگر انہیں امام کے ساتھ آخری قاعدہ ملنے کی امید ہو، جبکہ امام کے لیے اس کی بھی گنجائش نہیں؛ کیوں وہ تو نماز پڑھانے میں مشغول ہوتا ہے، اس لیے امام کو چاہیے کہ وہ اتنا وقت پہلے نماز فجر کی تیاری سے فارغ ہو جائے کہ فجر کی امامت سے پہلے فجر کی سنتیں ادا کر سکے؛ البتہ جب کبھی نماز فجر سے پہلے سنتیں ادا کرنے کا موقع نہ ملے تو وہ سنتیں ادا کیے بغیر بھی امامت کر سکتا ہے، ایسی صورت میں نماز فجر کی امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

نماز فجر کی سنتیں ادا کیے بغیر امامت کرانے کے مسئلہ میں یہ پہلو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کسی دن امام کو نماز فجر سے پہلے کی سنتیں ادا کرنے کا موقع نہ ملے اور مقتدی بخوشی امام کو اجازت دیں کہ وہ امامت سے پہلے فجر کی سنتیں ادا کرلے تو ایسی صورت میں امام کے لیے امامت سے پہلے نماز فجر کی سنتیں ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اس موقع کو غنیمت جاننا

(۱) امداد الفتاوی: ۱/۳۳۰، مکتبہ دار العلوم کراچی

چاہیے۔(۱)

فجر کی فرض جماعت کھڑی ہونے پر سنتِ فجر

(۱) نماز فجر کی سنتیں ادا کیے بغیر امامت کرانے کا حکم، سلسلہ نمبر ۶۳۰ :، ازقلم : مفتی مبین الرحمن فاضل جامعہ اسلامیہ دار العلوم کراچی

فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے باوجود سنتِ فجر کا ثبوت

احادیث مبارکہ وآثار صحابہ، اعمال واقوال سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کثرت وشدت روایات تاکید کی وجہ سے سنت فجر کو قیام فجر کے باوجود پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے، ایک شخص ایسے وقت میں آیا کہ فجر کی جماعت کھڑی ہے اور اس نے سنتیں بھی ادا نہیں کیں، تو احناف کا مذکورہ موقف ایسا مستقیم ہے کہ اس سے دونوں فضیلتیں جمع ہوجاتی ہیں یعنی فجر کی سنتوں کا جو تاکیدی حکم ہے اس پر بھی عمل ہوجاتا ہے اور جماعت میں شمولیت کے حکم کی بھی تعمیل ہوجاتی ہے، یہ موقف حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور تابعین رحمہم اللہ کے عمل سے ثابت ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کا عمل

حضرت عبد اللہ بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لائے جب کہ امام نماز پڑھا رہا تھا، تو آپؓ نے ستون کی اوٹ میں دو رکعتیں پڑھیں، آپؓ نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔

"عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي مُوسَى، قَالَ :جَاءَ ابْنُ مَسْعُودٍ، وَالْإِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ إِلَى سَارِيَةٍ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ"۔(۱)

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، باب، حدیث ۹۳۸۵ :علامہ ہیثمی فرماتے ہیں :اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے رجال موثوق ہیں، مجمع الزوائد، باب إذا أقیمت الصلاۃ ہل یصلی غیرہ، حدیث ۲۳۹۲ :محقق البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

حضرت مالک بن مغول سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نافع سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو نماز فجر کے لیے اس وقت بیدار کیا جب کہ نماز کھڑی ہو چکی تھی، آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور پہلے دو رکعت سنت ادا فرمائی۔

مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، قَالَ :سَمِعْتُ نَافِعًا، يَقُولُ :أَيْقَظْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِصَلَاةِ الْفَجْرِ وَ قَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ'۔(۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور مسجد میں ایک ستون کی طرف بڑھے اور فجر کی سنتیں پڑھ کر پھر جماعت کی نماز میں شریک ہوئے۔

''عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ:أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَتَقَدَّمَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ إِلَى أُسْطُوَانَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ - يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ''(۲)

اس اثر میں اس بات کی صراحت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسے وقت مسجد پہنچے کہ صبح کی نماز کھڑی ہو چکی تھی پھر بھی وہ وایک ستون کی آڑ میں ہو کر سنت فجر پڑھنے لگے اگر نماز فجر کے قیام کے مسجد میں سنت فجر پڑھنا ممنوع ہوتا تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کبھی بھی جماعت کی مخالفت میں سنت فجر میں مشغول نہیں ہوتے؛ بل کہ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہوجاتے؛ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کا عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ مسجد میں نماز فجر

---

(۱) شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد و الإمام فی صلاۃ الفجر، حدیث: ۲۲۰۳، علامہ نیموی نے آثار السنن میں کہا ہے، اس کی سند صحیح ہے۔

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی، باب، حدیث :۹۳۸۷، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں :اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں، مجمع الزوائد، باب إذا أقیمت الصلاۃ هل یصلی غیرها، حدیث : ۲۳۹۱۱۔

کے قیام کے وقت سنت فجر پڑھنا جائز ہے۔

اور اس سے امام کی قراۃ کی آواز کے سنائی دینے کا مسئلہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ مسجد میں فجر کی سنتیں عندالاقامت پڑھ رہے تھے تو ضرور امام کی قراۃ سنائی دے رہی ہوتی تھی؛ لیکن اس کے باوجود وہ سنتیں پڑھنے میں مشغول ہوجاتے معلوم ہوا کہ امام کی قرأۃ کی آواز سنائی دینے کے باوجود بھی سنتیں پڑھنا جائز ہے۔

حضرت ابن عمر ؓ کا عمل

حضرت زید بن اسلم ؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر ؓ اس وقت مسجد میں تشریف لائے کہ امام صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، اور انہوں نے ابھی فجر کی سنتیں ادا نہیں کی تھیں تو انہوں نے حضرت حفصہ ؓ کے حجرہ میں سنتیں اداء کیں پھر امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوگئے۔

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّهُ جَاءَ وَالْإِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ ,وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ ,فَصَلَّاهُمَا فِي حُجْرَةِ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ,ثُمَّ إِنَّهُ صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ"۔(۱)

فتح الباری میں حضرت ابن عمر ؓ سے متعلق لکھا ہے کہ وہ اس شخص کو کنکریاں مارتے تھے جو مسجد میں اقامت شروع ہونے کے بعد نفل پڑھتا تھا تو یہ اس بات پر محمول ہے جو نماز یوں کی صفوں کے ساتھ متصل نماز شروع کر دیتا تھا۔

حضرت مالک بن مغول ؒ سے روایت ہے کہ میں نے نافع ؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ابن عمر ؓ کو فجر کی نماز کے لئے جگایا اور جبکہ نماز فجر کھڑی ہوچکی تھی انہوں نے فجر کی سنتیں ادا کیں۔

(۱) شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد والإمام فی صلاۃ الفجر، حدیث: ۲۲۰۴، الناشر عالم الکتب، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۴م

"مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، قَالَ :سَمِعْتُ نَافِعًا، يَقُولُ:أَيْقَظْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِصَلَاةِ الْفَجْرِ وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ ،فَقَامَ فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ"۔(۱)

حضرت ابن عباسؓ کا عمل

حضرت ابوعثمان انصاریؓ سے روایت کہ : حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ (اس وقت مسجد) آئے کہ امام فجر کی نماز پڑھا رہا تھا، اور انہوں نے سنت فجر نہیں پڑھی تھیں، عبد اللہ بن عباسؓ نے سنت فجر امام کی (پچھلی والی صف میں) ادا کیں پھر انکے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے۔

"جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ وَالْإِمَامُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ فَصَلَّى عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا الرَّكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْإِمَامِ ,ثُمَّ دَخَلَ مَعَهُمْ"۔(۲)

عبد اللہ بن عباسؓ کے اس اثر سے بھی یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ نماز فجر کے قیام کے وقت مسجد میں سنت فجر پڑھنا جائز ہے باوجود اس کے کہ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود تھا : فرض نماز کے قیام کے وقت سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں "اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة"۔

پھر بھی ابن عباسؓ نے مسجد پہنچ کر سنت فجر شروع فرمائیں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عباسؓ امام حاکمؒ نے "مستدرک" میں ابن عباسؓ کی روایت کی ہے۔

(۱) شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد والإمام فی صلاۃ الفجر، حدیث ۲۲۰۳ : ،الناشر عالم الکتب، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۴م

(۲) شرح معانی الآثار، باب الرجل يدخل المسجد والإمام فی صلاة الفجر، حديث :۲۲۰۳، الناشر عالم الكتب، الطبعة الاولى، ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۴م

عبادلہ ثلاثہ کا عمل پختہ ثبوت ہے کہ فقہی لحاظ سے احناف کا مسلک کافی مضبوط ہے۔

حضرت ابو درداءؓ کا عمل

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں ایسے وقت داخل ہوتے کہ لوگ نماز فجر میں صفوں میں ہوتے، پس وہ مسجد کے ایک کونے میں سنت فجر پڑ لیتے پھر لوگوں کیساتھ جماعت میں شامل ہوجاتے۔

"عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، أَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ"۔(۱)

حضرت ابو درداءؓ کی اس روایت سے بھی صاف طور سے سنت عند الاقامت کا جواز معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ حضرت ابو درداءؓ کے سامنے ابو ہریرہؓ کی یہ روایت موجود تھی " اذا اقیمت الصلاۃ ۔۔۔ الخ "، لیکن اس کے باوجود عند الاقامت سنت فجر پڑھنے کو جائز سمجھتے تھے تو یہ ثبوت ہے اس حدیث کی تخصیص کا کہ صریح نہی کے باجود بھی آپؓ نماز فجر کے قیام کے وقت سنت فجر پڑھتے تھے کیونکہ آپؓ اس نہی کو نمازیوں کی صفوں کے ساتھ مل کر سنتیں پڑھنے پر محمول فرماتے تھے ورنہ صریح نہی کے باوجود آپؓ اس کے خلاف کبھی بھی نہیں کر سکتے۔

تابعینؒ کا عمل

حضرت ابوعثمان النہدیؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ : " ہم حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس سنت فجر پڑھنے سے پہلے آتے جبکہ وہ نماز پڑھا رہے ہوتے تھے ہم مسجد

{}شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد والإمام فی صلاۃ الفجر، حدیث:۲۲۰۵، الناشر عالم الکتب، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۴م

میں کے آخری حصہ میں سنتیں پڑھ لتے پھر لوگوں کیساتھ جماعت میں شامل ہوجاتے

"عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، قَالَ :كُنَّا نَأْتِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَبْلَ أَنْ نُصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ ,وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ ,فَنُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي آخِرِ الْمَسْجِدِ ,ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ"۔(۱)

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سنت فجر عند الاقامت کے جواز میں احناف کے ساتھ کبار تابعین متفق ہیں ابوعثمان نہدیؒ جو بڑے تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز فجر کے لئے جب عمرؓ کے پاس آتے اور وہ نماز فجر میں مشغول ہوتے تو ہم مسجد کے ایک کونے میں سنتیں پڑھ کر فرض نماز میں شامل ہوجاتے۔

امام مسروقؒ کا عمل

اما شعبیؒ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ امام مسروقؒ جب کسی جماعت کے پاس اس وقت تشریف لاتے کہ وہ فجر کی نماز پڑھ رہے ہوتے اور انہوں نے ابھی تک فجر کی سنتیں نہ پڑھیں ہوتی تو وہ مسجد میں فجر کی سنتیں پڑھ کر لوگوں کیساتھ نماز میں شامل ہوجاتے۔

"كَانَ مَسْرُوقٌ يَجِيءُ إِلَى الْقَوْمِ ,وَهُمْ فِي الصَّلَاةِ ,وَلَمْ يَكُنْ رَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلَاتِهِمْ"۔(۲)

---

(۱) شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد والإمام فی صلاۃ الفجر، حدیث:۲۲۰۷، الناشر عالم الکتب، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۴م

(۲) شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد والإمام فی صلاۃ الفجر، حدیث: ۲۲۰۹، الناشر عالم الکتب، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۴م

سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا عمل وفتوی

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوتے تو مسجد کے کونے میں سنت ادا کرتے پھر جماعت میں شامل ہوتے۔"یصلیهمافی ناحية المسجد، ثم دخل مع القوم فی صلاتهم"(۱)

حضرت حسنؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ: جب تم مسجد میں داخل ہو جاؤ اور تم نے سنتیں نہ پڑھی ہو تو سنتیں پڑھ لو؛ اگر چہ امام نماز پڑھ رہا ہو پھر امام کیساتھ شامل ہو جاؤ۔

"عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ :إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ,فَصَلِّهِمَا وَإِنْ كَانَ الْإِمَامُ يُصَلِّي ,ثُمَّ ادْخُلْ مَعَ الْإِمَامِ"۔(۲)

سیدنا سعید بن جبیرؒ کا عمل

سیدنا سعید بن جبیرؒ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہونے جبکہ امام صاحب نماز فجر شروع کر چکے تھے، تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے دروازے کے پاس دو رکعت ادا کی پھر جماعت میں شامل ہوئے۔

"عن سعیدبن جبیر رحمۃ اللہ علیہ انه جاءالی المسجد والامام فی صلاة الفجر، فصلی الرکعتین قبل أن یلج المسجد عند باب المسجد"(۳)

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: ۶۴۷۳

(۲) شرح معانی الآثار، باب الرجل یدخل المسجد والإمام فی صلاۃ الفجر، حدیث: ۲۲۱۱، الناشر عالم الکتب، الطبعۃ الاولی، ۱۴۱۴ھ، ۱۹۹۴م

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: ۶۴۷۴

امام مجاہدؒ کا فتوی

امام مجاہد مشہور مفسرِ قرآن فرماتے ہیں کہ اگر تم فجر کی نماز کے لئے مسجد میں داخل ہو اور لوگ نمازِ فجر میں مشغول ہوں جبکہ تم نے دو رکعت سنت ادا نہیں کی ہے تو پہلے سنت ادا کرلو، اگر چہ تمھارا گمان ہو کہ فجر کی ایک رکعت چھوٹ جائے گی۔ (پھر بھی سنت ادا کرلینا)

"اذا دخلت المسجد والناس فی صلاۃ الصبح ، ولم ترکع رکعتی الفجر فارکعهما ، وان ظننت أن الرکعة الاولی تفوتک"(۱)

امام ابراہیم نخعیؒ کا فتوی

امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی مسجد میں آئے اور امام نمازِ فجر کی امامت مشغول ہو یعنی جماعت کھڑی ہو چکی تو مسجد میں سنت ادا کرنا مکروہ ہے، بلکہ مسجد کے دروازے یا کونے میں ادا کرلے۔

"عن ابراهیم انه کره اذاجاءوالامام فی صلاۃ الفجر،أن یصلیهما فی المسجد ،وقال :یصلیهما علی باب المسجد ،أوفی ناحیته"(۲)

ان روایات میں کبار تابعین کے عمل وفتوی کے موافق احناف کا عمل وفتوی ہے، جیسا کہ امام شعبیؒ کی اس روایت میں ہے کہ امام مسروقؒ جو بڑے تابعین میں سے تھے وہ بھی نماز فجر کے قیام کے وقت مسجد میں سنت فجر پڑھنے کو جائز سمجھتے تھے۔

حاصل یہ کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد سنتِ فجر ادا کرنا درست ہے، تمام

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: ۶۴۷۹

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث: ۶۴۸۱

دلائل کو سامنے رکھ کر فتوی و فیصلہ کرنے سے حق واضح ہو جاتا ہے۔

نماز فجر کے وقت مسجد میں سنت فجر پڑھنے کا جواز فقہاء احناف کی نظر میں

علامہ ابن نجیمؒ بحر الرائق فرماتے ہیں کہ:

خلاصہ نامی کتاب میں ہے کہ سنت فجر کی ادائیگی میں تین کام کرنا سنت ہیں:

۱۔ایک یہ کہ پہلی رکعت میں سورہ کافرون پڑھ لے اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص۔

۲۔دوسری یہ کہ سنتیں پہلے وقت میں پڑھیں۔

۳۔تیسری یہ کہ سنتیں گھر میں پڑھے اور یا مسجد کے دروازے کے پاس پڑھے یا اگر وہاں جگہ نہ ہو تو مسجد شتوی میں پڑھے اگر امام مسجد صیفی میں ہو اور یا اس کے برعکس کرے اور یہ اُس وقت ہے کہ وہ سنتیں پڑھنے کے بعد امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو سکے، اور اس کے مسجد کا ایک حصہ ہو تو مسجد کے کسی کونے میں سنتیں پڑھ لیں اور صف کیساتھ مل کر فرض نماز کی جماعت کی مخالف کرتے ہوئے سنتیں نہیں پڑھے گا۔

"ان کان یرجو ادراکہ، وَإِنْ كَانَ الْمَسْجِدُ وَاحِدًا يَأْتِي بِهِمَا فِي نَاحِيَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ وَلَا يُصَلِّيهِمَا مُخَالِطًا لِلصَّفِّ مُخَالِفًا لِلْجَمَاعَةِ"۔(۱)

نوٹ: سردیوں میں جس جگہ نماز پڑھی جاتی ہے اس کو "مسجد صیفی" کہتے ہیں اور گرمیوں میں جس جگہ نماز پڑھی جاتی ہے اس کو عربی میں "مسجد شتوی" کہتے ہیں۔

دوسری بات صفوں کے متصل پڑھنے کی ممانعت کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں نماز با جماعت ہو رہی ہے ان کے ساتھ صف کھڑے ہو کر سنت فجر نہیں پڑھنا چاہئے کیوں کہ

---

(۱) البحر الرائق شرح کنز الدقائق، الصلاۃ المسنونۃ کل یوم، ۵۲/۲، دار الکتاب الاسلامی، الطبعۃ الثانیۃ بدون تاریخ۔

یہ سخت مکروہ ہے اس وجہ سے کہ اس سے فرض وسنت نماز میں التباس پیدا ہوتا ہے اور جس سے جماعت کی نماز کی مخالفت لازم آتی ہے جو کہ ممنوع ہے۔

علامہ حصکفیؒ درمختار میں فرماتے ہیں :

سنت فجر میں مشغول ہونے سے جب نماز فجر کے فوت ہونے کا خوف ہو تو سنت فجر کو نہ پڑھے کیوں کہ جماعت کیساتھ شامل ہونا زیادہ بہتر ہے اور ظاہر مذہب کے مطابق اگر ایک رکعت پانے کی بھی امید ہو (اور محققین کے نزدیک) اگر تشہد پانے کی امید ہو تو سنت فجر کو پڑھے۔

(وَإِذَا خَافَ فَوْتَ) رَكْعَتَيْ (الْفَجْرِ لِاشْتِغَالِهِ بِسُنَّتِهَا تَرَكَهَا) لِكَوْنِ الْجَمَاعَةِ أَكْمَلَ (وَإِلَّا) بِأَنْ رَجَا إِدْرَاكَ رَكْعَةٍ فِي ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ. وَقِيلَ التَّشَهُّدُ وَاعْتَمَدَهُ الْمُصَنِّفُ وَالشُّرُنْبُلالِي تَبَعًا لِلْبَحْرِ، لكِنْ ضَعَّفَهُ فِي النَّهْرِ (لَا) يَتْرُكُهَا بَلْ يُصَلِّيهَا عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ۔(١)

علامہ شامیؒ ردالمختار میں فرماتے ہیں :

اور حاصل یہ ہے کہ سنت فجر پڑھنے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ سنتیں گھر میں پڑھے ورنہ اگر مسجد کے دروازے کے پاس جگہ ہو تو وہاں پڑھے ورنہ اگر مسجد کے دروازے کے پاس جگہ ہو تو وہاں پڑھ لے اگر وہاں نہ ہو تو اگر مسجد کے دو حصہ ہیں تو مسجد شتوی یا صیفی میں پڑھ لے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو مسجد کے اندر صف کے پیچھے کسی ستون کی آڑ میں پڑھ لے اور یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے کہ مسجد کے حصے ہوں اور امام کسی ایک حصہ میں ہو۔

اور ''محیط برہانی'' میں ہے ''کہا جاتا ہے کہ اس صورت میں سنتیں پڑھنا مکروہ نہیں

---

(١) رد المحتار على الدر المختار، باب ادراک الفريضة، ٥٦/٢، دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية، ١٤١٢هـ-١٩٩٢م

ہے، کیوں کہ یہ ایک ہی مکان ہے، فرمایا کہ جب مشائخ کا اس میں اختلاف ہے تو پھر اسے چھوڑ نا ہی بہتر ہے۔ ''نہر'' نامی کتاب میں فرمایا ہے کہ اس قول میں یہ فائدہ بھی سامنے آیا کہ کراہت تنزیہی ہے۔

''وَالْحَاصِلُ أَنَّ السُّنَّةَ فِي سُنَّةِ الْفَجْرِ أَنْ يَأْتِيَ بِهَا فِي بَيْتِهِ، وَإِلَّا فَإِنْ كَانَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ مَكَانٌ صَلَّاهَا فِيهِ، وَإِلَّا صَلَّاهَا فِي الشِّتْوِيِّ أَوْ الصَّيْفِيِّ إنْ كَانَ لِلْمَسْجِدِ مَوْضِعَانِ، وَإِلَّا فَخَلْفَ الصُّفُوفِ عِنْدَ سَارِيَةٍ، لَكِنْ فِيمَا إذَا كَانَ لِلْمَسْجِدِ مَوْضِعَانِ وَالْإِمَامُ فِي أَحَدِهِمَا ذَكَرَ فِي الْمُحِيطِ''۔(۱)

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، باب ادراک الفریضۃ، ۲/ ۵۷، دارالفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۲م

فجر کی نماز شروع ہو جانے کے بعد مسجد میں سنت پڑھنے کی تفصیل

فجر کی جماعت کے وقت فجر کی سنتیں کہاں ادا کی جائیں؟

واضح رہے کہ مسجد میں فجر کی جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد وہیں صفوں میں کھڑے ہو کر فجر کی سنتیں ادا کرنا مکروہ اور منوع ہیں، اسی طرح جماعت کی صفوں کے متصل پیچھے دیوار یا کسی اور حامل کی آڑ لیے بغیر سنتیں ادا کرنا بھی مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ طریقہ جماعت کی مخالفت کے زمرے میں آتا ہے جو کہ مکروہ اور منوع ہے؛ جبکہ بسا اوقات اس کی وجہ سے صفوں کی درستی میں بھی خلال آجاتا ہے۔

مذکورہ مسئلہ کے مطابق جو شخص نماز فجر کے لیے ایسے وقت میں مسجد جارہا ہو کہ اس کو معلوم ہو کہ جماعت کھڑی ہو رہی ہو گی تو اس کو چاہیے کہ گھر ہی میں سنتیں ادا کر کے جائے، یہ سب سے بہتر صورت ہے؛ لیکن اگر وہ شخص مسجد چلا جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت شروع ہو چکی ہے یا شروع ہونے والی ہے تو وہ جماعت کی صفوں میں یا ان کے قریب سنتیں ادا نہ کرے، بلکہ جماعت سے دور مسجد کے دروازے کے پاس سنتیں ادا کرے، بصورت دیگر کم از کم جماعت سے ہٹ کر دیوار یا کسی اور حائل کی آڑ میں سنتیں ادا کرے، لیکن اگر وہ مسجد چھوٹی سی ہو اور اس میں کوئی آڑ بھی نہ ہو، یا مسجد بڑی ہو لیکن صفیں مسجد کے دروازے تک پہنچ رہی ہوں اور مسجد کے باہر یا مسجد کی دوسری منزل وغیرہ میں سنتیں ادا کرنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں فجر کی جماعت کے وقت سنتیں ادا کرنا درست نہیں بلکہ جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے۔

”قوله: (ولا يشتغل عنه بالسنة) أي عن الاقتداء. قوله: (ولو في المسجد بعيدا عن الصف) أي يشترط في كونه يأتي بسنة الفجر إذا أخذ المؤذن في الإقامة أن يأتي بها عند باب المسجد، فإن لم يجد مكانا تركها؛ لأن في الإتيان بها في المسجد حينئذ مخالفة الجماعة فتكره, وترك المكروه

مقدم على فعل السنة، غير أن الكراهة تتفاوت، فإن كان الإمام في الصيفي فصلاته إياها في الشتوي أخف من صلاتها في الصيفي، وأشدها كراهة أن يصليها مخالطا للصف، كذا في الفتح، ويليه في الكراهة أن يكون خلف الصف من غير حائل. قوله :(لما قدمناه في سنة الفجر) من الأخبار الدالة على فضلها. قوله :(والأفضل فعلهما في البيت)؛ لأنه كان يصليهما في البيت، وأنكر على من صلاهما في المسجد، كذا في الشرح"(۱)

نماز فجر کی سنتوں کی ادائیگی سے متعلق ایک بڑی کوتاہی

آج کل نماز فجر کی سنتوں سے متعلق ایک بڑی کوتاہی یہ عام ہو چکی ہے کہ جب لوگ نمازِ فجر کے لیے مسجد چلے جاتے ہیں اور وہاں جا کر معلوم ہوجاتا ہے کہ جماعت کھڑی ہو چکی ہے یا کھڑی ہونے والی ہے تو وہ جماعت کی صفوں میں یا ان کے قریب ہی کھڑے ہو کر فجر کی سنتیں ادا کرنا شروع کر دیتے ہیں، واضح رہے کہ یہ بڑی غلطی ہے جس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

فقیہ العصر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :

جب تکبیر نماز فرض فجر کی ہوگئی اور امام نے فرض نماز شروع کر دی تو سنت فجر کی صف کے پاس پڑھنا تو سب کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے؛ مگر صف سے دور جہاں پردہ ہو امام و جماعت سے دوسرے مکان میں اگر ایک رکعت نماز کی امام کے ساتھ مل سکے تو

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، باب إدراک الفریضۃ

سنت پڑھ کر پھر شریک جماعت کا ہوجاوے ورنہ سنت کو ترک کردے اور پھر سنت کو بعد طلوع آفتاب کے بعد کے پڑھ لیوے بہتر ہے؛ ورنہ کچھ حرج نہیں، یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور قبل طلوع آفتاب کے بعد فرض کے سنت کا پڑھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔(۱)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ

ایک سوال کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں کہ : فجر کی سنتیں جماعت کھڑی ہوجانے کے بعد علیحدہ مقام میں جا کر پڑھی جائیں اور علیحدہ کوئی جگہ نہ ہوتو جماعت میں شریک ہوجانا چاہئے اور جماعت کے بعد آفتاب نکلنے سے پہلے نہیں پڑھنا چاہئے آفتاب نکلنے کے بعد پڑھ لی جائیں تو بہتر ہے۔

مزید دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ : فجر کی جماعت شروع ہوجانے کے بعد کسی علیحدہ جگہ میں سنتیں ادا کرنے کا اتنا موقع مل جائے کہ سنت ادا کر کے فرض ایک رکعت مل سکے گی تو سنتیں ادا کر کے جماعت میں شریک ہو اور اگر کوئی علیحدہ جگہ میسر نہ یا ایک رکعت فرض ملنے کی امید نہ ہوتو جماعت میں شریک ہوجائے اور جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے نہ پڑھے سورج نکلنے کے بعد چاہے تو پڑھ لے۔(۲)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

آپؒ سے کسی نے نماز فجر کے اقامت کے وقت سنتیں پڑھنے کے متعلق پوچھا تو جواب میں فرمایا کہ : ایسی حالت میں اگر مسجد کے دو درجے ہوں تو امام جس درجہ میں ہوتو یہ شخص دوسرے درجہ میں ادا کرے اور اگر ایسا موقع بھی نہ ہوتو کسی علیحدہ جگہ میں جس قدر

---

(۱) فتاوی رشیدیہ، ۳۱۳، دارالاشاعت کراچی

(۲) کفایت المفتی، کتاب الصلاۃ، ۳/ ۳۱۰-۳۱۱، دارالاشاعت کراچی۔

دوری صف سے ممکن ہو وہاں پڑھ لے۔۔۔

ہم حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ اگر فرض ملنے کی توقع ہو تو سنتیں نہ چھوڑے۔(۱)

مفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن عثمانیؒ

یہ صحیح ہے کہ اگر فرض باجماعت فجر کی ایک رکعت بلکہ عند المحققین تشہد بھی مل سکے تو علیحدہ ہو کر سنتیں ادا کر کے پھر شامل جماعت ہوجاوے۔ کذا فی الدر المختار والشامی اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں کہ فجر کے فرضوں کی جماعت شروع ہونے کے بعد مطلقاً سنتیں صبح پڑھنی حرام ہیں وہ حنفی نہیں ہیں اور ان کو مذہب حنفی کی خبر نہیں ہے، حنفیہ کا یہی مذہب ہے کہ سنتیں پڑھ کر شامل جماعت ہو مگر حتی الوسع جماعت سے علیحدہ ہو کر پڑھے۔ والتفصیل فی کتب الفقہ۔

ایک سوال میں آپ سے پوچھا گیا کہ صبح کی نماز میں امام کی قراۃ کی آواز سنائی دے رہی ہو تو سنتیں کیونکر پڑھی جائیں تو جواب میں فرمایا کہ: آواز آنے نہ آنے کی قید نہیں ہے صرف مکان علیحدہ ہونا چاہئے۔(۲)

محدث کبیر فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد فریدؒ

فقہاء کرام نے مسجد میں سنت فجر کو (جماعت کے قیام کے دوران) مکروہ لکھا ہے؛ مگر یہ نہیں لکھا ہے کہ سنت نہ پڑھے، بل کہ یہ لکھا ہے کہ جب حائل وغیرہ ہو تو پڑھے، معلوم ہوا یہ أھون البلتین ہے اور بنسبت ترک (اور مخالطت) کے افضل ہے۔(۳)

() امداد الفتاوی ۲ :ر ۳۱۳، جدید، مرتب مفتی شبیر احمد قاسمی، زکریا بک ڈپو دیوبند

(۲) فتاوی دار العلوم دیوبند مکمل مدلل، کتاب الصلاۃ ۴ :ر ۱۵۷=۱۶۱، مکتبہ دار الاشاعت کراچی

(۳) فتاوی فریدیہ، باب السنن والنوافل ۲ :ر ۵۵۰، اہتمام واشاعت، دار العلوم صدیقیہ زروبی صوابی۔)

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

فقہ حنفی کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر جماعت کی دوسری رکعت (بلکہ تشہد بھی) مل جانے کی توقع ہو تو کسی الگ جگہ پر فجر کی سنتیں پہلے ادا کرے، تب جماعت میں شریک ہو، ورنہ جماعت میں شریک ہوجائے اور سنتیں سورج نکلنے کے بعد اشراق کے وقت پڑھے فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک نفل نماز ممنوع ہے، البتہ قضا نمازیں، سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ جائز ہے۔(۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

حضرت سنت فجر عندالاقامت کے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں رقم طراز ہیں:

فجر کی سنتوں کے بارے میں سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ گھر میں ادا کرکے مسجد جائیں اور اگر گھر میں پڑھے بغیر مسجد پہنچ جائیں تو جب تک جماعت کی رکعت، بل کہ تشہد مل سکتا ہو، فجر کی سنتیں دور ہٹ کر کسی مقام پر پڑھ لینا جائز ہے خواہ جماعت شروع ہو چکی ہو، لیکن اگر کوئی شخص جماعت میں شریک ہوگیا تو پھر امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق تنہا سنتوں کی قضاء نہیں ہے۔(۲)

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل، مولانا یوسف کاندھلوی صاحب ۲: ۳۴۱، مکتبہ لدھیانوی کراچی

(۲) فتاوی عثمانی مفتی تقی عثمانی صاحب، ۱/۱۴۱، مکتبہ معارف القرآن کراچی،

نماز فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے فجر کی سنتیں و دیگر نوافل پڑھنے کی ممانعت

فجر کی فرض کے بعد سنت ونفل منع ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر کے بعد غروب شمس تک نماز (نوافل اور سنتیں) پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اور اسی طرح نماز فجر کے بعد بھی طلوع شمس تک نماز (نوافل اور سنتیں) پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ صَلاتَيْنِ :بَعْدَ الفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ العَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔ (۱)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ : ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ میں سے کئی صحابہ سے سنا ہے جن میں عمر بن خطابؓ بھی شامل ہیں جو کہ اُن سب میں مجھ کو زیادہ محبوب ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد غروب شمس تک نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ، مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكَانَ أَحَبَّهُمْ إِلَيَّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ''۔ (۲)

امام اعظم امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا ہے کہ طلوع فجر کے بعد طلوع شمس تک اور نماز عصر کے بعد غروب شمس تک نوافل وغیرہ پڑھنا منع ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے، اور یہی مذہب صحابہؓ کی ایک جماعت کا بھی ہے ابن بطالؒ نے فرمایا ہے کہ ان اوقات میں نوافل پڑھنے کی ممانعت میں متواتر احادیث وارد ہوئی ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری، باب لاتتحری الصلاۃ قبل غروب الشمس، حدیث :۵۸۸

(۲) صحیح مسلم، باب الأوقات التی نهی عن الصلاۃ، حدیث :۸۲۶

فجر کی فرض کے بعد نفل پڑھنے پر حضرت عمرؓ کی ناراضگی

اس سے بڑھ کر یہ کہ حضرت عمرؓ نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنے والوں کو صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں مارا کرتے تھے اور ان پر کسی صحابی نے نکیر نہیں فرمائی یعنی ان کو منع نہیں کیا پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز عصر کے بعد رسول اللہ ﷺ سے جو نوافل پڑھنا ثابت ہے وہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو اس کی اجازت نہیں ہے، طلوع فجر کے بعد صرف سنت فجر پڑھنے کی اجازت ہے اسکے علاوہ اور کسی قسم کے نوافل میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

”زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَيْضًا لِأَنَّهُ رَآهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَرْكَعُ بَعْدَ الْعَصْرِ رَكْعَتَيْنِ فَمَشَى إِلَيْهِ وَضَرَبَهُ بِالدُّرَّةِ فَقَالَ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اضْرِبْ فَوَاللهِ لَا أَدَعُهُمَا بَعْدَ أَنْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّيهِمَا فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا زَيْدُ لَوْلَا أَنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّخِذَهُمَا النَّاسُ سُلَّمًا إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى اللَّيْلِ لَمْ أَضْرِبْ فِيهِمَا“(۱)

فجر وعصر کے بعد کوئی نفل نہ پڑھے

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”عصر کی نماز کے بعد غروب شمس تک، اور فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہ پڑھے۔

”لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، وَلَا صَلَاةَ

(۱) الاستذكار، باب النهي عن الصلاة بعد الصبح وبعد العصر : ۱/۱۱۳، دار الكتب العلمية، بيروت

بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ"(۱)

اس حدیث کے معنی میں محدثین کا اختلاف ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں "لاصلوۃ" میں کلمہ لانفی جنس کیلئے ہے جس کا معنی یہ ہے کہ نماز فجر کے بعد کسی قسم کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے نہ فرض نہ نفل اور نہ ہی سنت۔اور بعض دوسرے محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث میں نفی نہی کے معنی میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز فجر کے بعد نماز نہ پڑھو پھر اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ یہ نہی تحریمی کیلئے ہے کہ نماز فجر کے بعد نماز پڑھنا حرام ہے یا یہ نہی کراہت کیلئے ہے کہ نماز فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ نہی یعنی منع کراہت کیلئے ہے اور ہمارے اصحاب یعنی احناف کا مذہب یہ ہے کہ حدیث میں نفی نہی کے معنی میں ہے اور نماز فجر اور عصر کے بعد ہمارے نزدیک قضاء نمازیں، سجدہ تلاوت، نماز ہ جنازہ وغیرہ پڑھ سکتے ہیں نوافل اور سنتیں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ یوسف بنوریؒ کی تشریح

حدیث "لاصلاۃ بعد الصبح "الخ طحاویؒ اور ابن بطالؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے، اور متاخرین میں سے علامہ مناویؒ نے جیسا کہ "فتح الملھم" میں اس کے تواتر کا دعوی کیا گیا ہے امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ "ان اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت میں رسول اللہ سے متواتر احادیث پہنچی ہیں"۔

"قال الطحاوي ثم ابن بطال من القدماء :أنه حديث متواتر، و من المتاخرين المناوي، كما في فتح الملهم، أدعي التواتر، قال الطحاوي :جاءت الآثار عن رسول الله ﷺ

(۱) صحیح بخاری، حدیث: ۵۸۶، صحیح مسلم، باب الأوقات التی نھی عن الصلاۃ، حدیث :۸۲۷

متواترة بالنهي عن الصلاة بعد الصبح والعصر"۔(۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے سنت فجر (نماز فجر سے پہلے) نہ پڑھی ہو تو طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھ لے۔

"مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكْعَتَيِ الفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ"۔(۲)

اس حدیث میں اس بات کی دلالت موجود ہے کہ آپ ﷺ سے اگر دو رکعتیں سنت کی رہ جاتیں تو اسے طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لیتے تھے، اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ نماز کو وقت سے مؤخر کر کے پڑھنا مکروہ ہے تو اگر فجر کی نماز سے لیکر طلوع آفتاب تک ان دو رکعتوں کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ مؤخر کر کے پڑھنے کا حکم نہ فرماتے:

"وإنما ذكروا هذا الحديث لبيان استحباب قضاء سنة الفجر"۔(۳)

صحابہ کرام وتابعین عظام کا مسلک

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ: امام ابوحنیفہؒ نے احادیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ نماز فجر کے بعد نوافل (جس میں سنت فجر بھی داخل ہے) پڑھنا مکروہ ہے (تحریمی) ہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، اور اسی طرح عصر کی نماز کے بعد بھی (نوافل پڑھنا مکروہ ہے) یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے، اور یہی قول حسن بصریؒ، سعید بن مسیبؒ، علاء بن زیاد، حمید بن عبد الرحمنؒ سے منقول ہے اور امام نخعیؒ نے فرمایا کہ وہ (ان اوقات میں نوافل پڑھنے کو) مکروہ سمجھتے تھے، اور اسی طرح صحابہؓ کی جماعت سے بھی منقول ہے،

---

(۱) معارف السنن، باب ما جاء في كراهية الصلاة بعد العصر وبعد الفجر: ۱۲۱/۲، ایچ ایم سعید کمبنی، کراتشی

(۲) سنن الترمذي، ما جاء في إعادتها بعد طلوع الشمس، حدیث ۴۲۳: ،امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، ہم اس کو اسی سند سے جانتے ہیں

(۳) اعلاء السنن: ۱۲۶/۷، ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي۔

ابن بطال نے فرمایا ہے کہ ان اوقات (نماز فجر اور عصر کے بعد) نوافل پڑھنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث منقول ہیں، اور عمرؓ تو اس شخص کو صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں مارتے تھے جو شخص نماز عصر کے بعد نوافل پڑھتا اور کسی نے بھی آپؓ پر نکیر نہیں فرمائی پس اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ کا نماز عصر کے بعد نوافل پڑھنا آپ ﷺ کی خصوصیت تھی امت کو اس کی اجازت نہیں ہے، اور اس کو مندرجہ ذیل صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے۔

علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ سمرہ بن جندبؓ، زید بن ثابت، سلمہؓ بن عمرو، کعب بن مرہؓ، ابو امامہؓ، عمر بن عبسہؓ، عائشہ صدیقہؓ، صنابحی جس کا نام عبدالرحمن بن عبسہ ہے، عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عمرو، وغیرہ ذلک۔

"احْتج بِهِ أَبُو حنيفَة على أَنه يكره أَن يتَنَفَّل بعد صَلَاة الْفجْر حَتَّى تطلع الشَّمْس وَبعد صَلَاة الْعَصْر حَتَّى تغرب الشَّمْس وَبِه قَالَ الْحسن الْبَصْرِيّ وَسَعِيد بن الْمسيب والْعَلَاء بن زِيَاد وَحميد بن عبد الرَّحْمَن وَقَالَ النَّخعِيّ كَانُوا يكْرهُونَ ذَلِك وَهُوَ قَول جمَاعَة من الصَّحَابَة وَقَالَ ابْن بطال تَوَاتَرَتْ الْأَحَادِيث عَن النَّبِي - ﷺ - "أَنه نهى عَن الصَّلَاة بعد الصُّبْح وَبعد الْعَصْر " وَكَانَ عمر رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ يضْرب على الرَّكْعَتَيْنِ بعد الْعَصْر بِمحضر من الصَّحَابَة من غير نَكِير فَدلَّ على أَن صلَاته - ﷺ - مَخْصُوصَة بِهِ دون أمته وَكره ذَلِك عَليّ بن أبي طَالب وَعبد الله بن مَسْعُود وَأَبُو هُرَيْرَة وَسمرَة بن جُنْدُب وَزيد بن ثَابت وَسَلَمَة بن عَمْرو وَكَعب بن مرّة وَأَبُو أُمَامَة وَعَمْرو بن عَنْبَسَة وَعَائِشَة والصنابحي واسْمه عبد

الرَّحْمَن بن عسيلة وَعبد الله بن عمر وَعبد الله بن عَمْرو"(۱)

حضرت حذیفہؓ کی ناراضگی

فوائد ابی شیخ میں ہے کہ حدیفہؓ نے ایک شخص کو عصر کے بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے منع کیا اس شخص نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ مجھے نفل پڑھنے پر عذاب دیگا؟ حدیفہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے خلاف سنت کرنے پر عذاب دیگا۔

"فَوَائِد أبي الشَّيْخ رأى حُذَيْفَة رجلا يُصَلِّي بعد الْعَصْر فَنَهَاهُ فَقَالَ أَو يُعَذِّبنِي الله عَلَيْهَا قَالَ يعذبك على مُخَالفَة السّنة"(۲)

مباح ومنع کے تعارض پر منع کو ترجیح کا اصول

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ جب دو حدیثیں آپس میں ایک چیز کی حرمت واباحت میں متعارض ہوں ترجیح حرمت کے پہلو کو ہوگی۔علامہ عینیؒ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

" اسْتَقَرَّتْ الْقَاعِدَة أَن الْمُبِيح والحاظر إِذا تَعَارضا جعل الحاظر مُتَأَخِّرا.(۳)

پس اسی قاعدہ کی بنیاد پر علماء احناف حرمت کے پہلو کو از روئے احتیاط ترجیح دیتے ہیں اور سنت فجر پڑھنے سے ان اوقات میں منع کرتے ہیں۔

---

(۱)عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الصلاۃ بعد الفجر حتی ترتفع الشمس :۵/۷۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۲)عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الصلاۃ بعد الفجر حتی ترتفع الشمس ۵ :۷۸/، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۳)عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب الصلاۃ بعد الفجر حتی ترتفع الشمس :۵/۷۸، دار احیاء التراث العربی، بیروت

فجر کی سنتیں رہ جائیں تو کب پڑھیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھیں تو وہ سورج نکلنے کے بعد ادا کرے۔

''من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس ''(۱)

اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسی طرح عمل کیا، اور بعض اہلِ علم کا عمل بھی اسی پر ہے، اور امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن المبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

''وقد روى عن ابن عمر انه فعله، والعمل على هذا عند بعض أهل العلم وبه يقول سفيان الثورى، وابن المبارك والشافعى، وأحمد، واسحاق''۔

اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب آپ سفر میں نماز فجر کے وقت سوئے رہ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی سنتیں بھی قضا کیں اور انہیں فرض نماز سے پہلے ادا کیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرض نماز ادا فرمائی اور یہ سورج کے بلند ہونے کے بعد تھا۔(۲)

حضرت ابو ہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ فجر کی سنتیں نیند کی وجہ سے نہیں پڑھ سکے تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلوعِ آفتاب کے بعد قضا کیا۔(۳)

---

(۱) ترمذی، حدیث: ۴۲۳، البانی صاحبؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(۲) صحیح مسلم، حدیث: ۶۸۱

(۳) ابن ماجہ، حدیث: ۱۱۵۵، صححہ الألبانی

نماز فجر کے بعد سنت فجر و دیگر نوافل نہ پڑھنے پر علمائے احناف کے فتاوی

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

شیخ حسن بن عمار علی شرنبلالیؒ مراقی الفلاحی میں فرماتے ہیں :

مکروہ ہے نفل پڑھنا اس کے نماز کے بعد یعنی صبح کے فرض کے بعد اور اسی طرح مکروہ ہے نفل پڑھنا نماز عصر کے فرض کے بعد اگر چہ آفتاب میں تغیر نہ ہوا ہو، اور علامہ طحطاویؒ نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ مصنف کا یہ قول کہ صبح کی فرض کے بعد (یعنی صبح کی فرض کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ ہے) اگر چہ سنت فجر ہی کیوں نہ ہو برابر ہے کہ عذر کی وجہ سے چھوٹ گئی ہوں یا بغیر عذر کے۔

”و يكره التنفل ”بعد صلاته“أي فرض الصبح “و”يكره التنفل ”بعد صلاة“ فرض ”العصر“ وإن لم تتغير الشمس“۔(۱)

علامہ ابن نجیمؒ کی تحقیق

نماز فجر اور عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع کیا گیا ہے نہ کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء سے اور سجدہ تلاوت سے اور نماز جنازہ) یعنی دو وقتوں میں صرف نوافل وغیرہ سے قصداً منع کیا گیا ہے نہ کہ دیگر نمازوں (یعنی فرائض، سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ وغیرہ سے۔

(قَوْلُهُ :وَعَنْ التَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ لَا عَنْ قَضَاءِ فَائِتَةٍ وَسَجْدَةِ تِلَاوَةٍ وَصَلَاةِ جِنَازَةٍ) أَيْ مُنِعَ عَنْ التَّنَفُّلِ فِي هَذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ قَصْدًا لَا عَنْ غَيْرِهِ۔(۲)

---

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، فصل فی الأوقات المکروهة : ۱/۷۶، المکتبة العصریة، الطبعة الاولی، ۱۴۲۵ھ، ۲۰۰۵م

(۲) البحر الرائق شرح كنز الدقائق، الأوقات المنهى عن الصلاة فيها : ۱/۲۶۴، دار الكتاب الإسلامی، بیروت

فقیہ العصر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: قبل طلوع آفتاب کے بعد فرض کے سنت کا پڑھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمہ ہے اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے۔(۱)

مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ دہلویؒ

فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نفل نماز مکروہ ہے قضا فرض اور واجب نماز کی جائز ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں : فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز اس وقت نہ پڑھی جائے۔ آفتاب نکلنے کے بعد اونچا ہو جائے تو پڑھے۔(۲)

مفتی اعظم حضرت عزیز الرحمن عثمانیؒ

صبح صادق کے بعد نوافل سوائے سنت فجر کے یا قضاء کے درست نہیں ہے اور بعد نماز فجر کے سنت صبح بھی جائز نہیں اور نہ کوئی نفل سوائے قضاء کے پڑھنا اس وقت درست ہے، درمختار میں ہے۔

”وکرہ نفل الخ ولو سنتة الفجر بعد صلوة عصر الخ ولایکر قضاء فائتة ولو وترا۔۔۔الخ“ اور اس کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے۔(۳)

---

(۱) فتاوی رشیدیہ، کتاب الصلاۃ، ۳۱۳، دارالاشاعت کراچی۔

کفایت المفتی، کتاب الصلاۃ، ۳/۳۱۰۔۳۱۱، دار الاشاعت کراچی۔

(۳) فتاوی دار العلوم دیوبند مکمل مدلل، کتاب الصلاۃ :۴/۱۵۷=۱۶۱، مکتبہ دار الاشاعت کراچی

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک نفل پڑھنا درست نہیں، قضا نماز، سجدہ تلاوت، اور نماز جنازہ جائز ہے، پس فجر کی نماز سے لے کر سورج نکلنے تک کا وقت تو مکروہ نہیں، البتہ اس وقت نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ جب سورج کا کنارا طلوع ہو جائے اس وقت سے لے کر سورج کی رروی ختم ہونے تک کا وقت (قریبا پندرہ بیس منٹ) مکروہ ہے اس میں فرض، نفل، سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ سب منع ہیں۔ ہاں قرآن کریم کی تلاوت، ذکر و تسبیح، درور شریف اس وقت بھی جائز ہے۔۔۔(۱)

فائدہ

فقہاء کی اصطلاح میں جب نفل مطلقا بولا جاتا ہے تو وہ سنتوں کو بھی شامل ہوتا ہے تو اس لحاظ سے سنت فجر وغیرہ بھی اس ممانعت میں داخل ہیں کیوں کہ ان پر بھی نفل کا اطلاق ہوتا ہے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد فریدؒ

آپ سے نماز عصر و فجر کے بعد نوافل وغیرہ پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو جواب میں فرمایا کہ قضاء پڑھنا جائز اور نفل پڑھنا منع ہے۔(۲)

محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحئی لکھنویؒ

فرماتے ہیں کہ : اس میں شک نہیں کہ وہ تمام حدیثیں جو طلوع شمس سے قبل نماز صبح

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل، مولانا یوسف کاندھلوی صاحب ۲ :۳۴۱، مکتبہ لدھیانوی کراچی

(۲) فتاوی فریدیه، باب السنن والنوافل :۵۵۰/۲، اهتمام واشاعت، دار العلوم صدیقیه زروبی صوابی۔

کے بعد غروب شمس سے قبل نماز عصر کے بعد نفلوں کی ممانعت کے بارے میں آئی ہیں با لکل صحیح ہیں جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں ہے اور اسی طرح وہ حدیث بھی جس سے نماز فجر کے بعد قبل طلوع شمس سنت فجر کا ادا کرنا ثابت ہوتا ہے قابل احتجاج ہے؛ مگر چوں کہ احناف نے یہ اصول مقرر کرلیا ہے کہ جب کسی عمل کے متعلق حلت وحرمت کی دو نصیں موجود ہوں تو نص حرمت کو ترجیح دی جائیگی قول فعل وتقریر دونوں پر مقدم ہے، لہذا ہمارے ائمہ نے نہی کی قولی احادیث پر جو نص حرمت ہیں عمل کر کے ممانعت کا حکم دیدیا ہے علامہ عینیؒ نے بنایہ شرح ہدایہ میں دو متعارض حدیثوں کو ذکر کر کے کہا ہے :

مباح کرنے اور منع کرنے والی دو حدیثیں جمع ہوجائیں تو منع کرنے والی حدیث متاخر ہوگی۔" ان المبیح والخاطر اذا تعارضا جعل الحاظر متاخرا"

علاوہ بریں احادیث نہی بکثرت ہیں ۔(۱)

(۱) مجموعۃ الفتاوی، مولانا عبدالحی فرنگی رحمہ اللہ ا : ۲۲۶/، مطبع یوسفی لکھنو

فرض نماز کی اقامت کے بعد سنتوں کی ممانعت
والی روایات اور اُن کی توجیہات

پہلی مشہور حدیث

چند وہ احادیث جو بظاہر احناف کے خلاف معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ احناف ان کے متبع ہوتے ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جب فرض نماز کی اقامت شروع ہو جائے تو سوائے فرض کے کوئی نماز نہیں۔

” عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ“۔(۱)

سنتِ فجر کا استثناء ہے

فجر کی سنتیں اس حدیث سے مخصوص ہیں یہ حدیث اپنے عموم پر باقی نہیں رہی ہے یعنی اس حدیث کی ممانعت سے فجر کی سنتیں مستثنیٰ ہیں اور فجر کی سنتیں پڑھ سکتے ہیں چناں چہ:

(۱) علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: ”وخصت سنة الفجر بقوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ” لا تدعوهما“ الخ(۲)

”کہ سنت فجر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول ”سنت فجر پڑھو اگر چہ تم کو دشمن کا لشکر دھکیل رہا ہو۔“ سے مخصوص ہیں۔

اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ فجر کی سنتوں کو اس ممانعت سے خارج کر دیا گیا ہے۔

(۲) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ”ابن ملک نے فرمایا ہے کہ سنت فجر اس حدیث

---

(۱) سنن الترمذی، باب ما جاء إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة، حديث: ۴۲۱، یہ حدیث حسن ہے۔

(۲) عمدة القاری شرح صحیح البخاری، باب إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة: ۱۸۴/۵، دار احياء التراث العربی، بيروت

سے نبی کریم ﷺ کے اس قول: ''صلوا وان طردتکم الخیل ''یعنی سنت فجر پڑھو اگر چہ تم کو دشمن کا لشکر دھکیل رہا ہو'' سے مخصوص ہیں۔ پس (اس وجہ سے) ہم (احناف) کہتے ہیں کہ سنت فجر اس وقت تک پڑھی جائیں گی جب تک نماز فجر کی رکعت ثانیہ کے فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو اور اگر رکعت ثانیہ کے فوت ہونے کا خدشہ ہو تو سنت فجر کو ترک کیا جائے گا عملاً بالدلیل۔

''سُنَّةُ الْفَجْرِ مَخْصُوصَةٌ مِنْ هَذَا بِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ :{صَلُّوهَا وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ} ، فَقُلْنَا :يُصَلِّي سُنَّةَ الْفَجْرِ مَا لَمْ يَخْشَ فَوْتَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ، وَيَتْرُكُهَا حِينَ خَشِيَ عَمَلًا بِالدَّلِيلَيْنِ''۔(۱)

منع مخصوص صورت میں ہے

کیا یہ ممکن نہیں کہ اس منع کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ مسجد میں جماعت کی صفوں کے متصل سنت فجر پڑھنا جائز نہیں ہے؟ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اس نہی کو ابن عباس ؓ، ابن مسعود ؓ، ابو درداء ؓ اور دیگر صحابہ کرام ؓ نے اسی بات پر محمول فرمایا ہے، اور نبی کریم ﷺ کے اس قول۔''أتصلي الصبح اربعا من الناس'' میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

''فهل لا یمکن حمل النهی فی قوله ﷺ : ''اذا اقیمت الصلاة --- الخ علی انه لا تجوز الصلاة فی المسجد متصلا بصفوف القوم الا المکتوبة؟ کیف لا وقد حمله ابن عباس ، وابن مسعود ، وابو الدراء ، وغیرهم من الصحابة علی ذلک وفی قوله ﷺ : ''اتصلی الصبح اربعا --- الخ اشارة الی

(۱)مرقاة المفاتیح، باب الجماعة وفضلها :۸۳۶/۳،دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعة الاولی، ۱۴۲۲ھ،۲۰۰۲م

هذا المعنى فافهم (۱)

صحیح ابن خزیمہ میں ہے جیسا کہ عمدۃ القاری میں حدیث انسؓ میں ہے کہ : نبی کریم ﷺ ایسے وقت مسجد تشریف لائے کہ نماز کھڑی ہو چکی تھی آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ سنت فجر عجلت کیساتھ پڑھ رہے تھے ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''یہ کیا دو نمازیں ایک وقت ہیں؟ پس آپ ﷺ نے منع کیا کہ جماعت کھڑی ہو تو مسجد میں سنتیں نہ پڑھ کرو'' پس یہ حدیث اگر صحیح ہو تو یہ اس مسئلہ میں فاصل ہے اور اشکال رفع کرنے میں نص ہے کہ اس میں جو نہی وارد ہے وہ مطلقاً نہیں ہے بل کہ مقید ہے مسجد میں فجر کی سنتیں پڑھنے کیساتھ پس یہ حدیث ''اذا اقیمت الصلاۃ''، مختص ہے حضرت انسؓ کی (اس) حدیث کیساتھ ۔ (۲)

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث باب اذا اقیمت الصلاۃ ۔۔۔ الخ اپنے عموم پر نہیں ہے یعنی کہ اس حدیث کا حکم عام نہیں ہے بلکہ مقید ہے مسجد میں جماعت کی نماز کے وقت سنتیں ونوافل وغیرہ پڑھنے کیساتھ اور یہ تخصیص حضرت انسؓ کی حدیث کی وجہ سے ہوئی ہے کہ آپ ﷺ نے جو منع کیا ہے تو وہ مسجد میں فرض نماز کی جماعت کے وقت نوافل وغیرہ پڑھنے کیساتھ خاص ہے اگر کوئی شخص جماعت کی نماز کے قیام وقت مسجد کے باہر نوافل یا سنتیں پڑھنے میں مشغول ہو جائے تو وہ اس منع میں داخل نہیں ہے جیسا کہ حضرت انسؓ کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے ۔

''وأما ثانيا :ففي حديث ابن خزيمة ، كما في العمدة من حديث أنس :خرج النبي ﷺ حين أقيمت الصلاة فرآى ناسا يصلون ركعتين بالعجلة، فقال :أصلاتان معا؟ فنهي أن تصليا في المسجد إذ أقيمت الصلاة، فهذا الحديث إن صح

(۱) اعلاء السنن ۷ : ۱۰۲، ادارۃ القرآن والعلوم ال إسلامية، کراتشی ۔

(۲) عمدۃ القاری، حدیث : ۱۱۲۷

فهو فاصل في المسألة ونص لرفع الإشكال حيث يكون النهي واردا في أدائهما في المسجد لا مطلقا“(۱)

دوسری حدیث

حضرت عبداللہ بن مالک بحینہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک شخص کے پاس گزرے وہ فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا جبکہ نماز فجر کی اقامت شروع ہو چکی تھی، جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگ آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے، رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: ”کیا تم صبح کی چار رکعتیں پڑھتے ہو؟

”أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا وَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَاثَ بِهِ النَّاسُ، وَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: الصُّبْحَ أَرْبَعًا، الصُّبْحَ أَرْبَعًا“(۲)

اس حدیث کے ظاہر معنیٰ تو یہی سمجھ میں آتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے پر انکار فرمایا کہ کیا تم نے فجر کی فرض نماز کی چار رکعتیں پڑھیں؟ اس میں استفہام انکاری ہے جس مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے سنت فجر کو اقامت شروع ہوتے وقت منع فرمایا ہے۔

سنت فجر کے علاوہ دیگر نوافل وسنن رواتب بھی حضرت شوافع کے نزدیک اقامت شروع ہونے کے وقت ممنوع ہیں۔(۳)

---

(۱) معارف السنن، باب ما جاء فی کراھیة الصلاة بعد العصر وبعد الفجر: ۴/۹۷، ایچ ایم سعید کمبنی، کراتشی

(۲) صحیح البخاری، إذا قیمت الصلاة فلا صلاة إلا المکتوبة، حدیث ۶۶۳:

(۳) فتح الباری، إذا قیمت الصلاة فلا صلاة إلا المکتوبة ۲: ۴۹۸/، دار المعرفة، بیروت، ۱۳۷۹ھ

منع التباس کی صورت میں ہے

مذکورہ حدیث اور اسی طرح کی دوسری احادیث یعنی ”طبرانی“ میں ابوموسیٰؓ روایت،” مسلم“ میں عبداللہ بن سرجسؓ کی روایت، مسند احمد میں عبداللہ بن عباس کی روایت وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ جن مختلف الفاظ سے صحابہ کرامؓ کو مخاطب ہوئے وہ یہ ہیں : ”الصبح اربعا“ اور ”اتصلی الصبح اربعا“اور ”بای الصلاتین اعدد“ اور ”یوشک ان یصلی احدکم الصبح اربعا“ اور” لا ھذا قبل ھذا“ ان تمام الفاظ کی علت یہی ہے کہ اس سے سنت اور فرض میں التباس کا ڈر ہے اور امام اور مقتدیوں میں ظاہراً اختلاف کی کراہت ہے تو اگر ایسی صورت ہو کہ نہ التباس کا ڈر ہو اور نہ اختلاف ہو یعنی اگر سنت فجر خارج عن المسجد پڑھی جائے، یا صحن مسجد میں یا کسی ستون کے پیچھے پڑھی جائے کہ فرض اور سنت ایک صف میں نہ پڑھی جائے تو اس صورت میں علت کے منتفی ہونے کی وجہ سے کراہت بھی منتفی ہو جائے گی اور یہی علت حضرت ابن عباسؓ سمجھتے تھے اسی وجہ سے باوجود اس کے کہ وہ خود اپنے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں ” یصلي الصبح اربعاً“ جبکہ وہ اقامت کے بعد سنتیں پڑلیا کرتے تھے۔

تو جب راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو تو احناف کے نزدیک اس کے عمل کا اعتبار ہوتا ہے اور اس کی راویت قابل عمل نہیں ہوتی۔

تیسری حدیث

حضرت قیسؓ فرماتے ہیں : آپ علیہ السلام باہر تشریف لے آئے، اقامت ہو چکی تھی ،میں نے آپ علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا کی، پھر آپ علیہ السلام نے مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں، تو آپ نے فرمایا: اے قیس رک جاو، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے فجر کی سنت نہیں پڑھی تھی، آپ علیہ السلام نے فرمایا : اب پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

"عَنْ قَيْسٍ قَالَ :خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الصُّبْحَ، ثُمَّ انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَجَدَنِي أُصَلِّي، فَقَالَ: مَهْلًا يَا قَيْسُ، أَصَلَاتَانِ مَعًا، قُلْتُ :يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي لَمْ أَكُنْ رَكَعْتُ رَكْعَتَيِ الفَجْرِ، قَالَ :فَلَا إِذَنْ"۔(۱)

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے انصار میں سے ایک آدمی سے روایت کیا ہے کہ : رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ فجر کی نماز کے بعد سنتیں پڑھ رہا ہے، تو اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں نے سنت فجر نہیں پڑھی تو اب پڑھ رہا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے اسے کچھ بھی نہ کہا۔

تشریح: اگر کوئی صبح کی سنتیں قبل الفرائض نہیں پڑھ سکا تو پھر کب پڑھے؟ عطاء طاؤس اور ائمہ میں سے امام شافعیؒ کے نزدیک فرض نماز کے بعد طلوع شمس سے پہلے پڑھ سکتا ہے، لیکن امام ترمذی نے امام شافعیؒ و احمدؒ دونوں کا مذہب یہ لکھا ہے کہ طلوع شمس کے بعد پڑھے لیکن شوکانی نے حافظ عراقی سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ کا صحیح قول یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد طلوع شمس سے پہلے پڑھ سکتا ہے۔ دوسرا مذہب ائمہ ثلاثہ حنفیہ، حنابلہ، مالکیہ کا ہے ان کے نزدیک طلوع شمس سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔(۲)

مجوزین حضرات شافعیہ اور غیر مقلدین احادیث سے استدلال کرتے ہیں کہ سنت فجر بعد نماز فجر کے بعد پڑھنا ان احادیث کی وجہ سے بغیر کراہت کے جائز ہے۔

---

(۱) سنن الترمذی، باب ما جاء فیمن تفوته الرکعتان قبل الفجر یصلیهما بعد صلاة الفجر، حدیث: ۴۲۲،

(۲) الدر المنضود علی سنن ابی داؤد ۲: ۵۲۰/، مکتبہ الشیخ کراچی

یادداشت

فہرست مراجع

”قرآن تفسیر قرآن“

القرآن الکریم
أحکام القرآن : أبو بکر جصاص، شیخ الہند بک ڈپو دار الکتب العلمیہ
محاسن التأویل (تفسیر القاسمی) محمد جمال الدین القاسمی مفسر شام، محدث و فقیہ (۱۳۳۲ھ)
تفسیر عزیزی شاہ عبد العزیز دہلوی مجدد، محدث وفقیہ (۱۲۳۹ھ)
غرائب التفسیر وعجائب التأویل الشیخ تاج القراء محمود بن حمزہ الکرمانی
أنوار البیان فی اسرار القران مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ
تفسیر طبری : لل إمام محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الشہیر بال إمام أبو جعفر الطبری، ادارہ دائرۃ المعارف مصر“

کتب حدیث اور شروحات حدیث“

صحیح البخاری : محمد بن إسماعیل أبو عبد اللہ البخاری الجعفی؛ دار ابن کثیر- بیروت
صحیح مسلم : مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشیری النیسابوری؛ دار ابن کثیر، بیروت
سنن أبی داود : أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمر والأزدی السجستانی، دار الفکر بیروت
سنن الترمذی : محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاک الترمذی، أبو عیسی، دار

احیاء التراث العربیہ
سنن النسائی : أبوعبد الرحمن أحمد بن شعیب بن علی الخراسانی، النسائی؛ مکتبہ المطبوعات ال إسلامیۃ
سنن ابن ماجہ : ابن ماجۃ أبوعبد اللہ محمد بن یزید القزوینیو ماجۃ اسم أبیہ یزید؛ دار الفکر بیروت
مسند ال إمام أحمد بن حنبل : أبوعبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن أسد الشیبانی؛ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الأولی، ۱٤۲۱ھ ۲۰۰۱م
سنن الدارقطنی : أبو الحسن علی بن عمر بن أحمد بن مہدی بن مسعود بن النعمان بن دینار البغدادی الدارقطنی؛ دار المعرفۃ بیروت
المستدرک علی الصحیحین : أبوعبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم بن الحکم الضبی الطہمانی النیسابوری المعروف بابن البیع دار الکتب العلمیۃ - بیروت، الطبعۃ الأولی، ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۰م
المعجم الکبیر : سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمی الشامی، أبو القاسم الطبرانی؛ مکتبۃ ابن تیمیۃ - القا+++ ہرۃ
إعلاء السنن : علامہ ظفر احمد عثمانی تہانوی المکتبۃ الأشرفی۔ دیوبند
مسند أبی یعلی امام أبو یعلی أحمد بن علی بن المثنی التمیمی (ت 307ھ) دار المأمون للتراث، دمشق
مسند أبی داوود الطیالسی ال إمام أبو داود سلیمان بن داود الطیالسی (ت 204ھ) دار المعرفۃ، بیروت

مسند عبد الرزاق ال إمام عبد الرزاق بن همام الصنعانی (ت 211ھ) المکتب ال إسلامی، بیروت

صحیح الموارد (الموارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان) حافظ نور الدین علی بن أبی بکر الہیثمی، تحقیق : شیخ ناصر الدین ألبانی المکتب ال إسلامی، بیروت

صحیح ابن خزیمۃ ال إمام محمد بن إسحاق بن خزیمۃ النیسابوری (ت 311ھ) المکتب ال إسلامی، بیروت

صحیح ابن حبان ال إمام محمد بن حبان البستی (ت 354ھ) مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

مجمع الزوائد ومنبع الفوائد : أبو الحسن نور الدین علی بن أبی بکر بن سلیمان الہیثمی مکتبۃ القدسی القاہرۃ، ۱۴۱۴-۱۹۹۴م

کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال : علاء الدین علی بن حسام الدین ابن قاضی خان القادری الشاذلی الہندی البرہانفوری ثم المدنی فالمکی الشہیر بالمتقی الہندی، مؤسسۃ الرسالۃ،

مشکاۃ المصابیح : محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری، أبو عبد اللہ، ولی الدین، التبریزی المکتب ال إسلامی - بیروت، الطبعۃ :

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری : أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی دار الحدیث القاہرۃ

فیض الباری علی شرح صحیح البخاری علامہ ابن حجر عسقلانی؛ دار الکتب العلمیۃ، بیروت

شرح النووی علی مسلم : أبو زکریا محیی الدین یحیی بن شرف النووی

فتح الباری بشرح صحیح البخاری : أحمد بن علی بن محمد بن محمد بن حجر العسقلانی (المعروف بہ ابن حجر العسقلانی). الموطأ لامام مالک : أبو عبد اللہ مالک بن أنس بن مالک بن أبی عامر الأصبحی (المعروف بہ امام مالک)

السنن الکبری : أبو بکر أحمد بن الحسین بن علی البیہقی

المعجم الأوسط : أبو القاسم سلیمان بن أحمد بن أیوب الطبرانی

مصنف عبد الرزاق : عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی

المصنف لابن أبی شیبۃ : أبو بکر عبد اللہ بن محمد بن أبی شیبۃ الکوفی مسائل الإمام أحمد بن حنبل : روایۃ أبو بکر محمد بن أبی الفضل البغدادی

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح : علی بن سلطان محمد القاری الہروی (المعروف بہ ملا علی القاری) شعب الإیمان : أبو بکر أحمد بن الحسین بن علی البیہقی

الاجوبۃ المرضیۃ : الحافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی ۹۰۴ھ

قطف الأزہار المتناثرۃ من الأخبار المتواترۃ احمد بن علی بن محمد ابن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ دار ابن کثیر، دمشق

الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر جلال الدین عبد الرحمن بن أبی بکر السیوطی ۹۱۱ھ دار الکتب العلمیۃ، بیروت

الفتح الربانی لترتیب مسند الإمام أحمد احمد عبد الرحمن بن محمد البنا الساعاتی ۱۳۷۸ھ دار المعرفہ، بیروت

تقریب التہذیب مع تہذیب الکمال احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۸۵۲ھ دار المعرفہ، بیروت

العلل ومعرفۃ الرجال احمد بن حنبل بن ہلال الشیبانی ۲۴۱ھ دار القبس، کویت
أعلام الموقعین عن رب العالمین محمد بن أبي بکر بن ایوب ابن القیم الجوزیۃ ۷۵۱ھ دار ابن الجوزی، ریاض
مقدمۃ ابن الصلاح عثمان بن عبد الرحمن الشہر زوری (ابن الصلاح) ۶۴۳ھ دار المعرفہ، بیروت
شمائل محمدیۃ مع حواشی محمد بن عیسی الترمذی (و دیگر شارحین) ۲۷۹ھ مکتبہ رحمانیہ، لاہور
التمھید لما في الموطأ من المعاني والأسانید یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر القرطبی ۴۶۳ھ دار الفاروق، مصر
بذل المجہود في حل سنن أبي داود : خلیل أحمد بن الشیخ نور اللہ السہارنفوری شرح معاني الآثار : أبوجعفر أحمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی
مظاہر حق جدید : مولانا قطب الدین بن کمال الدین دہلوی
الدر المنضود علی شرح ابي داوَد : مولانا عاقل صاحب
تحفہ الالمعی : مفتی سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ، مکتبہ حجاز دیوبند
درس ترمذی : مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی، ط: فیصل پبلشر دیوبند
تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم المبارکپوری ۱۳۵۳ھ دار السلام، ریاض
شرح مصابیح السنۃ (مخطوط، ترکیہ) امام بدر الدین الحسینی (ت 840ھ) مخطوطات مکتبہ فاتح، استنبول

التعلیق الممجد علی موطأ ال إمام محمد مولانا أنور شاہ الکشمیری ؒ، ترتیب : مولانا یوسف البنوری ؒ دارالقلم، کراچی

العرف الشذی شرح سنن الترمذی مولانا أنور شاہ الکشمیری ؒ، ترتیب : مولانا محمد بدر عالم میرتھی ؒ دارالقلم، کراچی

المداوی لعلل الجامع الصغیر الشیخ أحمد بن الصدیق الغماری (ت ۱۳۸۰ھ) دارالکتبی، بیروت

الدرایۃ فی تخریج أحادیث الہدایۃ الحافظ محمد بن أحمد الزیلعی (ت ۷۶۲ھ) دار ابن کثیر، بیروت

” فقہ اصول فقہ اور کتب فتاوی

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع : علاء الدین، أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاسانی الحنفی زکریا بک ڈپو دارالکتب العلمیہ بیروت

الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی : علی بن أبی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، أبو الحسن برہان الدین اشرفی بک ڈپو

العنایۃ شرح الہدایۃ : محمد بن محمد بن محمود، أکمل الدین أبو عبد اللہ ابن الشیخ شمس الدین ابن الشیخ جمال الدین الرومی البابرتی؛ دارالفکر

البنایۃ شرح الہدایۃ : أبو محمد محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد بن حسین الغیتابی الحنفی بدر الدین العینی، دارالکتب العلمیۃ - بیروت، لبنان، الطبعۃ : الأولی، ۱۴۲۰-۲۰۰۰ـ

البحر الرائق شرح کنز الدقائق زین الدین بن إبراہیم بن محمد

المعروف بابن نجیم المصری؛ دار الکتاب ال إسلامی
رد المحتار علی الدر المختار : ابن عابدین محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی ، دار الفکر- بیروت
الطبعة : الثانیة، ۱۴۱۲ھ- ۱۹۹۲م
الدر المختار شرح تنویر الأبصار للتمرتاشی : علاء الدین الحصفکی ؛ دار الفکر- بیروت الطبعة : الثانیة، ۱۴۱۲ھ- ۱۹۹۲م
حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور ال إیضاح : أحمد بن محمد بن إسماعیل الطحطاوی الحنفی دار الکتب العلمیة بیروت- لبنان، الطبعة : الطبعة الأولی ۱۴۱۸-۱۹۹۷م
مجمع الأنہر فی شرح ملتقی الأبحر : عبد الرحمن بن محمد بن سلیمان المدعو بشیخی زادہ , یعرف بداماد أفندی؛ دار إحیاء التراث العربی
. عمدة الرعایة علی فتح القدیر-للامام عبد الحی بن عبد الحلیم اللکنوی
المحلی- : أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم الأندلسی، ظاہری فقہ میں معروف
عمدة القاری شرح صحیح البخاری - : بدر الدین محمود بن أحمد بن موسی بن أحمد العینی الحنفی
. الشرح الکبیر للدردیر مع حاشیة الدسوقی - : الدردیر (أحمد بن محمد العدوی المالکی)؛
حاشیہ : محمد بن أحمد بن عرفة الدسوقی
الجوہرہ النیر ة ال إمام أحمد بن أبی بکر الحدادی (ت بعد 800ھ) دار الکتب العلمیة، بیروت
ال إجماع ال إمام محمد بن نصر المروزی المعروف بابن المنذر (ت 318ھ) دار

الدعوة،ال إسكندرية

أحكام الأحكام (شرح عمدة الأحكام) القاضي بدر الدين بن جماعة (ت 733ھ) دار ابن الجوزي، السعودية

إمداد الأحكام- :اشرف علی تھانوی

رحمہ اللہ الواسعہ حجہ اللہ البالغہ : مفتی سعید احمد پالن پوری رحمت اللہ علیہ

فتاوی دار العلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ

کفایت المفتی مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

فتاوی محمودیہ مولانا محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ

فتاوی رحیمیہ مفتی عبد الرحیم لاجپوری رحمہ اللہ

احسن الفتاوی: مفتی رشید احمد صاحب

اپ کے مسائل اور ان کا حل مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

فتاوی عثمانی مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

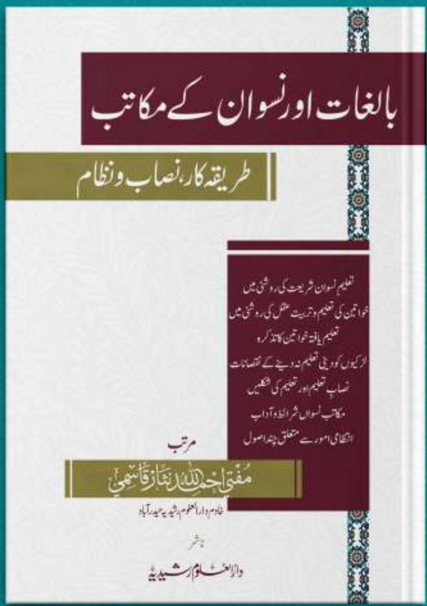
مرتب کی کتابیں

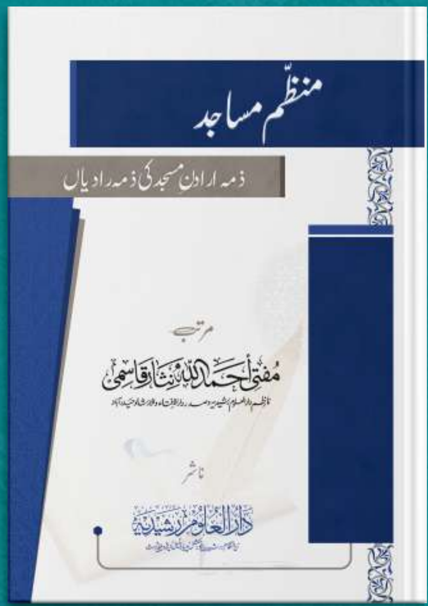
۱۔رمضان المبارک معروفات ومنکرات
۲۔اصلاحی واقعات دو جلدیں
۳۔اصلاح الرسوم (تسہیل، تعلیق وتخریج)
۴۔عصری خطبات مجلد (زیرِطبع)
۵۔جماعت اولی کی اہمیت و جماعت ثانیہ کی حیثیت
۶۔نیاسال مغرب اور اسلام کا نقطۂ نظر
۷۔کرسمس کی حقیقت عقل ونقل کی روشنی میں
۸۔ویلنٹائن ڈے تاریخ کے آئینہ میں
۹۔اپریل فول کی تاریخی حیثیت
۱۰۔خیر البیان (مدارس کے طلبہ کے لئے)
۱۱۔ہندوستانی مسلمان آزادیٔ وطن سے تعمیرِ وطن تک (زیرِطبع)
۱۲۔نفع المفتی والسائل (عربی، تحقیق وتخریج، زیرِطبع)
۱۳۔اللمعة اذا جتمع العيد و الجمعة
۱۴۔کھیل کود کی تاریخی وشرعی حیثیت
۱۵۔احکام اعتکاف
۱۶۔خواتین رمضان کیسے گذاریں؟
۱۷۔یوم جمہوریہ حقیقت کے آئینہ میں
۱۸۔پتنگ بازی حقائق ونقصانات
۱۹۔وجودِ باری وتوحیدِ باری عقل کی روشنی میں
۲۰۔ضیافت فضائل ومسائل

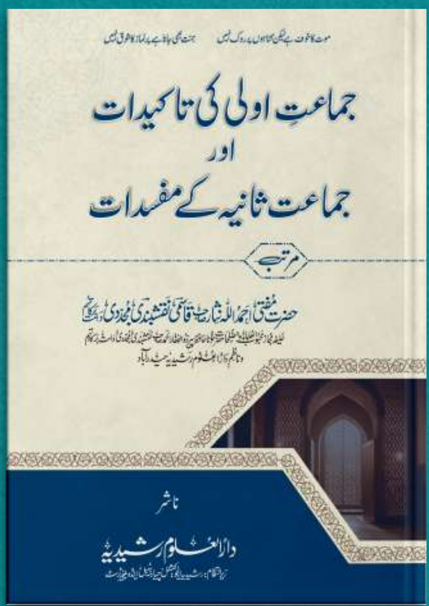
۲۱۔عظمتِ اہلِ بیت اور مسئلہ زکوۃ
۲۲۔ارطغرل غازی سیریل حقائق اور غلط فہمیاں
۲۳۔یتیمی اور یتیموں کے کارنامے
۲۴۔لون (قرض) کے جدید مسائل (زیرِطبع)
۲۵۔ظالموں کا انجام سچے واقعات کی روشنی میں
۲۶۔کرکٹ کی تاریخی وشرعی حیثیت
۲۷۔فروع الایمان (تسہیل تخریج وتضمیم)
۲۸۔مسنون قربانی؛ معروفات ومنکرات
۲۹۔عصمت دری اسباب وسد باب
۳۰۔سنتِ فجر فضائل ومسائل
۳۱۔خطباتِ قاسمیہ
۳۲۔برادرانِ وطن سے تعلقات۔حدود وحقوق
۳۳۔کمیشن اور بروکری کے احکام
۳۴۔کرایہ کے جدید مسائل
۳۵۔ٹوپی کی شرعی حیثیت
۳۶۔اسلام میں تجارت کی اہمیت
۳۷۔جبر تبدیلیِ مذہب کی حقیقت
۳۸۔اسلام میں تقسیمِ میراث کی اہمیت اور ہمارا سماج
۳۹۔مروّجہ مضاربت کے احکام
۴۰۔اولاد کے حقوق شریعت وسماج کی روشنی میں
۴۴۔لو جہاد حقیقت یا افسانہ

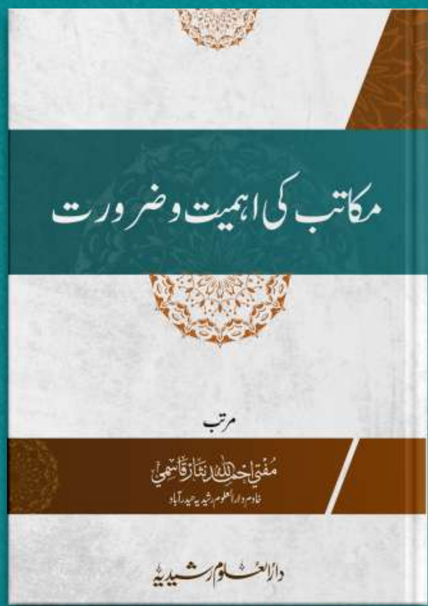
۴۵۔صحبتِ اہل اللہ کی اہمیت وضرورت
۴۶۔تیسیر المبتدی بترتیبِ جدید فارسی (حصہ اوّل، دوم، سوم)
۴۷۔نفقۂ مطلقہ عقل ونقل کی روشنی میں
۴۸۔تعلیم بالغان وبزرگان۔اہمیت وضرورت
۴۹۔خواتین کے علمی کارنامے۔حافظہ وعالمہ بنانے کی ضرورت
۵۰۔مکاتب کی اہمیت وضرورت
۵۱۔منظم ومؤثر مکاتب کے اصول وآداب
۵۲۔مسنون امامت۔اصول وآداب
۵۳۔مسنون مساجد۔خادمانِ مساجد کی ذمہ داریاں
۵۴۔قتل کا گناہ اور سماج کی صورتِ حال
۵۵۔زمینات ومکانات؛احکام ومسائل
۵۶۔ملٹی لیول مارکیٹنگ۔اقسام واحکام
۵۷۔ذکرِ حبیب ﷺ کی برکات
۵۸۔ووٹر آئی ڈی۔ووٹنگ۔الیکشن
۵۹۔اسلاموفوبیا وفلمی دنیا اور فلم ہمارے ۱۲، کا پوسٹ مارٹم
۶۰۔بھارتی مذاہب کی تاریخ زوال
۶۱۔ذاتی مکان یا کرایہ کا مکان احکام وآداب
۶۲۔تعلیمِ نسوان ومکاتب بالغات کی اہمیت
۶۳۔سادات واہلِ بیت کی عظمت ومسئلہ زکوۃ
۶۴۔عظمتِ حفظِ قرآن ومقام حفّاظ
۶۵۔قربانی وگاؤکشی۔حقائق اور غلط فہمیاں

مصنف کی دیگر کتابیں









DARUL ULOOM RASHEEDIA

Door Number 12-2-823/A/28A1 Masjid E Qutub Shahi
2nd Floor, opp MS college Santosh Nagar Colony,
(Pillar No17) Mehdipatnum Hyderabad-500028 (T.S)
WWW.darululoomrasheediya.com